دوسری قرات مین نُنشِزُهَا برای مہلہ ہے۔ چوتہے یہ کہ ایک حرف کسی دوسرے حرف قریب المخرج
سے بدلجاے جیسے کہ سورۂ واقعہ مین ایک قرات مین وَطَلْحٍ مَنضُودٍ اور دوسری قرات مین بجاے
طلح کے طَلْعٍ ہے۔ پانچوین یہ کہ الفاظ وہی رہین صرف تقدیم تاخیر کا فرق ہو جیسے سورۂ ق
مین ہے وَجَاءَتْ سَكْرَةُ الْمَوْتِ بِالْحَقِّ اور دوسری قرات مین ہے سَكْرَةُ الْحَقِّ بِالْمَوْتِ۔
چہٹے یہ کہ لفظ کی کمی بیشی ہو جیسے وَمَا خَلَقَ الذَّكَرَ وَالْأُنثَىٰ اور دوسری قرات مین ہے وَالذَّكَرَ
وَالْأُنثَىٰ۔ ساتوین یہ کہ لفظ دوسرے لفظ سے بدل جاوے جیسے کہ ایک قرات مین ہے۔
كَالْعِهْنِ الْمَنفُوشِ اور دوسری قرات مین كَالصُّوفِ الْمَنفُوشِ ہے تمام اختلاف قرات اسی قسم
کے ہین اس سے زیادہ اور کسی قسم کا تغیر اختلاف قرات کی وجہ سے پیدا نہین ہوتا۔ جو اختلافات
مصاحف عثمانیہ سے ماخوذ ہین وہ مثل اور قرآن کے متواتر سمجہے جاتے ہین اور جو اوس مین مندرج
نہین وہ قراتین شاذ کہلاتی ہین اور اونپر اعتماد نہین کیا جاتا۔ مصاحف عثمانی تمام صحابہ کو مقبول
تہے جنکی تعداد ایک لاکہہ سے زیادہ تہی اون سب نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک
سے سنکر قرآن یاد کیا تہا بعض ایسے بہی تہے جنکو سب قرآن یاد تہا لیکن اکثر ایسے تہے کہ کسی کو کہین سے
یاد تہا کسی کو کہین سے یاد تہا۔ اور جہان تنزل مین قرار تو تہا اختلاف تہا وہان بعض صحابہ کو سب قراتین
یاد تہین بعض کو چند بعض کو صرف ایک قرات یاد تہی۔ جو صحابہ مدینہ مین موجود تہے اون کے
اجماع سے وہ قرآن جمع کیا گیا تہا اور چہ نسخے مصاحف کے جو باہر بہیجے گئے تہے وہ اون صحابہ کو بہی
مقبول ہوے جو اون ملکون مین چلے گئے تہے۔ اور جو مصاحف فی الحال موجود ہین یہ نقل انہین
مصاحف کی ہے پس جتنی قراتین ان مختلف مصاحف مین ہین وہ متواتر ہونے کے سبب سے
قطعی ہی گئین۔ اور انکے علاوہ اور بہی قراتین مروی ہین جو معتمد نہین سمجہی جاتین مگر علما قرات کے
ساتہہ یہ دین اور بہی لکہائی ہین۔ جلال الدین سیوطی نے اتقان مین لکہا ہے کہ واحسن من تکلم

لفظ مالک کی ہے پس یہ صورت کتابت کی ملک اور مالک دونوکو محتمل ہوئی - اور ملک کی قراءت احتمالات
مصاحف عثمانی سے موافق ہوئی اگر کسی کو یہ شبہہ ہو کہ جب موافقت مصاحف عثمانیہ
سے حاصل ہو گئی پہر صحت سند اور موافقت قواعد عربیت کی قید کیون لگائی اس لیے کہ یہ سب
مصاحف عثمانیہ مجمع علیہ تہے اور لغت قریش کے موافق تہے اوسکا جواب یہ ہے کہ ان مصاحف
مین نقطے اور زیر زبر نہین لگائے گئے تہے اور بعض مقامون مین رسم خط کئی وجوہ کو محتمل ہتی اس لئے
صحت سند اور موافقت قواعد عربیت کی ضرورت ہوئی - اگرچہ ہر زمانہ مین قرآن کی ان مختلف روایتون
کے روایت کرنے والے بے انتہا لوگ تہے سب سندونکا انحصار ممکن نہین مگر بنظر ابقاء سلسلہ سند کے
اکثر علمانے سات[۱] قاریونکی روایت پر اکتفا کیا ہے جو قراء سبعہ کہلاتے ہین اور تفاسیر اور کتب
مروجہ مین اونہین کی روایتونکا ذکر ہوتا ہے یہ لوگ مختلف قراءتونکی روایتونکے سوا فن تجوید و ترتیل
اور تصحیح مخارج حروف مین بہی امام تہے اکثر لوگ قرآن پڑہنے کے لئے دور دور سے سفر کرکے
اونکے پاس آتے تہے یہی وجہ انکی روایتون کے رواج کی ہوئی ورنہ درحقیقت ان قراءتون کے
راویونکا اون مین حصر نہین - قراء سبعہ کی تفصیل یہ ہے نافع[۱] ابن عبدالرحمن بن ابی نعیم مدنی
تابعین مین انکے ستر شیوخ تہے ابن کثیر[۲] مکی انہون نے عبداللہ ابن السائب صحابی سے
علم حاصل کیا ہے ابو عمرو[۳] بصری انہون نے طبقہ تابعین سے علم حاصل کیا تہا ابن عامر[۴]
دمشقی انہون نے ابوالدرداء صحابی اور اصحاب حضرت عثمان سے اخذ علم کیا تہا عاصم[۵] کوفی
انکے شیوخ طبقہ تابعین کے اکابر تہے حمزہ[۶] کوفی انہون نے عاصم اور اعمش[۷] اور سبیعی[۸] اور منصور[۹]
سے اخذ علم کیا تہا کسائی[۱۰] انہون نے حمزہ اور اونکے معاصرین سے علم حاصل کیا امت پر ساری
قراءتین یاد کرنا واجب نہین بلکہ متواتر قراءتون مین سے جو قراءت یاد ہو صحیح نماز اور تلاوت قرآن کو
واسطے کافی ہے سید احمد خان صاحب نے اپنی تفسیر مین یہ دعوے کیا ہے کہ مصاحف مروجہ

فی هذا النوع امام القراءة فی زمانه شیخ مشیوخنا ابو الخیر بن الجزری قال فی کتابه النشر کل قراءة
وافقت العربیة ولو بوجه ووافقت احدی المصاحف العثمانیة ولو احتمالا وصح سندها فهی القراءة
الصحیحة التی لا یجوز ردها ولا یحل انکارها بل هی من الاحرف السبعة التی نزل بها القران ووجب
علی الناس قبولها سواء کانت عن الائمة السبعة ام عن العشرة ام عن غیرهم من الائمة المقبولین ومتی اختل رکن
من هذه الارکان الثلثة اطلق علیها ضعیفة او شاذة او باطلة سواء کانت عن السبعة ام عمن هو اکبر
منهم هذا هو الصحیح عند ائمة التحقیق من السلف والخلف صرح بذلک الدانی والمکی والمهدوی
وابو شامة وهو مذهب السلف الذی لا یعرف من احد خلافه انتهی اسکا حاصل یہ ہے کہ اس بحث
مین سب سے عمدہ تقریر امام قرات شیخ الشیوخ ابن جزری کی ہے اونہون نے کتاب النشر کی ابتدا مین
یہ لکہا ہے کہ جو قرات بوجہ من الوجوہ قواعد عربیت کے موافق ہو اور مصاحف عثمانیہ مین سے
کسی مصحف کے ساتھ مطابقت رکہتی ہو اگرچہ یہ مطابقت احتمالا ہو اور سند اوس کی صحیح ہو
تو وہ قرات صحیح ہے کسی کو اوسکا رد کرنا جائز نہین اور انکار کرنا حلال نہین بلکہ یہ اون حروف سبعہ
سے ہے جنپر قرآن نازل ہوا ہے خواہ وہ روایتین آئمہ سبعہ سے منقول ہون خواہ آئمہ عشرہ سے
منقول ہون خواہ اون کے سوا ائمہ سے منقول ہون اور جب ان تینون رکنون مین سے کسی رکن مین
خلل ہووے تو اوس قرات کو ضعیف یا شاذ یا باطل کہین گے خواہ اون کی روایت آئمہ سبعہ سے ہو
خواہ اونکے سوا اور جلیل القدر لوگون سے ہو سلف اور خلف کے آئمہ تحقیق کے نزدیک یہی قول صحیح
ہے دانی اور مکی اور مہدوی اور ابو شامہ نے یہی تصریح کی ہے اور یہی مذہب سلف کا ہے
کسی سے اسکا خلاف معلوم نہین ہوا — اس قول مین جو قید لگائی کہ قرات کسی مصحف عثمانی
سے موافق ہو اگرچہ یہ موافقت احتمالا ہو — موافقت احتمالیہ کی ایک مثال یہی قرات ملک
یوم الدین کی ہے اس لئے کہ جمیع مصاحف عثمانیہ مین ملک بغیر الف کے لکہا تہا اور یہی رسم خط

قرارت کی مطابق تحریر ہو۔ اور سورۂ برارت مین جو آیہ تجری تحتہا الانہر بغیر من ہو وہ ابن کثیر
کی قراست مین تجری من تحتہا الانہر ہے اور مصحف مکی مین بھی اسیطرح مرقوم ہے کذا فی الاتقان
اس تحقیق سے ثابت ہوگیا کہ مصاحف عثمانیہ مین مختلف قراتین موجود تہین اور چونکہ وہ باجماع
صحابہ مقبول تہے پس ہرگز ممکن نہین کہ اختلاف قرارت مطلقاً سہو کی غلطیہ پر محمول ہو۔ اور قرارت
کے اختلافونکا مصاحف عثمانیہ مین داخل ہونا دلیل اثبات کی ہے کہ یہ سب قراتین موافق تنزیل
کے ہین۔ علاوہ اس کے ہم کہتے ہین کہ متعدد قرارتونکو قبول کرنے اور اونکو موافق تنزیل کے
سمجھنے پر اجماع امت منعقد ہوچکا اور یہ ایسا اجماع ہے کہ زمانۂ صحابہ سے آجتک کسی نے اوس کی
مخالفت نہین کی اور چونکہ اجماع مسلمانونکے نزدیک حجت قطعی ہے لہذا یقیناً ثابت ہے کہ
قرآن کی بعضی آیتون مین متعدد قراتین موافق تنزیل کے ہین۔ اب ہم صحاح کی بعضی روایتین بھی
نقل کرتے ہین جنسے یہ امر بہت صراحت کے ساتھہ ظاہر ہو جاتا ہے صحیحین کی ایک روایت کا ملخص
یہ ہے کہ حضرت عمر فرماتے ہین کہ مین نے ہشام بن حکیم کو سورۂ فرقان پڑہتے سنا وہ کچھہ اور طرح
پڑہتے تھے اور مجھکو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ سورت اور طرح پڑہائی تھی آخر یہ قصہ
حضرت کے سامنے پیش ہوا آپنے اول وہ آیت ہشام سے پڑہوائی اور فرمایا کہ اسیطرح اتری ہے
پھر حضرت عمر کہتے ہین کہ مجھسے پڑہوائی اور فرمایا کہ اسیطرح اتری ہے پھر فرمایا کہ یہ قرآن سات حرفونپر
اوترا ہی جو آسان ہو اوسکو پڑہو۔ بخاری مین ایک اسی قسم کا قصہ عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ
سے بھی منقول ہے کہ اونہون نے بھی کسی شخص کو اپنی یاد کے خلاف قرآن پڑہتے سنا تو اس امر کو
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پیش کیا آپنے دونون کو سنکر فرمایا کہ دونو اچھی طرح پڑہتے ہین اور آپس کا
جھگڑا حضرت کو ناگوار معلوم ہوا اور آیندہ کے لئے جھگڑا کرنے کو منع فرمایا۔ صحیح مسلم مین ابی بن
کعب سے بھی ایک اسی قسم کا قصہ منقول ہے۔ صحیحین مین ابن عباس سے روایت ہے کہ مجھکو

میں جو قراءت لکھی گئی ہے وہی صحیح ہے اور جو دوسری قراءتیں مروی ہیں وہ غلط ہیں اونکی تقریر کا ملخص یہ ہے کہ تنزیل قرآن کے زمانہ میں یاد کرنے والوں کو کچھ بھول بھی ہو جاتا تھا اور کچھ کی جگہ کچھ یاد ہو جاتا تھا اسی کا نام اختلاف قراءت ہے مگر اسکی تصحیح لکھے ہوئے پرچوں اور دوسروں کی یاد سے ہو جاتی تھی یہ اختلاف روز بروز ترقی پر تھا اس لئے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خلافت کے زمانہ میں صحابہ نے متفق ہو کر یہ تجویز کی کہ سب متفرق پرچے جن پر قرآن لکھا ہے ایک جگہ جمع کئے جائیں چنانچہ زید بن ثابت نے اسکا اہتمام کیا حضرت عثمان نے اپنے زمانے میں اوسی کی نقلیں جابجا بھیجدیں اسوجہ سے جابجا بہت سے لوگ پورے قرآن کے حافظ ہو گئے کسی جگہ کی کمی یا بیشی کی جو غلطی تھی وہ رفع ہو گئی مگر وہ مصاحف قدیم کوفی خط میں تھے اور اون میں نقطے اور زبر وزیر نہ تھے اس لئے ایسے اختلاف حروف اور حرکات کے باقی رہ گئے جس کے معنے دونوں صورتوں میں صحیح تھے صحابہ کے آخر زمانے میں اسی اختلاف کے رفع کرنے کی تدبیر بھی کی گئی اور قرآن میں زبر وزیر اور نقطے بھی لگا دئے گئے اب وہ غلطیاں سب رفع ہو گئیں اور اختلافوں کا ذکر صرف کتابوں میں باقی رہ گیا قرآن میں باقی نہ رہا انتہی ملخصاً سید صاحب خود اس بات کے مقر ہیں کہ جو غلطی بھول کی وجہ سے ہوتی تھی وہ لکھے ہوئے پرچوں اور دوسروں کی یاد سے صحیح ہو جاتی تھی تو یہ ظاہر ہے کہ اختلاف رفع ہو جاتا ہوگا ایسی حالت میں اختلاف بڑھنے کی کوئی وجہ نہیں پس سید صاحب کا یہ قول کہ روز بروز اختلاف بڑھتا رہا صحیح نہیں ہو سکتا قطع نظر اس کے مصاحف عثمانیہ میں بھی قراءتوں کا اختلاف موجود تھا مثلاً آیہ وقالوا اتخذ اللہ ولدا جو سورہ بقر میں ہے سب مصاحف میں واو عاطفہ کے ساتھ ہے مگر مصحف شامی میں بغیر واو کے موافق قراءت ابن عامر کے لکھی تھی۔ علی ہذا القیاس سورہ آل عمران میں جو آیہ وجاؤ بالبینت والزبر والکتب المنیر ہے اس میں قراءت ابن عامر کی وبالزبر وبالکتب ہے اور مصحف شامی میں لکھی ہے

قرارت پر قرآن کو پڑھ سکتے ہیں اور یہ کچھہ ضرور نہیں کہ اللہ کو کاموں کی ساری مصلحتیں ہم کو معلوم بھی
ہو جاویں اگر کسی کو یہ شبہہ ہو کہ عیسائی ان اختلافات سے تمسک کر کے قرآن میں تحریف ثابت
کرنے کا دعوے کرتے ہیں اسلئے مصلحت یہ ہے کہ ان اختلافوں سے انکار کیا جائے اور یہی جہالت
اختلافونکے انکار کی سید احمد خانکی تقریر سے بھی مترشح ہوتی ہے ۔ تو اوسکا جواب یہ ہے کہ ہم مخالفونکے
اعتراض سے ڈر کر اون چیزونکا جو مخبر صادق سے یقیناً ثابت ہیں انکار نہیں کر سکتے اس کے
علاوہ ہم یہ بھی یقیناً جانتے ہیں کہ جو چیزیں مخبر صادق سے بالیقین ثابت ہیں اونپر کوئی واقعی
اعتراض بھی وارد نہیں ہو سکتا ۔ عیسائیونکے اعتراض کی گنجایش اوسوقت ہوتی کہ ان مقبول
اور متواتر قراءتونکا اختلاف کسی انسان کے تصرف کی وجہہ سے مانا گیا ہوتا اہل اسلام
ان سب اختلافونکو منزل من اللہ سمجھتے ہیں تو ایسی صورت میں کسی اعتراض کا موقع باقی نہیں رہتا
اب ہم پھر اصل تفسیر کیطرف متوجہہ ہوتے ہیں عاصم اور کسائی اور یعقوب کی قراءت مالک
یوم الدین ہے اور باقیون کی قراءت ملک یوم الدین ہے ۔ مآل دونوں کے معنی کا ایک ہے اس لئے
کہ مالک اور ملک دونو اپنی ملک اور ملک کے حاکم ہوتے ہیں ۔ جسطرح خداوند کریم نے رحمن
اور رحیم سے اپنے کمال رحمت کی صفت ظاہر فرمائی تھی اسی طرح مالک یوم الدین سے اپنی شہنشاہی
کی شان بھی ظاہر کر دی ۔ قیامت کا اعتقاد سب مسلمانونپر واجب ہے اور اوسکے انکار کی فرضیت تاکید
اوسی روز ہر شخص کو اپنے عمل کا بدلا ملیگا عقلاً بھی قیامت کا وجود ضروری معلوم ہوتا ہے اسلئے کہ
نیک اور بد اور فرمانبردار اور نافرمان میں تمیز اور فرق ہونا ضروریات سے ہے اور جسدن یہ فرق
ظاہر کیا جائیگا وہی قیامت کا دن ہے ۔ بادشاہ کو ضرور ہے کہ ظالمونکو سزا دے اگر وہ سزا
نہ دیگا تو تین صورتوں سے خالی نہیں یا تو اوسکو خبر نہیں ہوتی یا سزا دینے سے عاجز ہے یا ظلم سے راضی
ہے خدا ان تینوں باتوں سے پاک ہے پس ضرور ہے کہ ایک دن ظالمونکو سزا دیگا وہی قیامت کا

جبرئیل سے ایک قرات پر قرآن پڑہا پہر مین نے اوس کو لوٹایا اوسیطرح قراتون کی زیادتی مانگتا رہا اور جبرئیل پڑہاتے رہے۔ یہانتک کہ سات قرات تک نوبت پہونچی۔ ابن شہاب زہری کہتے ہین کہ مجہکو سلف سے یہ تحقیق پہونچی ہے کہ ساتون قراتونکا حاصل ایک ہی ہوتا ہے احکام حلال وحرام مین اختلاف نہین ہوتا۔ یہ حدیث کہ قرآن سات حرفون پر اوترا ہے اکیس صحابہ سے مروی ہے اسیوجہ سے اسکو متواتر بھی کہا گیا ہے۔ ان حدیثون کے ذکر سے ہمارا مقصود یہ ہے کہ جو حدیث کے ماننے والے مسلمان ہین اونکو یہ معلوم ہوجاے کہ سید صاحب کا یہ قول کہ تنزیل قرآن مین کسی جگہ اختلاف قرات نہین باطل ہے لیکن سید صاحب کے مقابلہ مین ہم یہ کہتے ہین کہ روایتاً یہ خبر ثابت ہے اور اس کے ماننے مین درایتاً بہی کوئی قباحت نہین آتی لہذا ضرور ماننے کے قابل ہے اگر کسی کو یہ شبہہ ہو کہ نظم قرآنی معجز ہے اور اوس کو بدلنے سے اعجاز مین خلل آجاویگا اسکا جواب یہ ہے کہ جب یہ اختلاف موافق تنزیل کے سمجہا جاے تو یہ شبہہ باقی نہین رہتا اسلیے کہ اللہ اسبات پر بھی قادر ہے کہ وہ ایک مضمون کو کئی عبارتون مین بیان کردے اور ہر عبارت مین نظم کا اعجاز باقی رہے۔ بہت سی آیتین قرآن مین ایسی بھی موجود ہین کہ ذرا ذرا سے اختلاف کے ساتہہ متعدد سورتون مین مذکور ہین اور ہر جگہ اعجاز نظم موجود ہے اس قسم کی آیتون کو متشابہات کہتے ہین۔ اگر کسی کو یہ شبہہ ہو کہ جب ایک طور پر مطلب ادا ہوگیا پہر دوسری طرح بیان کرنے کی کیا ضرورت تھی تو اوسکا جواب یہ ہے کہ اختلاف قرات سے یہ فائدہ حاصل ہوا کہ نظم قرآن کا اعجاز اور زیادہ واضح ہوگیا اس لیے کہ بعضی آیتون کو مختلف وجوہ سے بیان کیا گیا جن مین سے ہر صورت معجز تھی اور کفار اہل لسان اور فصیح تھے مگر قرآن کے معارضے مین ایسے عاجز ہوئے کہ کسی آیت کی مختلف عبارتون مین سے ایک عبارت کا بھی معارضہ نہ کرسکے۔ اسکے علاوہ امت کو یہ بھی آسانی ہوگئی کہ قرآن کی مختلف قراتون مین سے جس قرات پر آسانی ہو اوسی

اپنے ارشاد مین ظاہر فرمادیا کہ انسان کی ایسی تعظیم جائز نہین جسکی صورت عبادت کیسی ہو اسیوجہ
سے غیر اللہ کی قسم کو حضرت نے ایک قسم کا شرک فرمایا غیر اللہ کے نام سے جانور ذبح کرنے کو
بھی حرام کیا اللہ کے سوا اور کی نذر بھی شریعت مین حرام ہوئی ۔ یہود و نصاریٰ سے جو انبیا کی قبر
مسجد بنالیا کرتے تھے اوس سے بھی حضرت نے بہت بیزاری ظاہر فرمائی ۔ ترمذی نے
حارث بن مالک سے روایت کی ہے وہ کہتے ہین کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ
غزوۂ حنین کو چلے اوسوقت ہم نے جاہلیت کے زمانہ کو نیا نیا چھوڑا تھا ۔ کفار کا ایک
ایک بڑا درخت مقرر کر رکھا تھا جسکو ذات انواط کہتے تھے ہر سال وہان آتے تھے اور اوس درخت
مین اپنے ہتھیار لٹکا دیتے تھے اور وہان جانور قربانی کرتے تھے اور ایک دن ہم پیغمبر کے ساتھ
ہمنے چلتے چلتے ایک بڑا درخت دیکھا جو خوب سرسبز تھا اوسوقت ہمنے ادہر اودہر کے چلتے ہوئے
کہا کہ یا رسول اللہ ہمارے لئے بھی ایک ذات انواط بنادو جیسے کفار کا ذات انواط ہے یہ سنکر
حضرت نے تین مرتبہ اللہ اکبر کہا اور یہ فرمایا کہ مجھکو اوس ذات کی قسم ہے جسکے اختیار مین میری جان
ہے یہ قول تمہارا ایسا ہے جیسے موسیٰ کی قوم نے موسیٰ سے کہا تھا کہ بنادو ہمارے لئے معبود
جیسے کافرون کے معبود ہین پھر حضرت نے فرمایا تم جاہل قوم ہو بیشک چلوگے رستے اون
لوگونکے جو تمسے پہلے تھے ۔ ان سب باتون پر غور کرنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ جن چیزون مین غیر اللہ
کی عبادت کا کچھہ لگاؤ بھی ہے وہ بھی شریعت مین حرام کی گئین اور جسطرح اللہ کے سوا اور
کوئی پرستش کے قابل نہین اسیطرح اللہ کے سوا اور کوئی مدد مانگے جانے کے بھی لائق نہین
جب نمرود نے حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کو ہاتھہ پانو باندھ کر جلتی ہوئی آگ مین ڈالا
اوسوقت حضرت جبرئیل اونکی خدمت مین حاضر ہوئے اور کہا کہ اگر کوئی حاجت ہو تو بیان کرو ابراہیم
علیہ السلام نے فرمایا کہ تمسے کوئی حاجت نہین اللہ سے حاجت ہے سو وہ میری حالت سے

۵ حارث بن مالک ایک شخص قریش [illegible] صحابی [illegible] صرف ایک [illegible] روایت [illegible] انتقال ہوا ۱۲

دن ہے اور جب قیامت کا ذکر آگیا تو اس امر کا معلوم ہونا بھی ضرور ہو کہ وہ کون مقصود ہے جکی وجہہ سے قیامت مین بہت سخت عذاب ہوگا اس لئے ہمون کو خداوند کریم نے ایسے لفظون مین ادا کیا جس سے فائدہ بھی حاصل ہو جاے کہ بندہ اپنے اوس مقصود سے بری ہونے کا اللہ کی جناب مین اقرار کرے چنانچہ فرمایا **اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ** تجہی کو پوجتے ہین ہم اور تجہی سے مدد مانگتے ہین ہم ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے ابن عباس سے ایاک نعبد کی تفسیر مین نقل کیا ہے کہ تیری ہی عبادت کرتے ہین ہم اور تیرے سوا غیر کی عبادت نہین کرتے نعبد اور نستعین پر لفظ ایاک جو مقدم ہوا اوس سے حصر کے معنی پیدا ہوگئے اس سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ اللہ کا بڑا عذاب اون لوگون پر ہوگا جو اللہ کے سوا اورون کی پرستش کرتے ہین اور غیرون سے مدد مانگتے ہین عبادت کے معنی یہ ہین اپنی کمال عاجزی اور ذلت اور دوسرے کی کمال تعظیم ظاہر کرنے کے لئے ایسے کام عمل مین لاوے کہ اوس قسم کے افعال عرفاً اوسی کی تعظیم کے لئے مروج ہون پیغمبرون کے بھیجنے سے اصل مقصود خداوند کریم کا یہی تھا کہ اوس کے بندے انکو معلوم ہوجاوے کہ اللہ کے سوا اور کو عبادت کے لائق نہین اور غیر کو پوجنا اللہ کی مرضی کے بالکل خلاف ہے شریعت مین اسکی جڑ یہانتک کاٹی گئی کہ جن امور مین غیر اللہ کے عبادت کا شبہ بھی ہوتا تہا اون سے بھی منع کیا گیا امام احمد نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مہاجرین انصار کے مجمع مین تشریف رکھتے تہے کہ ناگہان ایک اونٹ آیا اور اوسنے حضرت کو سجدہ کیا اوس وقت حضرت کے صحابہ نے عرض کیا کہ چوپائے اور درخت آپکو سجدہ کرتی ہین پس چاہئے ہم آپکو سجدہ کرنے کے حقدار زیادہ ہون اسکے جواب مین حضرت نے فرمایا کہ اللہ کی عبادت کرو اپنے بہائی کی تعظیم کرو — یہ تو ظاہر ہے کہ صحابہ نے جو سجدہ کا قصد کیا تہا اس سے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی پرستش ہرگز مقصود نہو گی بلکہ صرف تعظیم مقصود ہوگی مگر حضرت صلعم نے

یہ حکم فرمایا کہ خدا کے سوا اور کسی سے کچھ مانگنا اور مدد چاہنا نچاہیئے اور پھر یہ بھی ثابت
فرمادیا کہ نفع نقصان پہونچانا سوائے خدا کے دوسرے کے اختیار مین ہی نہین پھر دوسرے
سے التجا کرنا محض بیفایدہ ہے جسکا نتیجہ ذلت کے سوا اور کچھہ نہین امام احمد نے روایت کی ہے
کہ ابو ذر کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بلاکر یہ شرط کی کہ آدمیون سے کبھی کچھہ نہ مانگیو
پھر حضرت نے فرمایا کہ اگر تیرا کوڑا بھی گر جاوے تو اوس کے اوٹھانے مین بھی کسی اور سے
مدد نہ لیجیو خود ہی اوتر کر اوٹھائیو۔ ترمذی نے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا کہ ہر کوئی تم مین کا ساری حاجتین اللہ سے ہی مانگے یہانتک کہ نمک بھی اوسی سے مانگے اور
جوتی کا تسمہ ٹوٹ جاوے تو وہ بھی اوسی سے مانگے۔ ابوداود نے ثوبانؓ سے روایت کی ہے
کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ کون شخص ہے جو میرے سامنے اس
بات کی ذمہ داری کرے کہ آدمیون سے کبھی سوال نکرے گا مین اس کے لئے جنت کی ذمہ داری
کرتا ہون ثوبان نے عرض کیا کہ یا حضرتؐ ایسا مین ہون چنانچہ ثوبانؓ کبھی کسی سے کچھہ سوال
نہین کرتے تھے۔ ان روایتون کا حاصل یہ ہے کہ ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت چھوٹے
چھوٹے کامون مین بھی غیر اللہ سے مدد لینا پسند نہ تھی اللھم ارزقنا اتباعہ اس موقع پر یہ بھی
سمجھہ لینا چاہیئے کہ بھوک کے دفع کرنے کو کچھہ کھا لینا یا پیاس کے دور کرنے کو پانی پی لینا یا بیمار
مین طبیب سے دوا پوچھنا یا دھوپ سے بچنے کے لئے کسی درخت کے سایہ مین جانا غیر اللہ سے
استعانت نہین بشرطیکہ ان چیزونکو اپنی تاثیر مین مستقل نہ سمجھتا ہو نعبد اور نستعین
جمع کے صیغے مذکور ہوئے اسکی وجہ یہ ہے کہ ایک شخص کو تنہا ہو کر اپنی طرف سے دعوے کرنا
دلیل تکبر کی ہے جو ادب کے خلاف ہے پس بہتر یہ ہے کہ سب مسلمانونکو اپنے ساتھہ شریک کرکے
عرض کرے کہ ہم سب تیری ہی پرستش کرتے ہین اور ہم سب تجھی سے مدد مانگتے ہین یہ سبیل

بخوبی واقف ہی حاصل یہ کہ حضرت ابراہیم نے جبرئیل سے مدد نہ مانگی بلکہ اپنی حاجت کو اللہ کے سپرد کیا آخر وہ آگ اونپر گلزار ہوگئی صحیحین مین روایت ہے جسکا حاصل یہ ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غزوہ ذات الرقاع[1] مین تشریف لیگئے تو راستے مین اک مقام پر کچھ ٹھہرنے کا اتفاق ہوا صحابہ نے ایک سایہ دار درخت حضرت کے آرام فرمانے کے لئے چھوڑ دیا خود اور درختون کے نیچے ٹھہر گئے حسب اتفاق سب کو نیند آگئی حضرت نے بھی اپنی تلوار درخت مین لٹکا دی اور خود سو گئے ۔ اوسوقت وہان مشرکین مین سے ایک شخص آیا اور اوس نے حضرت صلعم کی تلوار ننگی کرکے ہاتھ مین لیلی اور حضرت سے مخاطب ہو کر کہا کہ اب تم مجھسے ڈرتے ہو حضرت نے فرمایا نہین تب اوس نے کہا کہ اب تمکو میرے ہاتھ سے کون بچاویگا حضرت نے فرمایا کہ اللہ پس تلوار اوس کے ہاتھ سے گر پڑی اور فوراً حضرت نے اوٹھا لی اور حضرت نے اوس سے پوچھا کہ اب تجھکو میرے ہاتھ سے کون بچاویگا تو وہ عاجزی کرنے لگا پھر حضرت نے اوسکو چھوڑ دیا اور کچھ ایذا نہ دی ۔ مطلب یہ ہے کہ حضرت نے ایسے وقت مین بھی اللہ پر بھروسا کیا کسی اور سے مدد نہ مانگی ۔ امام احمد اور ترمذی نے ابن عباس سے روایت کی ہے وہ کہتے ہین کہ ایک روز مین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے تھا [illegible] کرنے تو اللہ کا حق ادا کر وہ تیری حفاظت کریگا [illegible] سامنے پاوے گا جب مانگے تو اللہ ہی سے مانگ اور جب مدد چاہے تو اللہ سے [illegible] کرلے کہ اگر ساری امت جمع ہو کر تجھے کچھ فائدہ پہونچانا چاہین تو وہی فائدہ پہونچا سکین گی جو تیری قسمت مین لکھا ہے اور اگر سب ملکر تجھے نقصان پہونچانا چاہین تو وہی نقصان پہونچاوین گے جو تیری قسمت مین لکھا ہے اوٹھالئے گئے قلم اور خشک ہوچکے صحیفے یعنی جو امور مقرر ہوچکے اب اون مین تغیر نہین ہوتا اس حدیث میں اول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

[1] ذات الرقاع غزوہ کو کہتے ہین اس غزوہ مین چھ آدمیون مین ایک اونٹ تھا اونپر باری باری سوار ہوتے تھے اسوجہ سے پیادہ چلنے سے صحابہ کے پاؤن زخمی ہوگئے اور اون زخمون پر کپڑون کے ٹکڑے باندھے تھے اس وجہ سے اس غزوہ کا نام ذات الرقاع ہوا یہ غزوہ سنہ چار یا پانچ ہجری مین واقع ہوا تھا نواح نجد مین

19

بیچ مین ہین بہیر دیتاہے جسطرح چاہتا ہی صراط صاد سے قرارت حمزہ کی ہی اور ابن کثیرؒ اس جگہ اور قرآن مین جہان لفظ صراط آیاہے سب جگہ سین سے پڑہتا ہی - اور چونکہ صراط مستقیم کی ہدایت سے اصل مقصود یہ تہا کہ اللہ کا انعام حاصل ہو اور اوس کے غضب سے پناہ ملی اسلئے اس کی تصریح بہی دعا مین شامل کی گئی چنانچہ فرمایا صِرَاطَ الَّذِينَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ رستا اونکا جن پر تو نے انعام کیا غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ نہ اونکا راستہ جنپر تیرا غضب پڑا اور نہ گمراہو نکا راستہ اللہ کا انعام اونہین لوگون پر ہوتا ہی جو آخر تک سیدہی راہ پر قایم رہتے ہین پس اسکا حاصل یہی ہوا کہ سلف صالحین کیطرح ہمکو بہی آخر تک اسی ہدایت پر قایم رکہہ - مغضوب علیہم سے وہ لوگ مراد ہین جنہون نے حق سے جان بوجہہ کر انحراف کیا اور ضالین سے وہ لوگ مراد ہین جنکی سمجہہ مین حق نہ آیا - امام احمد اور ابن حبان نے عدیؓ بن حاتم سے اور ابن مردویہ نے ابوذر سے یہ روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہی کہ مغضوب علیہم سے یہود اور ضالین سے نصارے مراد ہین اور ابن جریر نے ابن عباس اور ابن مسعود رضی اللہ عنہم سے بہی یہی روایت کی ہے ابن ابی حاتم نے کہاہے کہ اسی قول پر سب کا اجماع ہی ف چونکہ اللہ نے خود اپنے بندونکو دعا تعلیم فرمائی اس سے ظاہر ہو گیا کہ اوسکو یہ بات بہت پسند ہے کہ اوس کے بندے اپنی حاجتین اوسی سے مانگا کرین، یہ بات پہلے ظاہر ہو چکی کہ وہ اورون سے مانگنے کو پسند نہین کرتا اور نہ کوئی اور اس قابل ہے کہ اوس سے کچہہ مانگا جاوے پس اللہ کے بندے اپنی ساری حاجتین اوسی سے نہ مانگین تو اور کس سے مانگین - دعا کی بحث مین زیادہ تر غور کرنے کے قابل یہ بات ہی کہ دعا کو حصول مطلب مین کچہہ اثر ہی یا نہین سید احمد خانصاحب نے اپنی تفسیر مین لکھا ہے کہ دعا جب دل سے کیجاتی ہے تو ہمیشہ مستجاب ہوتی ہے مگر لوگ دعا کا مقصد اور استجابت کا مطلب سمجہنے مین غلطی کرتے ہین وہ جانتے ہین کہ جس مطلب کے لئے ہم دعا کرتے ہین دعا کرنے سے وہ مطلب

عاجزی کی ہے اور یہی عبادت کے مناسب ہے نماز کے امام کو چاہیے کہ سارے مقتدیوں
کو اس التماس مین شریک کرے اور اگر اکیلا نماز پڑہتا ہو تو اپنے ساتھ ملائکہ کی نیت کرے
اور جب یہ بات ٹھیر چکی کہ اللہ کے سوا دوسرے سے مدد مانگنا نچاہیے تو انسان پر واجب ہے
کہ سب سے پہلے نجات کا طریقہ حاصل ہونے مین اللہ سے مدد طلب کرے اسیوجہ سے خداوند
کریم نے اسطرح دعا تعلیم فرمائی **اهدنا الصراط المستقیم** دکہا ہمکو رستا سیدہا اور
طریقہ اسلام کا ہی۔ عبد [?] بن حمید اور ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے ابو العالیہ [?] سے اور قاضی عیاض
نے شفا مین حسن بصری سے اور حاکم نے ابن عباس سے صراط مستقیم کی تفسیر مین یہ نقل کیا ہی
کہ اوس سے مراد رسول اللہ صلعم اور وہ بزرگوار ہین جو اونکے اہل بیت اور اصحاب تہے یعنی ہم کو
اون سب کیطرف ہدایت کر تاکہ ہم اونپر ایمان لاوین اور اونکا اتباع کرین حاصل اسکا بہی یہی ہے
کہ اسلام کے راستے کی ہدایت کر اب اگر کسی کو یہ شبہہ ہو کہ اسلام کا طریقہ معلوم ہو چکا پہر اب اوسکی
طلب کیون ہے تو اوسکا جواب یہ ہے کہ دعا سے مقصود یہ ہی کہ جسطرح فی الحال ہدایت کی اسیطرح
آئندہ بہی ہدایت کر اور ہمیشہ اسی راستے پر قایم رکہہ مرنے سے پہلے آدمی کا عقیدہ قابل اعتماد نہین
بہت سے آدمی مرتد بہی ہو جاتے ہین اسلیئے انسان کو ضرور ہی کہ ہر وقت ہدایت کی دعا مانگتا رہی
چنانچہ صاف صاف اس مضمون کی دعا خدا نے دوسری جگہ تعلیم فرمائی ہی اور وہ یہ ہی ربنا لا تزغ
قلوبنا بعد اذ هدیتنا اے رب ہمارے گمراہی نہ دے ہمارے دلونکو ہدایت دینے کی بعد
ترمذی وغیرہ نے حضرت انس سے روایت کی ہی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اکثر یون کہا
کرتے تہے ۔ اے پہیر دینے والے دلون کو ثابت رکہہ میرے دلکو اپنے دین پر مین نے عرض کیا
کہ یا رسول اللہ ہم آپ ایمان لائے اور جو چیزین آپ لائے ہین اونپر ایمان لائے پہر کیا ہمارے
حال پر آپکو خوف باقی ہی۔ حضرت نے فرمایا بیشک اسلیئے کہ مخلوق کے دل اللہ کی دو انگلیون مین

ابو محمد عبد بن حمید بعض کا قول ہی کہ اونکا نام عبد الحمید ہی ثقہ حافظ الحدیث ہین امام بخاری سے ... مسلم اور ترمذی نے ... روایت کی ہی اور تعلیقات صحیح بخاری مین بہی اونکی روایت ہی دو سو انچاس مین انتقال ہوا ١٢

ابو العالیہ رفیع بن مہران ریاحی ثقہ تابعی ... انتقال ہوا ١٢

کہ مطلب کے پورا ہونے مین دعا کی قبولیت اور اللہ کی قدرت کا کچھہ تعلق نہین مطلب اگر پورا ہوتا ہے تو اپنے اسباب سے پورا ہوتا ہے دعا محض تسکین کے واسطے ہے مگر ہم مسلمانون کا یہ عقیدہ ہو کہ اللہ جو چاہتا ہے وہ کرتا ہے وہ سبب کا محتاج نہین کبھی کسی کام کو بواسطہ سبب کے پیدا کرتا ہے کبھی بغیر واسطہ سبب کے پیدا کرتا ہے وہ مجیب الدعوات ہی ہو یعنی ہماری دعاؤن کو جب چاہتا ہی قبول کرتا ہی ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو شخص اللہ سے سوال نہین کرتا اللہ اوسپر غضب کرتا ہے اور فرمایا ہے کہ جسکو یہ منظور ہو کہ اوسکی دعا مصیبتون مین قبول ہوا کرے اوسکو چاہیے کہ عیش کیحالت مین بھی بہت سی دعا مانگا کرے اور فرمایا ہے کہ جب تم دعا مانگو تو قبولیت کا یقین کر کے دعا مانگو قلب غافل کی دعا اللہ قبول نہین کرتا اور فرمایا ہے کہ اللہ کے نزدیک دعا سے بڑھکر کسی چیز کی بزرگی نہین یہ سب حدیثین ترمذی نے ابو ہریرہ سے روایت کین ہین ۔ بخاری نے ابو ہریرہ سے روایت کی ہے کہ جب تم مین سے کوئی شخص دعا مانگے تو یون نہ کہے کہ اللہ میرے لئے مغفرت کر اگر تو چاہے اور مجھپر رحمت کر اگر تو چاہے اور مجھکو رزق دے اگر تو چاہے بلکہ یقین قبولیت کر کے سوال کرے اللہ کرتا ہے جو چاہتا ہے اوسپر کوئی زبردستی کرنیوالا نہین ۔ اور مسلم کی روایت مین یون ہے کہ اللہ کو کسی چیز کا دیدینا کوئی بڑی بات نہین ابو داؤد نے ابو زہیر نمیری سے روایت کی ہے کہ ہم ایک رات کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھہ نکلے تو ایک شخص کے پاس ہم آئے جو بڑی عاجزی کے ساتھہ دعا مانگ رہا تھا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر یہ ختم کرے تو قبولیت دعا کی اس نے واجب کر لی قوم مین سے ایک شخص نے پوچھا کہ کس چیز پر ختم کرے آپ نے فرمایا آمین پر ۔ ابو داؤد نے روایت کی ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہو کہ مجھکو جبرئیل نے تعلیم کیا ہو کہ جب مین سورہ فاتحہ سے فارغ ہون تو آمین کہون ۔ آمین اسم فعل ہی اور اوسکے معنی ہین قبول کر ۔ یہ لفظ قرآن کا جز نہین اور قرآن مین اوسکا لکھنا

[illegible]

[illegible]

حاصل ہو جاوے گا اور استجابت کے معنی اوس مطلب کا حاصل ہونا سمجھتی ہین حالانکہ یہ غلطی ہے حصول مطلب کے جو اسباب خدا نے مقرر کئے ہین وہ مطلب تو اونہین اسباب کے جمع ہونے سے حاصل ہوتا ہے مگر دعا نہ اوس مطلب کے اسباب مین سے ہے اور نہ اوس مطلب کے اسباب کو جمع کرنیوالی ہے بلکہ وہ اوس قوت کو تحریک کرنیوالی ہے جس سے اوس رنج و مصیبت اور اضطرار مین جو مطلب نہ حاصل ہونے سے ہوتا ہے تسکین دیتی ہے اور جبکہ دعا دل سے اور اپنے تمام فطرتی قوے کو متوجہ کر کے کیجاتی ہے اور خدا کی عظمت اور اوسکی بے انتہا قدرت کا خیال اپنے دل مین جمایا جاتا ہے تو وہ قوت تحریک مین آتی ہے اور اون تمام قوتون پر جنسے اضطرار پیدا ہوتا ہے اور اوس مصیبت کا رنج برانگیختہ ہوا ہے اون سب پر غالب ہو جاتی ہے اور انسان کو صبر اور استقلال پیدا ہو جاتا ہے اور اسی کیفیت کا ویسے پیدا ہونا دعا کا مقبول ہونا ہے مگر ہم یہ کہتے ہین کہ جب بندہ اللہ سے دعا مانگتا ہے تو اسباب سے اوسکو کچھ غرض نہین ہوتی۔ اللہ رحیم اور مجیب الدعوات ہے اوس کو اختیار ہے کہ اپنے بندہ کی مطلب کو بغیر کسی ظاہری سبب کے پورا کر دے پس اگرچہ دعا سبب اور سبب پیدا کرنیوالی نہین مگر جس سے دعا مانگی جاتی ہے وہ سبب بھی پیدا کرنیوالا ہے۔ اور بغیر سبب کے بھی مطلب پورا کرنیوالا ہے وہ قادر مطلق ہے جو چاہے سو کرے سبب کا محتاج نہین۔ اور جب وہ کسی کام کو بواسطہ سبب کے کرنا چاہے تو سبب کا پیدا کرنا اور جمع کرنا بھی اوسی کے اختیار مین ہے۔ اور چونکہ جب اللہ چاہتا ہے تو بندہ کی دعا قبول کر کے اوسکی حاجت بغیر سبب یا بعد خلق سبب کے پوری کر دیتا ہے اسلیے ہم کہہ سکتے ہین کہ دعا سبب بھی ہے اور سبب کی جمع کرنیوالی بھی ہے البتہ مقبول ہونا نہونا مشیت الٰہی پر موقوف ہے سبب کو اوس مین کوئی دخل نہین۔ چنانچہ دوسری جگہ اللہ نے فرمایا ہے بَلْ اِیَّاہُ تَدْعُوْنَ فَیَکْشِفُ مَا تَدْعُوْنَ اِلَیْہِ اِنْ شَآءَ بلکہ اوسی کو پکارتے ہو تم پس کھولتا ہے اوسکو جس مین فریاد کرتے ہو تم طرف اوسکی اگر چاہتا ہے سید احمد خانصاحب کی تقریر کا حاصل یہ ہے

اور وہ جو اللہ نے سورہ حجر میں فرمایا ہے ولقد آتیناک سبعا من المثانی یعنی دین ہم نے
تجھکو سات چیزین جو دہرائی جاتی ہین صحیحین میں ہے کہ اس کی تفسیر میں حضرت نے فرمایا ہے
مراد سورہ فاتحہ ہے پس اس سے بڑھکر اور فضیلت کیا ہوگی کہ اللہ نے خود قرآن میں اسکی فضیلت
اسطرح ظاہر کردی کہ اوس کے عطا کرنے کا احسان پیغمبر پر جتایا جو علما بسم اللہ کو سورہ فاتحہ
کا جز کہتے ہین وہ سات آیتین اسطرح گنتے ہین کہ بسم اللہ الرحمن الرحیم اول آیت اور
صراط الذین انعمت علیہم سے آخر تک ساتوین آیت سمجھتے ہین ۔ اور جو بسم اللہ کو جزو نہین کہتے
وہ انعمت علیہم تک چھٹی آیت ختم کرکے باقی کو ساتوین آیت سمجھتے ہین حسن بصری کا یہ قول
ہے کہ اس مین آٹھ آیتین ہین وہ ایک آیت بسم اللہ کو سمجھتے ہین ۔ اور ساتوین آیت انعمت علیہم
پر ختم کرتے ہین ۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ اس مین چھ آیتین ہین وہ بسم اللہ کو شامل نہین کرتے
٢٥
اور صراط الذین سے آخر تک ایک آیت سمجھتے ہین ۔ اور بعض کے نزدیک نو آیتین ہین ۔

اختلافات ائمہ مجتہدین کے جو اس سورہ سے متعلق ہین وہ یہ ہین کہ امام ابو حنیفہ اور مالک کے نزدیک
بسم اللہ سورہ فاتحہ کا جزو نہین اور شافعی اور احمد کے نزدیک جزو ہے ۔ جماعت کی نماز مین مقتدی کو
امام ابو حنیفہ کے نزدیک سورہ فاتحہ پڑھنا جائز نہین امام شافعی کے نزدیک [illegible] ہے خواہ نماز جہری ہو یا
سری مقتدی قراءت امام کی سنتا ہو یا نہ سنتا ہو ۔ امام مالک کے نزدیک [illegible] مقتدی کو سورہ فاتحہ
پڑھنا مکروہ ہے خواہ قراءت امام کی سنتا ہو یا نہ سنتا ہو اور اونکے نزدیک سری نماز مین مقتدی کو سورہ فاتحہ پڑھنا
جائز ہے واجب نہین ۔ امام احمد کے نزدیک سری نماز مین مقتدی کو سورہ فاتحہ پڑھنا مستحب ہے
قرأت سورہ فاتحہ کی نماز مین امام مالک اور شافعی اور احمد کے نزدیک رکن ہے بغیر اس کی نماز نہین ہوتی
امام ابو حنیفہ کے نزدیک فرض نہین بلکہ اور کوئی آیت بھی پڑھ لی تو فرض ادا ہوگیا مگر واجب ہے اگر اوسکو
عمدا یا سہوا ترک کیا تو نماز کا اعادہ [illegible] گنہگار فاسق ہوجائیگا اس مسئلہ مین مفصل نہین

حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے کسی نے سورہ فاتحہ کی نسبت سوال کیا اونہوں نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ وہ اوس خزانے سے اوتری ہے جو عرش کے نیچے ہے عبید نے اپنی مسند میں ابن عباس سے روایت کی ہے کہ سورہ فاتحہ دو ثلث قرآن کے برابر ہے بیہقی وغیرہ نے ابو سعید خدری سے روایت کی ہے سورہ فاتحہ زہر کی دوا ہے بخاری نے ابو سعید خدری سے روایت کی ہے کہ ہمنے اپنے سفر میں ایک جگہ منزل کی تھی کہ ایک لڑکی آئی اور اوسنے کہا کہ اس بستی کے سردار کو سانپ نے کاٹا ہے تمہارے ساتھ کوئی سانپ کا عمل جاننے والا ہے ایک شخص اوس کے ساتھ ہولیا اور اوس نے سورۃ فاتحہ کا عمل پڑہا فوراً شفا ہوگئی پہر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اسکا ذکر ہوا تو آپ نے فرمایا کہ سورہ فاتحہ تو سانپ کے زہر کا اتارنے کا عمل ہے طبرانی نے اوسط میں سائب بن یزید سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سورہ فاتحہ کو پڑہکر مجہپر اسطرح دم کیا کرتے تھے کہ پہونک کے ساتھ کچھ دہن مبارک کا لعاب بھی شامل ہوتا تھا بزار نے حضرت انس سے روایت کی ہے کہ جب تونے بستر پر لیٹ کر سورۃ فاتحہ اور قل ہو اللہ کو پڑھ لیا تو موت کے سوا ہر چیز سے امن مل گئی دیلمی نے عمران بن حصین سے روایت کی ہے کہ اللہ کی کتاب میں آٹھ آیتیں ہیں جو نظر بد کو دفع کرتی ہیں جس گھر میں پڑہی جاوینگی اوس روز اوس گھر میں کسی انسان یا جن کی نظر بد کا اثر نہوگا سورہ فاتحہ جسکی سات آیتیں ہیں اور آٹھوین آیۃ الکرسی ابن قیم نے یہ کہا ہے کہ اگر کلام میں کچھ اثر ہے تو سب سے زیادہ اثر کی توقع اللہ کے کلام میں ہے اور اوس میں سے سب سے زیادہ اثر کی توقع سورہ فاتحہ میں ہے ترمذی اور حاکم نے ابی بن کعب سے یہ روایت کی ہے کہ اللہ نے ام القرآن کی مثل نہ توریت میں کوئی سورۃ اتاری نہ انجیل میں اور یہ سات چیزیں ہیں دوہری۔ ام القرآن اس سورت کو اس لئے کہتے ہیں کہ ساری قرآن کا خلاصہ اسمین موجود ہے

(ض) اور (ظ) مین بہت مشابہت ہے اور فرق کرنا مشکل ہے اور جب یہ ثابت ہو گیا تو ہم کہتے ہین کہ جو فرق ضروری ہوتا تو اس مسئلہ کا ذکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کے زمانہ مین ضرور ہوا ہوتا خصوصاً اوس وقت جبکہ اہل عجم مسلمانون مین داخل ہوے لیکن جبکہ اسکی بحث اوس زمانہ مین منقول نہین تو بیشک ہمنے یہ جان لیا کہ (ض) اور (ظ) مین فرق کرنیکی شرعاً تکلیف نہین اور یہی امام غزالی نے کیمیاے سعادت مین لکھا میان ض و ظا بجا آرد اگر نتواند روا باشد اور اونہون نے احیاء العلوم مین جو لکھا ہے اوسکا ترجمہ یہ ہے کہ بعضے وہی (ض) اور (ظ) کے فرق مین جو بہت تکلف کرتے ہین وہ قرآن کا مطلب سمجھنے سے رہجاتے ہین یہ بری طرح کا دھوکا ہے شیخ عبد الحق دہلوی نے شرح جزری مین لکھا ہے کہ حجاج بن یوسف کے زمانہ مین جو مسجد کا امام تھا اوس نے تمام عمر سورہ الم نشرح نماز مین پڑہی وجہ اوسکی یہ تھی کہ اوسکو یہ خوف تھا کہ (ض) اور (ظ) مین فرق بہت مشکل ہے اگر وانقض ظہرک پڑہتے وقت فرق (ض) اور (ظ) کا اچھی طرح ظاہر نہوا تو حجاج قتل کر ڈالیگا۔ اس قول سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ (ض) اور (ظ) مین فرق بہت مشکل ہے اور نہایت مشابہت ہے۔ مفتی عنایت احمد صاحب مرحوم نے کتاب محاسن العمل الافضل مین لکھا ہے کہ (ض) کو بصورت دال کے جو پڑہتے ہین غلط ہے (ض) دال کے مشابہ الصوت نہین بلکہ (ظ) سے ہے۔ ابو محمد مکی بن ابی طالب کتاب رعایہ فی تجوید القراءۃ مین جو لکھا ہے اوسکا حاصل یہ ہے کہ (ض) اور (ظ) سننے مین ایکسی معلوم ہوتی ہین اگر انکے مخرج جدا جدا نہو اور (ض) مین درازی نہوتی تو دونو کی بولی ایک ہوجاتی۔ ابن جزری کتاب ۔۔۔ بعض عرب (ض) کو ہر جگہ اپنے سارے کلام مین (ظ) پڑہتے ہین اور یہ قریب حق ہے اور اہل عام لوگونپر آسانی ہے مولوی شاہ عبد العزیز صاحب علیہ تفسیر فتح العزیز مین فرماتے ہین کہ فرق درمیان مخرج ضاد و ظا بسیار مشکل ست اکثر خوانندگان این دیار ہر دو را یکسان میخوانند نہ بجای ضاد دال و ... باشد نہ بجای ظا طا یہ جتنی عبارتین نقل کی گئین ان سب سے یہی امر ظاہر ہوتا ہے کہ (ض) اور (ظ) کی آواز بہت ملتی جلتی ہے اور آپس مین بہت مشابہت ہے (ض) کی آواز کو (د) سے مشابہت نہ ۔۔۔ لکھا فتاوی قاضیخان مین لکھا ہے کہ اگر ضالین کو (ظ) یا (ذ) سے پڑہا تو نماز فاسد نہو گی اور اگر دال ۔۔۔

آمین کے متعلق اختلافات

الحمد للہ کے مسائل

باہم یہ اختلاف ہے کہ امام ابوحنیفہ کے نزدیک پوری سورہ فاتحہ نماز میں پڑھنا واجب ہے اگر ایک حرف بھی ترک ہوگا تو سجدۂ سہو لازم ہوگا صاحبین کے نزدیک نصف سے زیادہ واجب ہے کل واجب نہیں امام ابوحنیفہ کے نزدیک امام اور مقتدی آمین میں جہر نہ کریں امام احمد کے نزدیک دونوں جہر کریں صحیح قول امام شافعی کا بھی یہی ہے امام مالک کے نزدیک مقتدی جہر کریں امام کی نسبت دو روایتیں ہیں شامی نے لکھا ہے کہ الحمد للہ کہنا نماز میں واجب [illegible] ین اور دعا سے پہلے اور کھانے کے بعد سنت ہے اور بغیر کسی سبب کے الحمد للہ کہنا مباح ہے۔ ناپاک مقاموں میں الحمد للہ کہنا مکروہ ہے حرام چیز کے کھانے کے بعد الحمد للہ کہنا حرام ہے بعض کے نزدیک کفر ہے ف سورۂ فاتحہ سے متعلق بعضی شاذ قراءتیں بھی ہیں زید بن علی ربّ العالمین بفتح با پڑھتے تھے اور بعضی قراءتوں میں مَلَكَ یوم الدین بسکون لام اور بعض میں مَلَكَ صیغہ ماضی بفتح کاف اور بعض میں مالکا بھی وارد ہے تنبیہ سورہ فاتحہ سے متعلق اس زمانے میں جو بہت بڑی بحث ہے وہ تلفظ (ض) ہے اصل مخرج اوسکا یہ ہے کہ زبان کے کنارہ کو اوپر کی داڑھوں میں لگا کر نکالے صحیح تلفظ اسکا انہیں لوگوں سے ادا ہوتا ہے جنہوں نے اس فن میں مدتوں مشق کر کے مہارت پیدا کی ہو اور جب اوسکا تلفظ صحیح ادا کیا جائے تو کوئی اختلاف نہیں البتہ اوس صورت میں ہے جب اوسکا تلفظ صحیح ادا نہ ہو سکے اور اکثر آدمی اسی حالت میں ہیں۔ مشہور اختلاف یہ ہے کہ بعضے اوسکو مشابہ (ظ) کے پڑھتے ہیں اور بعضے اوسکو مشابہ (د) [illegible] میں اکثر رواج و والین پڑھنے کا ہے جس میں مشابہت (د) کی پائی جاتی ہے مگر جب کتب قراءت اور فقہ کیطرف غور کیا جاتا ہے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ (د) کی مشابہت خطا ہے۔ اور حق یہ ہے کہ جب (ض) کا صحیح تلفظ ادا نہ ہو سکے تو (ظ) پڑھنا والے (د) کی مشابہت کو کسی نے جائز نہیں کیا (ض) کو جب بمشابہت (ظ) پڑھتے ہیں اس کو ضاد ضعیفہ کہتے ہیں یہ تلفظ اوس وقت سے پیدا ہوا ہے جب سے اہل عجم نے قرآن پڑھنا شروع کیا اس مسئلہ میں [illegible] سے اوسکا حاصل یہ ہے کہ [illegible]

جو ابو جعفر اور شیبہ بن نضاح نے متفق ہوکر آیتوں کا شمار کیا تھا۔ دوسری گنتی اسمعیل بن جعفر کی ہے
اہل مکہ کی گنتی وہ ہے جو ابن کثیر نے مجاہد سے اور انہوں نے ابن عباس سے اور انہوں نے ابی بن کعب سے
روایت کی ہے اور جو گنتی اہل شام کی مشہور ہے وہ ابن عامر نے ابو الدرداء صحابی سے نقل کی ہے اور یہی
اور بھی بعض صحابہ سے منقول ہے اور جو گنتی اہل بصرہ کی ہے اوسکا مدار عاصم پر ہے سلف سے اوس کا
منقول ہونا معلوم نہیں ہوا اور اہل کوفہ کی گنتی ... اور کسائی اور خلف بن ہشام نے اختیار کی تھی
... رحمن سلمی سے اور انہوں نے حضرت علی

... قرآن میں کل ایکسو چودہ سورتیں ہیں جن میں سے چالیس سورتیں ایسی ہیں
جنکی آیتوں ... اور چالیس سورتیں ایسی ہیں جنکی آیتوں کی ...
میں اتفاق ہے مگر مجمل اتفاق ...

اور مجمل اتفاق دونوں میں اختلاف ہے سورہ فاتحہ بھی اسی قسم میں شامل ...
اسی قسم میں شامل ہے بعض کے نزدیک اس میں دوسو چھیاسی آیتیں ہیں اور بعض کے ...
چھیاسی اور بعض کے نزدیک دوسو ستاسی۔ اس امر میں علما کا اختلاف ہے کہ ...
کی ترتیب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تعلیم فرمائی تھی ... نے اپنے اجتہاد سے مقرر کی
... میں شک نہیں کہ یہ ترتیب جو دو بہت ... پر مبنی ہے
سورہ فاتحہ کو سب سورتوں پر اسوجہ سے مقدم کیا کہ ... موجود ہے

اور بضرورت نماز سب سے پہلے مسلمان پر اوسی سورت کا یاد کرنا واجب ہے اوسکے بعد سورۂ بقر
کی مناسبت میں ممکن ہے کہ یہ نکتہ بیان کیا جاوے کہ سورۂ فاتحہ میں بندہ کیطرف سے صراط مستقیم
کی ہدایت اللہ سے طلب کی گئی تھی اوسکا جواب خداوند کریم کیطرف سے ملا کہ ذلک الکتاب لا ریب فیہ
... صراط مستقیم کتاب ... جس میں کوئی شک نہیں ... اسی طریقہ پر عمل کرو۔

اہل مدینہ سمجھے جاتے ہین چنانچہ غزوہ حنین کے روز جب مسلمانونکو لشکر پر بمقتضاے تقدیر اللہ ابتدا مین ہزیمت واقع ہوئی اور انصار نے بھی میدان جنگ سے مونہہ موڑا تو صحیح مسلم وغیرہ مین روایت ہے کہ رسول اللہ صلعم کے حکم سے حضرت عباس اہل مدینہ کو باواز بلند اسطرح پکارتے تھے یا معشر الانصار یا اصحاب سورۃ البقرہ - علما نے تصریح کی ہے کہ اس سورت کو اوسوقت اسوجہ سے یاد دلایا کہ اس مین آیہ کم من فئۃ قلیلۃ غلبت فئۃ کثیرۃ واقع ہے یا اس لئے کہ اوسمین آیہ اوفوا بعہدی اوف بعہدکم واقع ہے - [illegible] ومن الناس من یشتری نفسہ ابتغاء مرضات اللہ واقع ہے - مصاحف مروجہ مین یہ دستور ہے کہ ہر سورت کی ابتدا مین اوسکی آیتون کی گنتی بھی لکھدیتے ہین - آیت سے مراد قرآن کا ایک ایسا ٹکڑا ہے جو مطلب کے تمام ہونے مین اپنے ماقبل یا مابعد سے تعلق رکھتا ہو - آیتونکا پورا ہونا بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم سے معلوم ہوا حضرت صلعم کی عادت تھی کہ جہان آیت پوری ہوتی وہان وقف کرتے اور اسطرح قرآن صحابہ کو [illegible] کیا اور جہان جہان حضرت وقف کرتے تھے وہان صحابہ نے بھی وقف کرنا اختیار کیا اسطرح قرآن کی جدا جدا آیتین مقرر ہوگئین اور صحابہ کے ہی زمانے مین اونکی گنتی بھی ہوئی متعدد صحابہ نے جدا جدا اپنی تحقیق کی بموجب قرآن کی آیتین گنی ہین اسوجہ سے اون گنتیون کی تعداد مین باہم اختلاف [illegible] سب کا اتفاق ہے کہ قرآن کی کل آیتین چھہ ہزار سے کچھہ زیادہ ہین مگر اس زیادتی مین اختلاف ہے ابن عباس سے یہ مروی ہے کہ قرآن کی کل آیتین چھہ ہزار چھہ سو سولہ ہین اور دوسرے صحابہ سے چھہ ہزار کے اوپر کچھہ اور تعداد منقول ہے یہ اختلاف صرف اسوجہ سے پیدا ہوا کہ بعض مقامون پر بعض صحابہ کے نزدیک وقف تھا بعض کے نزدیک نہتھا - اب جو گنتیاں آیتون کی مشہور ہین وہ چھہ گنتیان ہین ان مین سے دو گنتیان اہل مدینہ کی ہین تیسری گنتی اہل مکہ کی چوتھی اہل شام کی - پانچوین اہل بصرہ کی چھٹی اہل کوفہ کی - مدینہ کی گنتیون مین سے پہلی گنتی وہ ہے

معارضہ سے عاجز تھے اس لئے ہمہ تن اس کوشش مین مصروف تھے کہ کسی طرح قرآن کی عبارت پر
کوئی اعتراض کرین پس اگر ان حروف کا مطلب کچھہ سمجھہ مین نہین آتا تھا تو بیشک اسپر طعن
کرتے حالانکہ کبھی اونہون نے اس پر تعجب بھی نہین کیا اس سے ضرور ہے کہ وہ اس کا کچھہ مطلب
سمجھتے تھے ابوبکر ابن عربی نے لکھا ہے کہ اگر عرب اسکا مطلب نہ سمجھتے ہوتے تو سب سے پہلے
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے [illegible] ہی اسکا انکار کرتے کیونکہ اونکو اس امر مین بڑا اہتمام تہا
کہ قرآن مین کوئی خطا ثابت کرین مگر اونکے سامنے حم اور ص وغیرہ سورتین پڑہی گئین اور انہون نے
انکار نہین کیا بلکہ اوسکی فصاحت اور بلاغت کو تسلیم کیا یہ دلیل اس بات کی ہے کہ یہ کوئی ایسا امر
جو اون مین معروف اور مروج تہا اور کوئی اوسکا انکار نہین کرتا تھا۔ ابن عربی کے اس قول سے
ہم یہ نتیجہ نکال سکتے ہین کہ عجب نہین کہ جاہلیت کے زمانہ مین فصحاے عرب کا یہ قاعدہ ہو کہ جو خطبہ
یا کوئی تقریر اپنی فصاحت اور بلاغت ظاہر کرنے کے واسطے بیان کرتے ہون اوس کی ابتدا مین
حروف مقطعات ذکر کیا کرتے ہون اگر یہ مان لیا جاوے تو اس سے عمدہ اور کوئی ترجمہ [illegible] مقطعات
کی نہین ہو سکتی مگر یہ امر بالتصریح نقل سے ثابت نہین ہوا واللہ اعلم۔ مفسرین نے جو ان کی
توجیہات نقل کین ہین سب کا ذکر باعث تطویل ہوگا جو اون مین اح[illegible] ہو قع پر نقل کیجاتی
ہین ایک قول یہ ہے کہ یہ حروف اسماء الٰہی ہین ابن منذر اور ابن [illegible] ابن [illegible] اتم اور
ابن مردویہ اور بیہقی نے ابن عباس سے اسی قول کی روایت کی ہے اور ابن ماجہ نے تفسیر مین
فاطمہ بنت علی سے روایت کی ہے کہ انہون نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو یون دعا مانگتے ہوے
سنا یا کہیعص اغفرلی یعنے اے کہیعص میری مغفرت کر بعض علما نے اس مین تاویل کی
ہے کہ شاید اونکی مراد یہ ہوگی کہ اے نازل کرنے والے کہیعص کے میری مغفرت کر دوسرا
قول یہ ہے کہ یہ حروف اسماء قرآن ہین ابن جریر نے مجاہد سے اور عبد بن حمید نے قتادہ سے

بسم اللہ الرحمن الرحیم الٓمٓ ترمذی نے عبداللہ بن مسعود سے روایت کی ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو شخص قرآن کا ایک حرف پڑھیگا اوسکو دس نیکیونکا ثواب
ملیگا مین یہ نہین کہتا کہ الٓمٓ ایک حرف ہے بلکہ الف ایک حرف ہے لام ایک حرف ہے میم ایک حرف ہے لمعات
مین لکھا ہے کہ الف اور لام اور میم ان مین سے بھی ہر ایک تین حرفون سے مرکب ہے۔ پس سورہ بقر
کی ابتدا مین جو الٓمٓ ہے اوس کے پڑھنے سے نوے نیکیونکا ثواب ملیگا اور سورہ الٓمٓ ترکیب کی
ابتدا مین جو الٓمٓ ہے اوس کے پڑھنے سے تیس ثواب ملیگا۔ یہ جدا جدا حروف جو اکثر سورتون
کی ابتدا مین واقع ہوتے ہین انکو اکثر مفسرین نے منجملہ متشابہات کے مانا ہے اور مذہب مختار بھی
ہے کہ یہ ایسے اسرار ہین جن پر اللہ اور رسول کے سوا اور کوئی واقف نہین الخ اور ابن منذر
نے داود سے روایت کی ہے وہ کہتے ہین کہ مین نے شعبی سے ان حروف کا مطلب پوچھا تو اونہون
نے کہا کہ اے شعبی ہر کتاب کا ایک بھید ہوتا ہے اور اس قرآن کا بھید حروف ہجی ہے تو اونکو چھوڑ اور انکے سوا
اور جو چاہے وہ پوچھ اور ثعلبی وغیرہ نے حضرت ابو بکر اور علی وغیرہم اور ابو اللیث سمرقندی نے
حضرت عمر اور عثمان اور ابن مسعود سے اور قرطبی نے ثوری اور ربیع بن خثیم اور ابن شاذی اور ابو حاتم
اور ایک جماعت محدثین سے اسی قول کی روایت کی ہے۔ سخاوی نے لکھا ہے کہ صدر اول سے
یہی منقول ہے ا ہ۔ ف یہ بھی کچھ اسرار ہین جو اللہ اور رسول کے درمیان مین واقع ہوتے تھے
اور دستور ہے کہ بعض خاص لوگون مین کچھ باتین بطور رمز کے ہوا کرتی ہین جنکو کوئی غیر شخص نہین سمجھتا
اور اون سے ایک فائدہ یہ بھی حاصل ہوتا ہے کہ حاضرین کو اوسکے بعد کے سننے کا شوق پیدا
ہوتا ہے اور یہی مطلب ہے سلف کے اس قول کا کہ یہ حروف ہجی تصدیق مومنین اور تکذیب کافرین
کے امتحان کیواسطے مذکور ہوئے ہین۔ یہ قول درحقیقت نہایت اسلم ہے مگر اس مین یہ خدشہ
باقی رہتا ہے کہ قرآن کی فصاحت کا معجزہ کفار عرب کے سامنے پیش کیا گیا تھا اور وہ چونکہ کے

کلام سے بالکل جدا ہوتے تھے تاکہ سامعین کو نئی بات کا شروع ہونا معلوم ہو جاوے۔

آٹھواں قول یہ ہے کہ اللہ نے ان حروف کی قسم کہائی ہے اور مراد یہ ہے کہ ہم الف اور لام اور میم کی قسم کہاتے ہیں کہ یہ وہی کتاب ہے جو لوح محفوظ میں ثبت ہے۔ حروف تہجی کی قسم اسوجہہ سے کھائی کہ انکو یہ شرافت اور فضیلت حاصل ہے کہ کلام الہی اور اسما حسنی اور کلمات معرفت اور توحید سب انہیں حروف سے مرکب ہیں اور آدمی جو بات چیت کرتے ہیں وہ کلمات بھی انہیں حروف سے بنتے ہیں اور اگرچہ نام بعض حروف کا لیا گیا مگر مراد اوس سے کل حروف ہیں۔

ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَیْبَ ۛۚ فِیْهِ ۛۚ یہ کتاب نہیں ہے شک اس میں مطلب یہ ہے کہ اسکا حق ہونا ایسا ظاہر ہے کہ نفس الامر میں شک کرنے کی گنجایش نہیں۔ چونکہ یہ سورت ہجرت کے بعد مدینہ میں نازل ہوئی ہے اسلئے اس سے پہلے تمام مکی سورتیں نازل ہو چکیں تھیں اور اہل عرب کلام الہی کے معجزہ سے واقف ہو چکے تھے اور اگرچہ وہ عربی زبان کو خوب فصیح بلیغ تھے اون سے کہا گیا کہ اگر تمکو اس کے من اللہ ہونے میں شک ہو تو ایک سورت تو اسکی مثل بنا لاو اور باوجود ضد اور مخالفت کے وہ اوس سے عاجز ہوئے اور ایسا لاجواب کلام ایسے پیغمبرؐ نے پیش کیا جنکو اہل عرب خوب جانتے تھے کہ رسمی طور پر اونکو لکھنے پڑھنے کا بھی اتفاق نہیں ہوا پس قرآن کی حقیقت کی حجت منکرو نپر تمام ہو چکی تھی اسلیئے اللہ [illegible] کتاب کے کلام الہی ہونے میں کوئی شک نہیں جمہور کے نزدیک وقف فیہ پر ہے مگر عاصم اور نافع نے لاریب پر وقف کیا ہے **هُدًى لِّلْمُتَّقِیْنَ** رہنما ہے ڈرنے والوں کے لئے۔ متقی وہ لوگ ہیں جو اللہ سے ڈرتے ہیں اور اوس کے عذاب سے بچنا چاہتے ہیں علمانے تقوے کی تعریف مختلف طور سے کی ہے بعض کا قول یہ ہے کہ تقوے یہ ہے کہ انسان کو معصیت پر اصرار اور اطاعت پر گھمنڈ نہو۔ حسن بصری کا قول ہے کہ تقوے وہ ہے کہ اللہ کے

اسی قول کی روایت کی ہے اونکی دلیل یہ ہے کہ کئی جگہ اونکی خبر مین کتاب یا قرآن مذکور ہے مثلاً الم ذلک الکتاب ۔ اور المر کتاب انزلناہ ۔ اور الر تلک ایات الکتاب وقران مبین اور جہان جہان یہ حروف مقطعات مذکور ہین اونکے بعد لفظ قرآن یا کتاب یا ذکر یا کوئی لفظ متضمن معنے ذکر ضرور مذکور ہے ۔ تیسرا قول یہ ہے کہ یہ اسماء سور ہین یہ قول اکثر متکلمین اور خلیل وغیرہ نے اختیار کیا ہے مگر اس قول پر یہ اعتراض ہے کہ اس کی اصل قول رسول یا اقوال صحابہ یا تابعین سے پائی نہین جاتی اور متاخرین کا اپنی راے سے یہ کہدینا کہ یہ سورتون کے نام ہین معتمد نہین ہوسکتا اسلئے کہ سورتون کے نام وہی ہونے چاہئین جو سلف سے منقول ہون ۔ چوتھا قول یہ ہے کہ الم انا اللہ اعلم کا مخفف ہے یہ قول ابن ابی حاتم نے ابن عباس سے نقل کیا ہے ۔ پانچوان جوینی کا قول ہے کہ حروف مقطعات بغرض تنبیہ مذکور ہوتے ہین اس لئے کہ قرآن بڑی عزت کا کلام ہے پس ضرور ہے کہ وہ ایسے شخص پر پیش کیا جاوے جو اول سے اوسکے سننے کیطرف متوجہ ہو اور چونکہ اکثر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے احوال اور اشغال مین مصروف ہوتے تھے لہذا ممکن ہے کہ ایسے اوقات مین جبرئیل کو حکم ہوتا ہو کہ قرآن سنانے سے پہلے ان حروف مقطعات کو پیش کرین تاکہ حضرت کو تنبیہ ہوجاوے اور اچھی طرح اوسکے سننے کیطرف متوجہ ہون اوسوقت جبرئیل کلام الہی پیش کرین ۔ چھٹا قول یہ ہے کہ یہ اسواسطے ذکر کئے گئے کہ فصحاے عرب پر یہ امر ظاہر ہوجاوے کہ یہ کلام اسی قسم کے حروف تہجی سے مرکب ہے جنکی ترکیب پر وہ قادر ہین اور پھر بھی وہ اوسکی مثل کلام بنانے سے عاجز ہین ۔ مبرد اور ایک جماعت محققین کا مختار یہی ہے ۔

ساتوان قول یہ ہے کہ یہ قول باہم سورتون کے درمیان مین فصل ظاہر کردینے کے واسطے ہوئے ہین ۔ احمد بن یحیی کا یہ قول ہے کہ اہل عرب کی یہ عادت تھی کہ جب ایک کلام تمام کرکے دوسرا کلام شروع کرنا چاہتے تھے تو اوسوقت کچھ ایسے الفاظ بولدیا کرتے تھے جو اگلے اور پچھلے

قرآن صرف متقیون کو ہدایت دیتا ہے

سب مین زیادہ بچانے والا ہون اپنی جان کو اوس کے غضب سے اور تیسر بخاری نے ابوہریرہ رضؓ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اگر تم جانتے اون امور کو جن کو مین جانتا ہون تو ہنستے کم اور روتے بہت اور یہی شدت خوف کی وجہ تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حالت نماز مین بہت رویا کرتے تھے چنانچہ نسائی اور ابوداؤد نے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز پڑہا کرتے تھے تو رونے کی وجہ سے آپ کے سینہ مین سے ایسی آواز آیا کرتی تھی جیسے ہانڈی کے جوش کی آواز ہوتی ہے اللہ نے قرآن کو اونہین لوگون کے لئے ہادی فرمایا ہے جو اللہ کے غضب سے بچنا چاہتے ہین - وجہ اوسکی یہ ہے کہ دوزخ کی سخت عذاب کی تفصیل قرآن مین مذکور ہے بعضی جگہ اللہ تعالے نے دوزخ کے حالات ذکر کرنے کے بعد خود ہی فرمایا ہے کہ یا عباد فاتقون یعنی اے میرے بندو مجھسے ڈرو پس جو عذاب سے ڈر جاتے ہین وہ قرآن سے ہدایت پاتے ہین اور نافرمانیون مین مبتلا نہین ہوتے لہذا قرآن کی ہدایت صرف متقیون سے مختص ہوئی اور جن لوگون کے دلون مین کجی ہوتی ہے اونکے واسطے قرآن اور زیادہ خرابی کا باعث ہوتا ہے - چنانچہ اللہ نے فرمایا ہے ولا یزید الظالمین الا خسارا یعنی نہین زیادہ کرتا ظالمونکو مگر خرابی - لیکن قرآن کی ایسی ہدایت کہ وہ نجات کا راستہ سب کو بتاتا ہے ماننے نہ ماننے کا اونکو اختیار ہے سب آدمیون کے واسطے ہے کسی سے مختص نہین اسی اعتبار سے دوسری جگہ اللہ نے قرآن کو ہدی للناس بھی کہا ہے صاحب تفسیر کبیر نے ان دونون آیتون مین اور تطبیق دیکر یہ کہا ہے کہ انسان درحقیقت وہی ہین جو متقی ہین پس ہدی للمتقین اور ہدی للناس کا ایک ہی مطلب ہے

اَلَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِالْغَيْبِ جو ایمان لاتے ہین بے دیکھی چیزون پر یعنی جیسے خبر رسول نے بیان کر دیے ہین اون چیزون پر ایمان لاتے ہین جو اونکی نگاہ سے چھپی ہین یا علم سے جیسے ملائکہ اور جنت اور دوزخ اور قیامت وغیرہ یہ ایمان ضرور ہی ہے نہ یہ کہ آنکھون سے دیکھی

حکم کے سامنے کسی اور کا حکم نہ ماننے اور یقین رکہتا ہو کہ سارے کام اللہ کے ہاتہہ مین ہین
ابراہیم ادہم کا قول یہ ہے کہ تقوے یہ ہے کہ نہ مخلوق تیری زبان مین کوئی عیب پاوے نہ ملائکہ
تیرے افعال مین اور نہ اللہ تیرے دل مین ۔ بعض کا قول یہ ہے کہ تو اپنے باطن کو اللہ کے
لئے اوسی طرح درست کرے جیسے ظاہر کو مخلوق کے لئے درست کرتا ہے ۔ بعض کا قول ہے کہ
تقوے یہ ہے کہ تیرا مالک تجھکو نافرمانی کرتا ہوا نہ دیکھے بعض نے کہا ہے کہ تقوے یہ ہے
کہ تابع سنت ہو اور دنیا کو پیٹھہ کے پیچھے ڈالدے ۔ اسی قسم کے اور بہت سے اقوال تقوی کی
تعریف مین علما نے نقل کئے ہین اور حقیقت حال یہ ہے کہ جسکو دل مین اللہ کا خوف پیدا ہوتا ہے
اوس کے دل مین یہ سب صفتین پیدا ہو جاتی ہین ۔ اس موقع پر اللہ نے ہدایت پانے والون کی
کئی صفتین بیان کین سب سے پہلے اونکو متقی کہا اسکی وجہ یہ ہے کہ ایمان اور اوس کی تمام فروعات
کی اصل خوف الہی ہے ۔ اور جس کے دل مین خوف نہین اوسکو کچہہ بھی نہین اور پہلا اثر جو خوف
الہی پر مرتب ہوتا ہے وہ تقوے ہے یعنی اپنی جان کو عذاب سے بچانا ۔ اللہ نے فرمایا ہے کہ ان اکرمکم
عند اللہ اتقاکم یعنی تم سب مین بزرگ اللہ کے نزدیک وہ ہے جو تم سب مین زیادہ پرہیزگار ہو
انسان کو [illegible] اللہ کی معرفت جسقدر بڑہتی جاتی ہے اوسیقدر اللہ کا خوف بڑہتا جاتا ہے
جو باعث تقوے ہوتا ہے اسیوجہ سے محدثین کا یہ قول ہے کہ اللہ کا خوف سب سے زیادہ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کے دل مین تھا ۔ صحیحین مین عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے انی لاعلمہم باللہ واشدہم لہ خشیۃ یعنی مین سب مین زیادہ
جاننے والا ہون اللہ کا اور اون سب مین زیادہ ڈرنے والا ہون اللہ سے اور بخاری نے حضرت
انس سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے واللہ انی لاخشاکم
للہ واتقاکم لہ یعنی قسم ہے اللہ کی مین تم سب مین زیادہ خوف کرنے والا ہون اللہ کا اور تم

اقرار کرتا ہو مگر ان دونو جزون مین سے ایک جز نپایا جائیگا تو وہ شخص اہل نجات مین سے نہ سمجھا جائیگا
اور مخلد فی النار ہوگا البتہ جو شخص بات کرنیکی قدرت نہین رکھتا اوسکے لیئے صرف تصدیق قلبی
کافی ہے خوارج اور معتزلہ کے نزدیک اعمال بھی ایمان مین شامل ہین اور انکو اور سلف کو مذہب مین
فرق یہ ہے کہ سلف اعمال کو تکمیل ایمان کی رکہتے تہے اور خوارج اور معتزلہ جزو ایمان سمجھتے ہین
جس شخص کے دل مین یقین نہین اور زبان سے اقرار ہو وہ بالاتفاق منافق ہے اور جسکو اعتقاد
ہے مگر اقرار نہین وہ بالاتفاق کافر ہے اور جو تصدیق اور اقرار ہے مگر عمل نہین وہ اہل سنت کے
نزدیک مومن فاسق ہے اور خوارج کے نزدیک کافر اور معتزلہ کے نزدیک نہ مومن نہ کافر۔
غیب مصدر ہے بمعنی غائب جیسے صوم بمعنی صائم اور غیب سے مراد ہے ایسی چھپی ہوئی
چیز جو نہ کسی طرح محسوس ہو اور نہ ایسی کہلی ہوئی ہو بلا تامل سمجھہ مین آجاتی ہو۔ اوسکی دو قسمین
ہین ایک قسم وہ کہ جسپر کوئی دلیل بھی نہین اور اس قسم کے غیب کا علم اللہ ہی سے مختص ہے اوس کے
سوا کوئی نہین جانتا اور دوسری قسم وہ چیزین جنکے جاننے کے لیئے کوئی نقلی یا عقلی دلیل بھی قایم ہے
جیسے اللہ کی ذات اور اوسکی صفات اور قیامت اور بہشت اور دوزخ اور ملائکہ اس آیت مین یہی
قسم مراد ہے۔ بعض مفسرین نے یومنون بالغیب کی تفسیر یون کی ہے کہ تصدیق کرتے ہین
پیٹھ پیچھے۔ یعنی اونکا حال منافقونکا سا نہین کہ مسلمانونکے سامنے تو ایمان ظاہر کرین اور پیچھے انکار
کرین بلکہ وہ جسطرح سامنے تصدیق کرتے ہین اسیطرح پیچھے بھی تصدیق کرتے ہین۔ اگر یومنون
بالغیب متقین کی صفت مانی جاوے تو متقین پر وقف تام نہوگا اور اگر اوس سے جدا مان کر مبتدا
مانا جاوے اور اولئک علی ہدی الخ کو اسکی خبر ہو تو متقین پر وقف تام ہوگا۔

ویقیمون الصلوۃ اور قایم کرتے ہین نماز کو اقامت صلوۃ سے یہ مراد ہے
کہ اوس کے ارکان کو اچھی طرح اطمینان سے [illegible] تے ہین یہی تفسیر [illegible] حاتم

اون سب چیزون پر ایمان لاوے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تعلیم فرمائی ہین اور جب انہ
کا عذاب آنکھون سے دیکھ لیا پھر ایمان قبول نہین ہوتا مرنے کے بعد کافرون کی بھی آنکھین
کھل جاتی ہین اور حق ظاہر ہو جاتا ہے لیکن پھر اون کے ایمان کا کوئی نتیجہ نہین قیامت کے روز کفار اپنے
کفر پر سخت نادم اور پشیمان ہونگے اور دوزخی جب عذاب مین مبتلا ہونگے تو آرزو کرینگے کہ پھر
اونکو ایکبار دنیا مین آنے کا موقع ملے مگر اس ندامت سے بجز حسرت کے اور کچھ حاصل نہوگا اور
اوسوقت اونکا ایمان لانا کچھ کام نہ دیگا اسلئے کہ وہ عذاب دیکھکر ایمان لائے اور ایمان بالغیب
کی دولت سے محروم رہے ایمان لغت مین تصدیق کو کہتے ہین اور اصطلاح شریعت مین علمانے اوسکی
مختلف تعریفین لکھی ہین ۔ ایمان کی تعریف جو سلف سے منقول ہے وہ یہ ہے کہ دل سے یقین کرے
اور زبان سے اقرار کرے اور ہاتھ پاؤن سے عمل کرے محققین نے اس قول کی شرح مین لکھا ہے
کہ اونہون نے عمل کو جزو ایمان نہین مانا بلکہ کمال ایمان کی شرط مانا ہے متاخرین اور اشاعرہ کا مذہب
یہ ہے کہ جو چیزین یقینی طور پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہوئی ہین اونکی تصدیق کرنا اگر
اونکی تفصیل ثابت ہوئی ہے تو تفصیل کو ماننا ورنہ بالاجمال اونکو سچ جاننا جو یقین کے مرتبہ کو پہونچے
خواہ یقین کسی دلیل سے ہو یا بغیر دلیل اور اگر یقین کا مرتبہ حاصل نہین ہوا صرف ظن غالب ہے تو
ایمان [illegible] کافی نہین اس قول کی بموجب ایمان صرف قلب کا فعل ہے اور ایک قول یہ ہے
کہ ایمان تصدیق بالقلب اور اقرار باللسان کا نام ہے ۔ جمہور محققین کا مذہب یہ ہے کہ ایمان صرف
تصدیق قلبی کا نام ہے اور اقرار لسانی اجراء احکام دنیاوی کے واسطے شرط کیا گیا ہے امام نووی[1]
نے یہ تصریح کی ہے کہ اہل سنت کے محدثین اور فقہا اور متکلمین کا اس امر پر اتفاق ہے کہ مومن جسکو
اہل قبلہ کہا جاتا ہے اور یہ حکم کیا جاتا ہے کہ وہ ہمیشہ دوزخ مین نرہیگا وہ شخص ہے جسکا دین اسلام پر
ایسا یقینی ہو جسمین شکوک کی گنجایش نہو اور اوس کے ساتھ وہ زبان سے بھی توحید و رسالت کا

ایمان کے معنی

۳

41

کرنے والونکے حق مین بطور تہدید کے اللہ نے فرمایا ہے فویل للمصلین الذین ہم عن صلوتہم ساہون بہت خرابی ہے اون نمازیونکے لئے جو اپنی نماز سے غفلت کرنے والے ہین۔ اور ایک اور مقام پر ہے کہ اہل جنت دوزخیون سے پوچھینگے کہ تمکو کس چیز نے دوزخ مین پہونچایا وہ کہینگے لم نک من المصلین ہم نماز پڑہنے والون سے نہ تھے اور ایک اور مقام پر ہے واتقوہ واقیموا الصلوۃ ولا تکونوا من المشرکین اور ڈرو اللہ سے اور قایم کرو نماز اور نہ بنجاؤ مشرک۔ مسلم نے جابر سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ بندہ مین اور کفر مین حد ترک صلوۃ ہے امام احمد اور دارمی اور بیہقی نے عمرو [illegible] عاص سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک روز نماز کا ذکر اسطرح فرمایا کہ جسنے نماز پر محافظت کی اوس کے لئے قیامت کے دن وہ نماز نور اور دلیل اور نجات دلانے والی ہوگی اور جسنے نماز پر محافظت نہ کی اوسکے لئے نہ نور ہوگا نہ دلیل ہوگی نہ نجات ہوگی اور ہوگا وہ قیامت کے دن قارون اور ہامان اور ابی بن خلف کے ساتھ۔ ترمذی نے عبد اللہ بن شقیق سے روایت کی ہے کہ اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کے سوا کسی چیز کے چھوڑنے کو کفر نہین سمجھتے تھے ابن ماجہ نے ابو [illegible] رداء رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ میرے خلیل (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) نے مجھسے یہ [illegible] ہے کہ تو اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کیجو اگرچہ ٹکڑے ٹکڑے کیا جاوے اور جلایا جا [illegible] فرض نماز عمداً نچھوڑیو جس نے عمداً نماز چھوڑی وہ اللہ کے ذمے سے نکل گیا۔ اور تو کبھی شراب نہ پیجیو اسلئے کہ شراب ہر برائی کی کنجی ہے۔ مالک اور ابو داود [illegible] اور ابن ماجہ اور طبرانی نے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے [illegible] ین سب سے پہلے نماز کا حساب ہوگا۔ نماز [illegible] سب اعمال بن جاوینگے اور نماز بگڑی تو سب بگڑ جاوینگے تارک [illegible] کافر ہوتا ہے۔ اور صحابہ کے اقوال سے

وابن جریر ابن عباس سے منقول ہے جو لوگ کہ بیدف کے ساتھ ایسی جلدی جلدی پڑھتے ہیں
کر دوے کے ارکان اچھی طرح ادا نہیں کرتے وہ یقیمون الصلوۃ کی فضیلت سے خارج ہیں پس نماز کو
اچھی طرح آداب و ضروریات سے بے شک ادا کرے نماز ناقص رہتی ہے۔ احادیث نبوی میں بھی
اوسکی تاکید بہت وارد ہے امام احمد نے طلق بن علی سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا ہے کہ جو شخص رکوع اور سجدے میں پیٹھ کو نہیں ٹھیراتا اللہ اوس کی نماز کیطرف
نظر بھی نہیں کرتا اور امام مالک اور احمد وغیرہ کی روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا ہے کہ سب میں بدتر چور وہ ہے جو نماز میں چوری کرے صحابہ نے پوچھا کہ نماز میں چوری کیونکر
ہوسکتی ہے آپ نے فرمایا کہ نماز کے رکوع سجدے کو پورا نکرے۔ بخاری نے ابو ہریرہ سے
روایت کی ہے کہ ایک شخص نے مسجد میں نماز پڑھی پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے
سلام علیک کی آپ نے جواب سلام دیکر فرمایا کہ تو اپنی نماز پھر پڑھ تیری نماز نہیں ہوئی پھر اوس نے پوچھا
کسطرح نماز پڑھوں آپ نے اوسکو اطمینان کے ساتھ ارکان کے ادا کرنے کا طریقہ تعلیم فرمایا
بخاری نے حذیفہ صحابی سے روایت کی ہے کہ انہوں نے ایک شخص کو دیکھا کہ وہ رکوع اور
سجدے کو پورے طور پر ادا نہیں کرتا جب وہ نماز پڑھ چکا تو حذیفہ نے اوس کو بلایا اور کہا کہ
تو نے نماز نہ [illegible] اور میرا یہ گمان ہے کہ اگر تو اسی حالت پر مر گیا تو اوس طریقہ پر نہیں مرے گا جو طریقہ
اللہ نے اپنے رسول کے لیے بنایا ہے۔ بعض مفسرین نے لکھا ہے کہ یقیمون الصلوۃ سے مراد ہے
کہ ہمیشہ نماز پڑھتے ہیں کبھی ترک نہیں کرتے صاحب تفسیر کبیر نے اسی معنی کو ترجیح دی ہے۔ یہ مضمون
قرآن کی اور بھی کئی آیتوں میں وارد ہے۔ چنانچہ ایک مقام پر اللہ نے فرمایا ہے والذین ہم
علی صلاتہم یحافظون یعنی وہ لوگ اپنی نماز کی محافظت کرنے والے ہیں اور دوسری جگہ فرمایا
کہ جو اپنی نماز پر ہمیشگی کرنے والے ہیں اور نماز میں کی

بعض محدثین کا قول ہی کہ اوسوقت صرف صبح اور مغرب کی نماز فرض ہوئی تھی - اور بعض یہ کہتے ہین
کہ صرف تہجد کی نماز فرض ہوئی تھی اوس کے بعد معراج کی رات مین پانچ وقت کی نماز فرض ہوئی
چنانچہ بخاری مین ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ معراج کی رات مین جب رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم آسمان کے اوپر تمام انبیاء سے ملاقات کرنے کے بعد ایک ایسے اعلے مقام مین پہونچے
جہان قلمون سے لکھنے کی آواز آتی تھی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ اوسوقت
اللہ نے میری امت پر پچاس نمازین فرض کین جب مین وہان سے واپس ہوا تو حضرت موسے
نے پوچھا کہ تمہاری امت پر اللہ نے کیا فرض کیا مین نے کہا پچاس نمازین موسے نے کہا
پھر جاؤ تمھاری امت اس کی طاقت نہین رکھتی - غرض پھر موسےؑ نے مجھکو وہین بھیجا تو کچھ
حصہ معاف ہوا پھر مین موسے کے پاس آیا پھر اونھون نے یہی کہا کہ تمہاری امت اس کی بھی
طاقت نہین رکھتی - پھر مین وہین گیا اور کچھ حصہ اور معاف ہوا پھر مین موسےؑ کے پاس واپس گیا
اونھون نے پھر یہی کہا کہ تمہاری امت اسکی بھی طاقت نہین رکھتی - پھر مین وہین گیا تو اللہ
جلشانہ نے فرمایا کہ اب پانچ نمازین ہین جو پچاس کی برابر ہین اب ہمارا حکم نہ بدلیگا
اس کے بعد یہی کہتے تھے کہ واپس جاؤ مگر مین نے کہا کہ اب مجھکو اپنے رب سے حیا آتی ہے
پھر معراج کے صبح کو جبریل نے نازل ہو کر خانہ کعبہ کے نزدیک پانچون وقت کی نماز رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کو پڑہائی اور ہر نماز اول وقت مین پڑہی اور اوسی طرح دوسرے روز بھی
پانچون وقت کی نماز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو [illegible] اور ہر نماز آخر وقت مین پڑہی امامت
جبریل کی حدیث صحاح کی سب کتابون [illegible] وہ امامت معراج کے صبح کو تھی
روایت دارقطنی و ابن حبان

رزقناهم ينفقون

ثابت ہوتا ہے کہ ترک صلوٰۃ قریب کفر ہے۔ شافعی اور مالک کے نزدیک تارک صلوٰۃ کا قتل ہے۔ حنفیون کے نزدیک تارک صلوٰۃ کو مارنا اور اوسوقت تک قید کرنا واجب ہے جب تک وہ تائب ہوکر نماز پڑہنا شروع کرے **ف** نماز بندے کو اللہ سے ملانیوالی ہے اور وہ مالی اور بدنی ہر قسم کی عبادتونکو شامل ہے جیسے طہارت اور ستر عورت اور ان دونون کے اہتمام کے لئے مال صرف کرنا اور کعبہ کیطرف متوجہ ہونا اور عبادت کے انتظار مین ساری کام چہوڑ کر ٹہہرنا۔ اور اپنے اعضا کی حرکتون سے اللہ کے سامنے اپنی عاجزی ظاہر کرنا۔ اور شیطان کی مخالفت کرنا اور قرآن پڑہنا۔ اور توحید اور رسالت کی دونون شہادتونکا اقرار کرنا اور کہانے پینے سے اپنی نفس کو روکنا اور سری اور جہری دونو قسم کی مناجات اللہ سے کرنا تاکہ بندے کو وہ دونو فضیلتین حاصل ہوجاوین جو حدیث مین وارد ہے کہ اللہ فرماتا ہے کہ جب بندہ مجھکو پوشیدہ یاد کرتا ہے تو ہم بھی پوشیدہ یاد کرتے ہین۔ اور جب وہ اورون کے مجمع مین ہمکو یاد کرتا ہے تو ہم بھی اوسکو اون سے بہتر مجمع مین یاد کرتے ہین اور اسی فضیلت کے حاصل ہونیکے لئے نماز مین سری اور جہری دونو قسم کی قراءتین شامل کی گئین **ف** نماز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر اور اونکی امت پر اوس رات سے فرض ہوئی تھی جب کہ وحی اوترنا شروع ہوئی۔ چنانچہ امام احمد اور ابن ماجہ وغیرہ نے روایت کی ہے کہ ابتداء زمانہ وحی مین جبرائیل نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو وضو سکہایا اور نماز سکہائی ابو نعیم [illegible] ایت مین یہ بھی ہے کہ جبرئیل نے کہڑے ہوکر کعبہ کیطرف متوجہ ہوکر دو رکعت نماز پڑہی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی اونکے ساتھ نماز مین شریک ہوئے پھر جبرئیل آسمان پر چلے گئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے مکان کو تشریف لائے تو راستے مین ہر پتھر اور مٹی اور درخت سے السلام علیک [illegible] اللہ کی آواز آتی تھی پھر آپ نے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے [illegible]

نماز بندے کو اللہ سے ملانے والی ہے اور وہ دونون قسم کی عبادتونکو شامل ہے

نماز کب فرض ہوئی۔

42

ی ہے کہ ایک سائل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا آپنے فرمایا کہ اسوقت ہمارے پاس
کچھ موجود نہین تو ہمارے نام پر بازار سے قرض لے لے جب ہمارے پاس کچھ آویگا تو ہم ادا
کر دینگے اوسوقت حضرت عمرؓ نے کہا کہ اللہ نے آپ کو اون چیزونکی تکلیف نہین دی جو آپ کی
قدرت مین نہین۔ یہ کلمہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سخت ناگوار ہوا تب انصار مین سے
ایک شخص نے کہا کہ یا حضرت خرچ کیجیے اور ہرگز یہ خوف نکیجیے کہ اللہ آپ کو فقیر بنا دیگا یہ سنکر
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تبسم فرمایا اور آپ کے چہرہ پر آثار خوشی کے ظاہر ہوئے اور
فرمایا کہ مجھکو یہی حکم کیا گیا ہے ابن فارس نے کتاب اسماء النبی مین لکھا ہے کہ غزوہ حنین کے
روز ایک عورت قبیلہ ہوازن کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین آئی اوس نے ایک
شعر پڑھا جسمین وہ حضرت کو اونکی شیر خوارگی کا زمانہ یاد دلاتی تھی حضرت نے اوس قوم کا کل مال
واپس دلا دیا جو غنیمت مین آیا تھا اور اوس کے علاوہ اور اتنا مال دیا جسکی قیمت پانچ کروڑ درہم
ہوئے تھے۔ ابن اسحق نے ایک اعرابی سے روایت کی ہے وہ کہتا ہے کہ غزوہ حنین کے روز مین
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے تھا اور میرے پاؤن مین جوتیان بہت موٹی تھین
سب اتفاق میرا پاؤن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پائے مبارک پر پڑگیا آپنے کوڑے کے
کنارے سے مجھکو ہٹا دیا اور بسم اللہ کہکر فرمایا کہ تو نے ہمکو ایذا دی [illegible] اسے کہ رات بھر
مجھکو اسکی ندامت رہی صبح کو ایک شخص مجھکو پکارکر رسول اللہ صلی اللہ [illegible] خدمت مین
لے گیا مگر مین دل مین بہت خائف تھا آپنے فرمایا کہ کل تو نے ہی ہمارا پاؤن دکھایا تھا [illegible]
ہمنے تجھی کو کوڑے سے ہٹایا تھا اسکے بعد [illegible] اونٹ عنایت فرمائے۔ بخاری نے انس
سے روایت کی ہے کہ ایک مرتبہ [illegible] علیہ وسلم کے پاس [illegible] مال
[illegible] خزانہ [illegible] یا کہ اوس سے زیادہ مال حضرت

شامل ہے جو اللہ کے واسطے کیا جاے خواہ زکوۃ ہو یا صدقہ فطر یا اون لوگون پر خرچ کرنا جنکا
نفقہ اوسپر واجب ہے یا صدقہ نفل یا اور مصارف خیر۔ ایمان بالغیب اور اقامت صلوۃ کے
بعد اللہ تعالے نے متقیون کی یہ وصیت بھی بیان کی کہ وہ اپنے مال مین سے اللہ کی راہ مین بھی
خرچ کرتے ہین۔ اوس زمانہ کے جو کافر تھے اونھین محتاجونکو صدقہ دینا سخت ناگوار ہوتا تھا
اور جب اونکو یہ نصیحت کیجاتی کہ اللہ نے جو تمکو رزق دیا ہے اوس مین سے محتاجونکو بھی کھانا
دو تو وہ جواب دیتے تھے کہ اگر خدا چاہتا تو اونکو بھی رزق دیتا جب خدا نے ہی اونکو رزق نہین دیا
تو ہم کیون دین خداوند کریم نے مذمت کے طور پر اون کے اس جواب کو سورہ یٰس مین ذکر فرمایا
ہے اور اوس کے مقابلہ مین یہان متقیون کی یہ تعریف کی کہ وہ اللہ کی راہ مین خرچ کرتے
ہین در حقیقت یہ صفت محمود سب سے بڑھکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور اون کے صحابہ
کرام مین پائی جاتی تھی کہ اللہ کی راہ مین اپنے مال کو خرچ کرنے مین مطلق دریغ نہین کرتی تھی
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بے انتہا جود و کرم کی روایتین حدیث کی کتابون مین بہت
منقول ہین۔ مسلم نے انس سے روایت کی ہے کہ جو کچھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
سے مانگا جاتا تھا ضرور آپ عنایت فرماتے تھے۔ ایک شخص آیا اور اوس نے اتنی بکریان مانگین
کہ ایک پہاڑ سے دوسرے پہاڑ تک جتنی جگہ ہو سب کو گھیر لین آپ نے اسقدر بکریان اوس کو
عنایت فرمائین۔ ... نے اپنی قوم مین آکر سب سے کہا کہ مسلمان ہو جاؤ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)
اتنی سخاوت کرتے ہین کہ اپنے فقیر ہو جانے کا خوف نہین کرتے۔ درحقیقت اوس شخص نے
اوس بے انتہا سخاوت کو دلیل نبوت سمجھا۔ ترمذی نے روایت کی ہے کہ ایک مرتبہ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ... آپنے ایک بورئے پر رکھکر بانٹنا شروع کی
کسی سائل کو انکار نہین کیا ہے ... ترمذی نے عمر بن خطاب سے روایت

روزہ دار تھین مین نے اون سے کہا کہ تمنے اتنا خرچ کیا اور اپنے افطار صوم کے واسطے ایک
درم کا گوشت بھی نہ منگا لیا - طبرانی نے زہری سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ
علیہ وسلم کی بی بی زینب بنت خزیمہ مسکینونکو اسقدر کھانا کھلایا کرتی تھین کہ اونکا نام ام المساکین مشہور
ہوگیا تہا اور زینب بنت جحش جو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی بی بی تھین اونکی سخاوت کا بھی
یہی حال تہا ابن سعد نے روایت کی ہے کہ ایک مرتبہ حضرت عمرؓ نے اونکے پاس بارہ ہزار درم
بھیجے اونہون نے وہ سب اپنی قرابت کے محتاجون مین تقسیم کر دئے جب حضرت عمر کو یہ معلوم
ہوا تو اونہون نے ایک ہزار درم اور بھیجدئے اور یہ کہلا بھیجا کہ انکو اپنے خرچ کے واسطے رکھو
مگر اونہون نے وہ بھی اوسیطرح خرچ کر دئے اسی طرح اور بھی صحابہ اور اہل بیت کی سخاوت کی
حکایتین منقول ہین **ف** مفسرین نے لکہا ہے کہ مما مین جو من ہے وہ تبعیض کے واسطے ہے
یعنی اوس کے معنے بعض کے ہین اور مما رزقناہم ینفقون کے معنی یہ ہین کہ بعض یعنی کچھ حصہ
اوس رزق مین سے جو ہمنے اونکو دیا ہے دیتے ہین اور اس سے یہ اشارہ پایا گیا کہ کل مال نہین
لٹا دیتے یعنی اسراف نہین کرتے جو شریعت مین منع ہے یہ مضمون قرآن مین سورہ بنی اسرائیل مین بالتصریح
بھی موجود ہے جہان اللہ نے فرمایا ہے وَلَا تَجْعَلْ يَدَكَ مَغْلُولَةً اِلٰى عُنُقِكَ وَلَا تَبْسُطْهَا كُلَّ الْبَسْطِ
فَتَقْعُدَ مَلُوْمًا مَّحْسُوْرًا نہ بنا رکھ تو ہاتھ اپنا بندہا ہوا گردن کیطرف اور نہ کہول دے اوسکو پورا کہولنا
تو بیٹھے تو ملامت زدہ حسرت آگین - اس آیت مین ہاتھ باندہنے سے مراد بخل اور ہاتھ
کہول دینے سے مراد بخشش ہے - یعنی نہ بالکل ہاتھ روک لے اور نہ سارا مال لٹا دے بلکہ مرتبہ
اوسط اختیار کر **ف** مارزقنا ... - پس جسطرح اپنا
مال اللہ کے واسطے خرچ ... عمل مین اسیطرح فضا...
دون لوگون کے واسطے بھی

اور جب نماز کے واسطے مسجد مین تشریف لائے تو اوس طرف کو نظر اوٹھا کر دیکھا بھی نہین جب نماز سے
فارغ ہوئے تو آپ وہانسے تشریف لائے اور جو سامنے آگیا اوسکو دینا شروع کیا اتفاقاً حضرت
عباس بھی آگئے اونہون نے کہا کہ مجھکو بھی دو مین نے بہت زیر باری اوٹھائی ہے
اپنا فدیہ دیا ہے اور عقیل کا بھی فدیہ دیا ہے آپنے فرمایا کہ تم لے لو عباس نے بہت سا مال
دونون ہاتھون سے اوٹھا کر اپنے کپڑے مین ڈال لیا جب اوس کو اوٹھایا تو اوٹھا نہ سکے تب
عباس نے کہا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کسی شخص کو حکم کیجیے کہ یہ مال اوٹھوا دے حضرت
نے فرمایا یہ نہین ہونے کا تب عباس نے کہا کہ آپ خود اوٹھوا دین حضرت نے اس سے بھی
انکار کردیا تب مجبور ہو کر عباس نے اوس مین سے کچھ مال گرادیا پھر اوٹھانا چاہا پھر بھی اوٹھا نہ سکے
پھر عباس نے اوسی طرح اوسکے اوٹھوا دینے مین مدد چاہی آپنے منظور نہ فرمایا تب عباس نے
کچھ اور مال گرادیا اور باقی مال اپنی پشت پر اوٹھا کر لے گئے غرض جب تک وہ مال باقی رہا حضرت
اوسی طرح بانٹتے رہے اور اوس مال کو بالکل تمام کر کے وہان سے اوٹھے ابن ابی شیبہ کی
روایت مین ہے کہ وہ کل مال ایک لاکھ درم تھے اور صحابہ رسول کی سخاوت کا بھی یہی حال
تھا ابن حبان نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق
رضی اللہ عنہ [illegible] چالیس ہزار درم تھے سب اونہون نے اللہ کی راہ مین خرچ کر دئے
اور زبیر بن بکار نے عائشہ سے روایت کی ہے کہ جب ابو بکر مرے تو ایک درم یا دینار بھی
ترکہ نچھوڑا ۔ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے غزوہ تبوک کے سامان کے وقت دو سو
[illegible] اونٹ معہ سامان کے ا [illegible] ہین کے خرچ کے واسطے دیدیے
[illegible] ے اور [illegible] ایک لاکھ درم حضرت عائشہ
[illegible] ت کرتے اور خود اوس روز

اس لیے اللہ نے عموماً خالص مسلمانوں کے ذکر کے بعد بالتخصیص اونکا ذکر فرمایا۔

وَبِالْاٰخِرَةِ هُمْ يُوقِنُوْنَ اور آخرت پر وہی یقین کرتے ہیں۔ آخرت سے مراد عالم آخرت ہے یعنی قیامت اور اوسکے بعد جنت یا نار۔ عرب میں دو قسم کے لوگ تھے ایک تو مشرک بت پرست دوسرے اہل کتاب یعنی یہود و نصاریٰ۔ مشرکین قیامت کے بالکل منکر تھے وہ کہتے تھے کہ جب جسم گل کر خاک ہو گیا اور ہڈیاں بھی گل گئیں تو وہ دوبارہ کیونکر زندہ ہونگے اور جب وہ قرآن کو سنتے تھے تو بہت بڑی وحشت اونکو قیامت کا ہی ذکر سے ہوتی تھی۔ حافظ ابن حجر نے کتاب اصابہ میں یونس بن بکیر سے یہ روایت نقل کی ہے کہ حارث جو حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا کے شوہر تھے اور رضاعت کے رشتے سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے باپ تھے وہ ایک مرتبہ مکہ میں آئے یہ وہ زمانہ تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی اوترنا شروع ہو گئی تھی اونسے کفار مکہ نے کہا کہ اے حارث تمہی اپنے بیٹے کا حال نہیں سنا کہ وہ کیا کیا باتیں کرتے ہیں۔ حارث نے کہا کیا کہتے ہیں۔ کفار نے کہا اونکا یہ خیال ہے کہ خدا قبروں سے مردوں کو اوٹھاویگا اور خدا نے دو عالم پیدا کئے ہیں۔ ایسی باتوں سے انہوں نے ہمارا حال پریشان کر دیا اور ہماری جماعت میں پھوٹ ڈالدی یہ سنکر حارث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور اونسے کہا کہ اے بیٹے تم میں اور تمہاری قوم میں کیا جھگڑا ہے وہ تمہاری شکایت کرتے ہیں اور یہ خیال کرتے ہیں کہ تمہارا یہ قول ہے کہ آدمی مرنے کے بعد پھر اوٹھینگے اور جنت یا دوزخ میں داخل ہونگے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہاں میرا یہی قول ہے اور اے باپ ہاتھہ پکڑ کر آج کی بات یاد دلاؤنگا۔ حارث رسول اللہ صلی

وہ یہ کہتے تھے کہ میرا بیٹا قیامت

فائدہ پہونچاتے ہین وَالَّذِینَ یُؤْمِنُونَ بِمَا أُنْزِلَ إِلَیْکَ وَمَا أُنْزِلَ مِنْ قَبْلِکَ ط

اور جو ایمان لاتے ہین اوسپر جو تیری طرف نازل ہوا ہی اور اوسپر جو تجہسے پہلے نازل ہوا ہی ہمارے پیغمبر پر جو کتاب نازل ہوئی وہ قرآن ہے اور انبیاء سابقین پر جو کتابین نازل ہوئین وہ توریت اور انجیل اور زبور وغیرہ ہین۔ پہلی آیت مین مجملاً ایمان بالغیب کا ذکر ہوا تہا تفصیل ایمانیات کے بیان نہین ہوئی تہی لہذا اس آیت مین اللہ نے اوسکی تفصیل بہی بیان کردی کہ وہ قرآن پر اور نیز انبیاء سابقین کی کتابون پر ایمان لاتے ہین۔ قرآن پر ایمان لانا تمام ضروریات دین پر ایمان لانے کو شامل ہے جیسے ملائکہ اور جنت اور نار اور میزان اور حساب کیونکہ قرآن مین ان سب چیزونکی تفصیل موجود ہے۔ انبیاء سابقین کی کتابون پر صرف اسقدر ایمان لانا کافی ہے کہ جو کتابین اللہ کیطرف سے اوتری ہین وہ سچی ہین۔ اونکی تفصیل معلوم کرنے کی کوئی ضرورت نہین نہ اونپر عمل واجب ہے اور قرآن کے مضامین پر تفصیلی اطلاع اور عمل دونو واجب ہین لیکن اگر ہر ہر شخص کو اوسکی تفصیلی علم کی تکلیف دیجاتے تو بہت حرج ہو لہذا فقہاء نے لکہا ہے کہ اتنا علم واجب بالکفایہ ہے یعنی اتنی مسافت کے درمیان مین جو قصر نماز کے واسطے شرط ہے ایک شخص ایسا عالم ہونا ضرور ہے جو قرآن کے مضامین پر بالتفصیل اطلاع رکہتا ہو اس صورت مین یہ فرض سب سے ادا ہو جائیگا اور اگر اتنی مسافت مین کوئی ایسا عالم نہین تو سب گنہگار ہین ترک واجب کے ۔ اکثر مفسرین کی یہ راے ہے کہ پہلی آیت مین عموماً ہر ایک قسم کے مسلمان شامل تہے۔ خواہ وہ مسلمان ہونے سے پہلے کسی اور نبی پر ایمان رکہتے ہون یا نہ رکہتے ہون اور اس دوسری آیت مین خاص ... مسلمان ہے جو پہلے یہود یا نصاریٰ تہے اور اپنے دین کو چہوڑ کر رسول اللہ ... تے اور چونکہ یہ سورت مدنی ہے اور مدینہ ... مان بہی ہوئے جیسے عبد اللہ بن سلام وغیرہ ... ملے تا ہے بہت ...

له عبد اللہ بن سلام یہودی عالم ... جلیل القدر صحابی ہین پہلے اونکا نام حصین تہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اونکا نام عبد اللہ رکہا سنہ ۴۳ھ مین اونکا انتقال ہوا ۱۲

کتاب پر ایمان لانا آخرت پر ایمان لانے کو شامل تہا لیکن چونکہ یہ ایک امر اہم تھا اور کفار اسپر
بہت جھگڑا کرتے تھے اسلیے اسکو جدا کرکے بالتخصیص ذکر کیا - أُولَٰئِكَ عَلَىٰ هُدًى
مِّن رَّبِّهِمْ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ۝ وہی ہین ہدایت پر اپنے رب کی
طرف سے اور وہی ہین مراد پانے والے جنکو اللہ نے متقی کہا اور پھر اونکی یہ صفت بیان کی
کہ وہ غیب کی باتون پر اور قرآن اور کتب سابقہ پر ایمان رکھتے ہین اور نماز قایم کرتے ہین اور صدقہ
دیتے ہین اب اونکے واسطے اللہ نے یہ بشارت بیان کی کہ وہی ہدایت پر ہین اور وہی مراد
پانے والے ہین۔ اور جب مراد پانا اونہین لوگون سے مختص ہوا جو ان صفات سے موصوف ہون
پس جو لوگ ان صفات مین سے کسی صفت مین ناقص ہون۔ مثلاً اونکے ایمان مین خلل ہو یا نماز
مین سستی کرتے ہون یا زکوۃ نہ دیتے ہون اونکے واسطے محل خوف ہے ۔ اہل سنت کے
نزدیک مراد سے یہان کامل مراد مقصود ہے پس مطلب یہ ہوگا کہ جو ان صفات سے موصوف
ہین کامل مراد وہی پاتے ہین اور یہانسے یہ لازم آیا کہ بعضے گنہگار مومنین کے بھی گناہ اللہ اپنی
رحمت سے معاف کر دے گا اور اونکو بخشدے گا مگر در حقیقت یہ پوری مراد ملنا نہین اسلیے
کہ اونسے خواہ مخواہ معاف کر دینے کا وعدہ اللہ نے نہین کیا بلکہ یہ امر اللہ کی مرضی پر موقوف ہے
فرقہ وعیدیہ جسکا یہ عقیدہ ہے کہ فساق مومنین کے گناہ ہرگز معاف نہون گے اور وہ ضرور
عذاب مین مبتلا کیے جاینگے اس آیت سے یہ نتیجہ نکالتا ہے کہ اللہ نے مراد پانے والا صرف
اونہین مومنین کو بتایا جو نماز قایم کرتے ہین اور زکوۃ دیتے ہین اور جو نماز اور زکوۃ ادا نہین کرتے
وہ فاسق ہوتے ہین تو معلوم ہوا کہ ۔۔۔ یعنی اونکو عذاب سے نجات نملیگی
اہل سنت کا جواب یہ ہے کہ ... بلکہ اللہ بعضی گنہگار ...
گناہ بھی معاف کریگا ... اہل مراد نہ ملگی ...

مجھکو بغیر جنت مین داخل کئے نہ چھوڑے گا۔ اسی قسم کا قصہ عبداللہؓ بن حارث سعدی کا بھی واقع ہوا تھا جو حلیمہ سعدیہ کے بیٹے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے رضاعی بھائی تھے ابن سعد نے روایت کی ہے کہ وہ نبوت کے بعد رسول اللہ علیہ وسلم کے پاس تشریف لائے تھے اونہون نے حضرتؐ سے پوچھا کہ تمھارا یہ گمان ہے کہ قیامت ہوگی آپ نے فرمایا کہ قسم ہے اوس ذات کی جسکے اختیار مین میری جان ہے اوس روز مین تمھارا ہاتھ پکڑ کر جتا دونگا جب عبداللہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ایمان لائے تو رویا کرتے تھے اور کہا کرتے تھے کہ مجھے امید ہے کہ جب رسول اللہ علیہ وسلم میرا ہاتھ پکڑین گے تو مجھکو نجات بھی مل جائے گی ابن جریر نے قتادہ سے روایت کی ہے کہ حارثؓ بن قیس کہا کرتا تھا کہ محمدؐ نے اپنے نفس اور اپنے اصحاب کو دہوکا دیا ہے کہ وہ موت کے بعد پھر زندہ ہونگے غرض مشرکین عرب آخرت کا بالکل انکار کرتے تھے اور اوسکو نہایت عجیب اور غیر ممکن امر سمجھتے تھے چنانچہ یہ اونکا قول اللہ نے قرآن مین جابجا نقل کیا ہے اور اوس زمانہ مین جو اہل کتاب تھے وہ اگرچہ آخرت کا انکار نہین کرتے تھے مگر جو کیفیتین آخرت کی اونہون نے سمجھ رکھین تھین وہ نفس الامر کے خلاف تھین مثلاً وہ کہتے تھے کہ جنت مین یہود نصاریٰ کے سوا اور کوئی داخل نہین ہوسکتا اور کہتے تھے کہ ہمپر آگ کا عذاب صرف چند [illegible] کے لئے ہوگا اوس سے زیادہ نہوگا اون مین یہ بھی اختلاف تھا کہ جنت کی نعمتین [illegible] ہونگی جیسی دنیا کی نعمتین ہوتی ہین یا اور قسم کی ہونگی اور اس مین بھی جھگڑا تھا کہ وہ انکی نعمتین آخر کو ختم ہوجائینگی یا ہمیشہ رہین گی۔ پس ان خلاف واقع اعتقادات کی وجہ سے اونکا جو اقرار آخرت [illegible] وہ بھی مثل انکار کے سمجھا گیا اور وہ بھی مثل مشرکین کے منکر آخرت ٹھہرائے گئے [illegible] نے فرمایا کہ جو منافق ایمان والے ہین [illegible] پر دل سے یقین [illegible] ہوتے ہین وہ آخرت کی منکر ہین

ف عبداللہ بن حارث حلیمہ سعدیہ کے بیٹے [illegible] رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے رضاعی بھائی [illegible] حارث بن قیس [illegible] اسلام مین [illegible]

٥٠

جنپر اعتقاد بحکم شریعت ضروری ہے جو شخص کل ضروریات دین کا انکار کرے وہ بھی کافر ہے
اور بعض مانے اور بعض کو نہ مانے وہ بھی کافر ہے مثلاً جو شخص خدا کے وجود کا یا اوس کی
توحید کا یا اوس کی صفات علم و قدرت وغیرہ کا یا جمیع عیبوں اور نقصانوں سے اوس کے پاک
ہونے کا یا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا یا قرآن کے کلام اللہ ہونے کا یا قیامت کے
روز پھر زندہ ہونے اور حساب و کتاب اور عذاب و ثواب کا یا نماز اور زکوۃ اور روزہ اور حج کی
فرضیت کا یا سود اور شراب اور خنزیر کی حرمت کا منکر ہو وہ کافر ہے خواہ ان میں سے کسی
ایک کو بھی نہ مانتا ہو سب کا منکر ہو خواہ ان میں سے صرف کسی ایک کا منکر ہو باقی کو مانتا ہو دونو
صورتیں کفر کی ہیں اور جو چیزیں ایسی ہیں کہ جنکا ثبوت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایسی
یقینی طور پر نہیں ہوا جسمیں کچھ شک اور عذر کی گنجایش نہ ہے اونکو اگر کوئی شخص بوجہ شبہ کے
نہ مانتا ہو اوس کو کافر نہیں کہتے اسی اصل کی بموجب علماء اہل سنت نے یہ قاعدہ مقرر کیا ہے کہ
اہل قبلہ کو کافر نہیں کہتے اعتقادات کے سوا بعض افعال کو بھی علما نے کفر کہا ہے جیسے زنار باندھنا
یا خدا کے سوا کسی اور کی پوجا کرنا اسکی وجہ یہ ہے کہ یہ افعال دلیل اسبات کی ہیں کہ جو انکا مرتکب ہو
وہ مذہب اسلام کا معتقد نہیں **ف** گناہ کو خواہ صغیرہ ہو کبیرہ حلال یا خفیف جاننا کفر ہے
شریعت کی ہنسی کرنا یا توہین کرنا کفر ہے۔ کفر کا کلمہ بطور خوش طبعی اور مذاق کے کہنا کفر ہے
اگرچہ اوسپر اعتقاد نہ رکھتا ہو۔ کاہن جو غیب کی خبریں دیتا ہو اوسکی تصدیق کرنا کفر ہے
اللہ کی رحمت سے بالکل مایوس ہو   کل بیخوف ہو جانا کفر ہے
اگر کوئی شخص کفر کا کلمہ زبان سے کہہ
تو اکثر علما کے نزدیک معذور نہ
یہ قول ہے کہ وہ معذور ہو **ف**

کلمات کفر کا بیان

وعدہ میں ہے اگر اللہ نے گناہ معاف کر دیے تو تھوڑی ہی مراد پائیں گے۔ فرقہ مرجیہ اس آیت
سے یہ مطلب نکالتا ہے کہ مراد پانا نماز پڑھنے اور زکوۃ دینے پر موقوف ہے پس جو شخص ان دونون
رکنونپر اچھی طرح قایم ہو وہ خواہ کیسے ہی گناہون مین مبتلا ہو تب بھی مراد پاوے گا اسکا جواب
اہل سنت کیطرف سے یہ ہے کہ اس آیت مین مراد پانے والون کے لئے اللہ نے متقی ہونیکی بھی
شرط لگائی ہے **ف** یہ جو اللہ نے فرمایا کہ وہی ہدایت پر ہین یہ ثمرہ دنیا مین حاصل ہے
اور یہ جو فرمایا کہ وہی مراد پانے والے ہین یہ نعمت انشاء اللہ آخرت مین ملے گی۔

اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا سَوَآءٌ عَلَيْهِمْ ءَاَنْذَرْتَهُمْ اَمْ لَمْ تُنْذِرْهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ترجمہ تحقیق جو لوگ کافر ہوئے برابر ہے اونپر یہ کہ ڈراوے تو اون کو یا نہ ڈراوے
تو اونکو وہ ایمان نہ لاوینگے۔ یہ خبر اللہ نے اون کافرون کی دی جنکی نسبت علم الہی مین
مقرر ہو چکا تھا کہ وہ ایمان نہ لاوینگے۔ یہ حکم سب کافرونکے واسطے عام نہین اس لئے
کہ بعضے بتوفیق الہی کبھی ہدایت بھی پا جاتے ہین اسیواسطے شیخ ابو الحسن اشعری کا یہ قول تھا
کہ جب تک کسی کافر کا خاتمہ کفر پر نہو جاوے اوسوقت تک اوسکو کافر نہ کہنا چاہیے۔ اول
خداوند کریم نے اپنے خالص اور مقبول بندونکا ذکر کیا جو ہدایت پانے والے ہین اور اونکی
صفات بھی بیان کین اور اونکا انجام بھی بتا دیا کہ وہ مراد پانے والے ہین اونکے بعد اون لوگونکا
ذکر شروع کیا جو ان سب امور مین اونکے برعکس ہین اور ہدایت کا اثر اونپر بالکل نہین ہوتا۔ اور
وہ دو قسم تھے ایک وہ جو علانیہ منکر اور مخالف تھے۔ دوسرے منافق پس بیان ان دونو قسم
کے کافرونکا جدا جدا ... علانیہ منکرون اور مخالفونکا ذکر شروع ہو
... اونکے بعد منافقونکا ذکر آ... دین کے انکار کو کہتے ہین جن کا
... اللہ صلی اللہ ... ریا دین سے وہ خبرین مراد ہین

شیخ ابو الحسن علی بن اسمعیل اشعری کی اولاد مین ... ابو موسی اشعری کی اولاد مین ... اہل سنت کے ... امام ہین ... مذہب مین ... ہیں

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات اور اللہ کی قدرت کی نشانیاں آنکھوں سے دیکھتے ہیں
مگر ہدایت نہیں پاتے انکار کیے جاتے ہیں گویا اونکے کان اور آنکھیں دونوں بیکار ہیں۔ کانوں کا کام
سننا اور آنکھوں کا کام دیکھنا دل کا کام سمجھنا ہے مگر یہ سمجھ لینا چاہیے کہ اللہ کو سوا کسی اور میں تصرف
اور قدرت کی تاثیر نہیں اللہ نے دنیا کا انتظام اسطرح کیا ہے کہ ہر امر کے واسطے اسباب مقرر کر دیے
ہیں اور عادت اوسکی یوں جاری ہے کہ اونہیں اسباب کے ساتھ اوس امر کو پیدا کرتا ہے در حقیقت
اوس امر کو پیدا کرنے میں اون اسباب کو اپنے آپ کچھ قدرت نہیں پیدا کرنا اللہ ہی کا کام ہے
مثلاً جب آدمی کھانا کھاتا ہے تو بھوک دفع ہو جاتی ہے۔ مرض میں دوا کا استعمال کرتا ہے تو صحت
ہو جاتی ہے زہر کھا لیتا ہے تو مر جاتا ہے کھانے کو بھوک کے دفع کرنے میں دوا کو صحت دینے میں
زہر کو قتل کرنے میں اپنے آپ کچھ بھی تاثیر نہیں البتہ اللہ کی عادت یوں ٹھیری ہوئی ہے کہ اکثر ان
۵۵ اسباب کے بعد وہ ان امور کو پیدا کر دیتا ہے اور جب اوسکو منظور نہیں ہوتا تو یہ اسباب بیکار ہو جاتے
ہیں اور اونکے آثار ظاہر نہیں ہوتے اسیطرح سننے اور دیکھنے اور سمجھنے کے جو حواس ہیں وہ
بھی اللہ کے اختیار میں ہیں جب اللہ چاہتا ہے تو وہ کام دیتے ہیں اور جب نہیں چاہتا تو بیکار
ہو جاتے ہیں جن کافروں کا اللہ نے اس آیت میں ذکر کیا ہے اونکے حواس کو اللہ نے حق کی سمجھنے سے
بیکار کر دیا تھا اس لئے کہ اونکو دوزخ میں جلانے کے واسطے پیدا کیا تھا یہ ہیں۔ وہ مجنون اور بیہوش
اور کانوں سے بہرے اور آنکھوں سے اندھے تھے طاقت ذات کے سوا اور ساری باتوں کو سمجھتے تھے
دنیا کے سارے کام بڑی ہوشیاری سے کرتے
امور دین میں حق سمجھنے سے
اور آنکھوں پر پردہ ڈال دینے
سب اللہ کی طرف سے ہے
ن کے حواس اور عقل کو اللہ نے
و دل پر مہر کر دینے اور
۱۰ ہ کا بیت

کون لوگ مراد ہین ابن عباس رضی اللہ عنہ کا قول یہ ہے کہ یہودیون کو سردار مراد ہین جو حق کو
جان بوجہہ کر چھپاتے تھے اور بعض مفسرین کا قول یہ ہے کہ مشرکین مراد ہین جیسے ابو جہل اور ابو لہب
اور ولید بن مغیرہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس امر کی بڑی حرص اور تمنا تھی کہ کسی طرح یہ لوگ
ہدایت پا جاوین اور اونکو ضد اور انکار کی وجہ سے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو نہایت رنج ہوتا تھا
لہذا اللہ نے حضرت کو خبر دیدی کہ وہ مسلمان نہو نگے تا کہ آیندہ اونکی اسلام کی حرص امید نکرین
اور اونکی ضد اور انکار پر رنج ہو - اسکو بعد جو اونکو دعوت اسلام تھی وہ صرف حجت پوری
کرنے کے واسطے تھی اور یہان سے یہ ظاہر ہوگیا کہ جو اللہ نے فرمایا کہ اونکا ڈرانا نہ ڈرانا برابر ہے
اس سے یہ مقصود نہین ہے کہ آیندہ اونکا ڈرانا چہوڑ دو بلکہ یہ مقصود ہے کہ اون بدنصیبونکی قسمت
مین ہدایت نہین اونکے انکار اور مخالفت پر رنج نہ کرو - اللہ نے یون فرمایا کہ ڈرانا اور نہ ڈرانا
اونکے لئے برابر ہے یون نہ فرمایا کہ تمہارے لئے برابر ہے اسلئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
اونکے ڈرانے مین مستحق اجر رسالت کے ہوتے تھے پس آپکے واسطے برابر نتہا البتہ کافرونکو تو
برابر تھا اس لئے کہ وہ ڈرانے سے ہدایت نہین پاتے تھے ف اگر اس آیت مین کافرون سے
خاص لوگ جیسے ابو جہل اور ابو لہب وغیرہ مراد سمجھے جاوین تو یہ غیب کی خبر بیان ہوئی یعنی رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دیدی کہ فلان فلان شخص ایمان نہین لانے کے پس یہ آیت منجملہ معجزات
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہوگی **خَتَمَ اللّٰهُ عَلٰی قُلُوْبِهِمْ وَعَلٰی سَمْعِهِمْ**
وَعَلٰٓی اَبْصَارِهِمْ غِشَاوَةٌ وَّلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ مہر لگا دی ہے
اللہ نے اونکے دلونپر اور ا
پردہ ہے اور اونکے لئے بڑا عذاب ہے
ہین نہ سمجھین گے - اور کانونپر
مہر لگانے سے مر
نہین گے اوسکا اثر اونکے دلونپر نہین ہوتا

امام احمد نے ابو نضرہ سے روایت کی ہے کہ ایک صحابی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تھے جنکا نام ابو عبید اللہ تھا جب وہ بیمار ہوے تو اونکی دوست بیمار پرسی کے لئے آئے وہ اوس وقت روتے تھے۔ یاروں نے کہا کہ روتے کیوں ہو کیا تمسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں کہا تھا کہ موچھیں چھوٹی کرو اور ہمیشہ یہی کیا کرو جب تک مجھسے قیامت میں ملو ابو عبید اللہ نے کہا کہ بیشک کہا تھا مگر میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ آپ نے فرمایا ہے کہ اللہ نے انسانوں کی ایک جماعت کو سیدھے ہاتھ کی مٹھی میں لیا اور دوسری جماعت کو دوسرے ہاتھ کی مٹھی میں لیا اور یہ کہدیا کہ یہ جنت کے لئے ہیں اور یہ دوزخ کے لئے ہیں اور مجھکو کچھ پرواہ نہیں۔ اب یہ نہیں معلوم کہ میں کس مٹھی میں ہوں۔ یہ مسئلہ ایسا نازک ہے جسپر غور کرنے سے انسان کے دل میں طرح طرح کے وسواس پیدا ہوتے ہیں بڑے بڑے علما اس مسئلہ کے غور کرنے کی وجہ سے گمراہ ہوگئے۔

عمرو بن عبید فرقہ معتزلہ کا ایک بڑا عالم تھا اسکو اس مسئلہ نے ایسا حیران کیا کہ کفر کے اقوال اوس سے صادر ہونے لگے۔ تاریخ خطیب میں ایک قصہ اوسکا یہ مذکور ہے کہ صحیحین میں جو ایک حدیث ہے جسکی روایت اعمش نے زید بن وہب سے اور اونہوں نے عبد اللہ ابن مسعود سے کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو صادق اور مصدوق تھے۔ یہ فرمایا ہے کہ تم میں ہر ایک کا مادہ شکم مادر میں جمع ہوتا ہے۔ چالیس روز تک نطفہ رہتا ہے پھر جما ہوا خون بنجاتا ہے اور چالیس روز تک اوسی حالت میں رہتا ہے۔ ... تک گوشت کا ٹکڑہ بنا ہوا رہتا ہے پھر اللہ ایک فرشتہ کو چار امروں کے لکھنے ... وہ فرشتہ آنکر اوسکے عمل
عمر اور اوسکا رزق اور اوسکا شقی
کوئی اور سعید ہونا نہیں کہ بعض تم میں۔

کا علم ہوا اور وہ اوس سے کہا گیا کہ تو اگر اللہ کی لعنت انسان اوس کہا تھا اور وہ اوسکی مشیت کی تکذیب کرتا تھا محمد بن عبد اللہ انصاری سے منقول ہے کہ اونہوں نے عمرو بن عبید کو خواب میں دیکھا کہ مسخ ہو کر بندر کی صورت ہو گیا ہے

ہو چکے ہین اسی اعتقاد کو ایمان بالقدر کہتے ہین ۔ یہ مضمون قرآن کی اس آیت سے بھی ظاہر ہو گیا
اور آیندہ بھی بہت سی آیتون مین اسکا بیان آویگا ۔ اور احادیث نبوی مین بھی اسکا بیان بڑی
تفصیل کے ساتھ ہے ۔ مسلم نے عبد اللہ بن عمر سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم نے فرمایا ہے کہ سب آدمیون کے دل اللہ کی دو انگلیون مین اسطرح ہین جیسے ایک ہی
دل ہو پھیر دیتا ہے اونکو جسطرف چاہتا ہے ۔ یہ فرما کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یون
دعا مانگی کہ ای اللہ پھیرنے والے دلونکے پھیر دے ہمارے دلون کو اپنی اطاعت کیطرف ۔ مسلم نے عمران
بن حصین سے روایت کی ہے جسکا ملخص یہ ہے کہ دو شخص قبیلہ مزینہ سے رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم کیخدمت مین حاضر ہوئی اور اونہون نے التماس کیا کہ یا رسول اللہ یہ خبر دیجیے کہ آدمی اب جو عمل کرتے
ہین اور اوس مین کوشش کرتے ہین کیا یہ ایسا امر ہے جسکا حکم اونپر مقرر ہو چکا اور تقدیر جاری ہو چکی
یا ایسا امر ہے جسکا تعلق آیندہ سے ہے اوس قسم سے کہ اونکے نبی نے اونکو بتایا اور اونکی دلیل اونپر
ثابت ہوئی حضرت نے فرمایا کہ ایسا نہیں ہے بلکہ حکم اونپر ہو چکا اور تقدیر جاری ہو چکی اور اسکی تصدیق
اللہ کی کتاب مین موجود ہے ونفس وما سواہا فالہمہا فجورہا وتقواہا یعنی قسم ہے نفس
کی اور اوسکی جسنے اوسکو سنوارا پھر بتا دی اوسکو نافرمانی اوسکی اور تقوے اوسکا ۔ بخاری نے ابو ہریرہ
سے روایت کی ہے وہ کہتے ہین کہ مینے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ مین ایک
جوان آدمی ہون اور مجکو اپنے نفس پر یہ خوف ہے کہ کہین زنا مین نہ مبتلا ہو جاؤن اور اتنی
مجھمین وسعت نہین کہ نکاح [illegible] اس تقریر مین اسبات کی اجازت چاہتے تھے
خصی ہو جاوین یعنی مرد [illegible] رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ساکت ہو رہے
[illegible] ما ۔ پھر حضرت [illegible] مین نے عرض کیا تو حضرت نے فرمایا کہ [illegible]
[illegible] بدالی ہے اب خواہ نامرد بن خواہ [illegible] کو چھوڑ

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی بڑے تشدد کے ساتھ اس مسئلہ میں غور وفکر کرنے سے
نہی فرمائی ہے۔ ترمذی نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم ہمارے مجمع میں تشریف لائے ہم اوسوقت تقدیر کے مسئلہ میں بحث کر رہے تھے یہ سنکر رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسا غضب آیا کہ گویا انار کے دانے حضرت کے رخسار مبارک پہ توڑے گئے
ہیں پھر آپنے فرمایا کیا اسی جھگڑے کا تمکو حکم ہوا ہے کیا اسی لئے میں تم میں بھیجا گیا ہوں۔ بیشک
تم سے پہلی امتوں نے جب اس امر میں جھگڑا کیا ہلاک ہوگئے میں تمپر واجب کرتا ہوں کہ اس امر میں
ہرگز جھگڑا نکرو۔ جو لوگ کہ اس مسئلہ تقدیر کے منکر ہیں انکے واسطے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
سخت مذمت بطور پیشین گوئی کے بیان فرمائی ہے۔ اس باب میں بہت سی حدیثیں ہیں ہم بجملہ
اونکے دو روایتیں ابوداود کی نقل کرتے ہیں جو ابن عمر کے واسطے سے ہیں۔ ایک یہ کہ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اس امت میں بھی صورت بگڑ جانے اور زمین میں دھنس جانے کا
عذاب ہوگا اور یہ ان لوگوں کے واسطے ہوگا جو مسئلہ قدر کی تکذیب کرتے ہیں دوسری روایت یہ ہے
کہ قدریئے (منکران تقدیر) اس امت کے مجوس ہیں۔ اگر وہ بیمار ہوں تو اونکی عیادت نہ کرو اور مریں
تو اونکے جنازوں میں شریک نہو۔ اس فرقہ کے مقابلہ میں ایک باطل فرقہ جبریہ ہے جسکا یہ عقیدہ ہے
کہ آدمی کا کوئی قصور ہی نہیں اس لئے کہ وہ بالکل مجبور ہے یہ دونو فرقے اسوجہ سے گمراہ ہوئے
کہ انہوں نے قرآن وحدیث کے مقابلہ میں اپنی عقل کو دخل دیا۔ محققین کا قول ہے کہ اس مسئلہ
کا مدار صرف کتاب وسنت پر ہے عقل محض کو کچھ تعلق نہیں جسنے کتاب وسنت کو چھوڑ کر عقل سے
کام لیا وہ گمراہی میں پڑا اسیوجہ سے ... س لاحل مسئلہ میں بالکل قرآن
وحدیث کیطرف رجوع کیا اور اگرچہ ... نہ آئیں مگر اپنی عقل ... بر
کو بالکل قابل اعتبار ...

کہ جنت اونسے گز بہر رہجاتی ہے پہر اونکی تقدیر غالب آتی ہے۔ اور وہ دوزخیون کی عمل مین مبتلا ہوجاتے ہین۔ پہر دوزخ مین داخل ہوتے ہین اور بعض تم مین سے اہل نار کے عمل کرتے ہین یہانتک کہ دوزخ اونسے گز بہر رہجاتا ہے پہر تقدیر غالب آتی ہے اور اہل جنت کے عمل شروع کردیتے ہین پس جنت مین داخل ہوجاتے ہین۔ عمرو بن عبید نے اس حدیث کو سنکر کہاکہ اگر مین اعمش کو یہ کہتے ہوے سنتا تو اوسکی تکذیب کرتا اور اگر مین وہب کو یہ کہتے ہوے سنتا تو قبول نہ کرتا اور ابن مسعود سے سنتا تو نہ مانتا اور اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنتا تو رد کردیتا اور اگر اللہ کو یہ کہتے ہوے سنتا تو کہتا کہ اس بات پر تو نے ہمسے عہد نہین لیا ہے نعوذ باللہ منہا درحقیقت یہ کلمات کفر صریح ہین۔ مگر عمرو بن عبید سا صاحب علم ایسی گمراہی مین اسوجہ سے مبتلا ہوگیا کہ اوس نے مخبر صادق کی خبر کا اپنی عقل سے مقابلہ کیا اسی طرح عمرو بن عبید کا ایک اور قصہ بھی تاریخ خطیب مین لکھا ہے۔ کسی شخص نے اوس سے پوچھا کہ جسطرح تمام قرآن لوح محفوظ مین لکھا ہوا تہا اسیطرح تبت یدا ابی لہب بہی لکھا تھا یا نہین۔ عمرو بن عبید نے جواب دیا کہ جسطرح اب قرآن مین ہے اسطرح نہین لکھا تہا بلکہ یون لکھا تھا کہ تبت یدا من عمل مثل عمل ابی لہب (یہ خبط اوسکو صرف اس خیال سے پیدا ہوا کہ اگر ابولہب کے پیدا ہونے سے پہلے خدا اوسکی خرابی کی خبر لوح محفوظ مین لکھ چکا ہے تو پہر ابولہب کا کیا قصور ہے) یہ سنکر سائل نے کہا کہ نماز مین بہی اسیطرح پڑہنا چاہیے اسکا جواب عمرو بن عبید نہ دیسکا اور خفا ہوگیا۔

امام فخرالدین رازی نے تفـ [illegible] روایت کے نقل کرنے کے بعد یہ لکھا ہے کہ اس

حکایت سے یہ معلوم ہوا [illegible] ت مین بہی شک تہا نعوذ باللہ

من ہذہ الخرافات جب [illegible] مین بحث اور غور کرنے سے یہ حال ہوا

[illegible] حالت ہو [illegible] مین بحث کرنے سے منع کیا کرتے ہین

یون سمجھنا چاہیے کہ یہ اعتقاد بھی اللہ کیطرف سے ایک تکلیف بندون کے امتحان کے لئے
مقرر کی گئی ہے جو مطیع ہین وہ اوسکو مانینگے خواہ سمجھ مین آتے یا نہ آتے جو نافرمان ہا
وہ قسم قسم کے شبہات پیدا کرینگے - ظاہرا یہ گمان کیا جاتا ہے کہ جب ہم دوسرے عالم
پہونچینگے اوسوقت اللہ اس لاحل مسئلے کے اسرار ہمپر کھولدیگا - اسوقت جو اس مسئلے کیوجہ
حیرانی ہمکو حاصل ہے اوسکی فی الجملہ تسکین ہم یون کرسکتے ہین کہ اللہ جلشانہ نے دنیا
انتظام اسطرح مقرر کیا ہے کہ اگرچہ تمام امور موافق تقدیر الہی کے واقع ہوتے ہین مگر انسا
اور جانور جو حرکتین کرتے ہین دنیا کے معاملات مین بڑے بڑے کام اپنے گمان کے بموجب
اپنی راے اور تدبیر سے کرتے ہین صلح و جنگ اپنے اختیار مین سمجھتے ہین اپنی حرکتون
پتھر کی حرکتون کی طرح نہین جانتے بلکہ اپنے ہاتھہ پانون اور تمام اعضا کو اپنا مطیع جانتے
سلطنتون کا انتظام اپنی تدبیرون سے کرتے ہین بہت سے لوگ ایسے ہین کہ نعوذ باللہ منہا
خدا کو مانتے بھی نہین اونکو اس بات کا وہم بھی نہین ہوتا کہ ہم کسی اور کے اختیار مین ہین غرض
دنیا کا کارخانہ ایسی غفلت کے حجاب مین ظاہر ہوا کہ ہر شخص اپنے افعال مین اپنے آپکو مستقل
سمجھنے لگا اسی سمجھہ پر شریعت کی تکلیف کا مدار ہے واللہ اعلم بالصواب - اکثر عوام کی عادت
ہوتی ہے کہ دنیا کے کام تو بڑی چالاکی اور ہوشیاری کے ساتھہ کرتے ہین ہان اپنی مجبوری کا
وہم بھی اونکو نہین آتا بیمار ہون تو دوا دارو مین بڑی کوشش کرتے ہین - اپنی نفسانی خواہشات
کے حاصل کرنے مین بے انتہا سعی کرتے ہین مگر امور دین مین بالکل سستی اختیار کرلیتے ہین
اور جب کوئی اس امر مین اونکو نصیحت کرے تو تقدیر کا مسئلہ جواب مین پیش کرتے ہین ایسے
لوگونکو یہ بھی خوب سمجھہ لینا چاہیے کہ اسمین شک نہین کہ سارے امور اللہ کیطرف سے ہین مگر جس
شخص کی توجہ افعال خیر کیطرف ہوتی ہے اوسپر یقین کیا جاتا ہے کہ
اسکا خاتمہ ہو گیا

جب خالص کتاب وسنت کیطرف رجوع کیا جاتا ہے اور اپنی ناقص عقل کو کچھہ دخل نہین دیا جاتا تو دو باتین ثابت ہوتی ہین ایک یہ کہ دنیا مین جتنے واقعات ہوتے ہین خواہ اچھے یا برے انسان سے متعلق یا اور حیوانات یا جمادات سے خواہ ہدایت ہو یا گمراہی بیماری ہو یا تندرستی فراغت ہو یا تنگدستی۔ دوستی ہو یا عداوت۔ موت ہو یا زندگی۔ ظلم ہو یا انصاف غرض جو کچھہ دنیا مین ہو چکا اور ہو رہا ہے اور آیندہ ہوگا یہ سب واقعات اللہ کے علم مین پہلے مقرر ہو چکے ہین اور اوسی کی بموجب ظاہر ہوتے جاتے ہین ایک ذرہ بغیر اوسکے حکم کے حرکت نہین کر سکتا یہی مسئلہ تقدیر کا ہے جسکی تفصیل کسیقدر ہم بیان کر چکے۔ دوسرے یہ کہ اللہ جلشانہ نے جابجا کافرون اور نافرمانونکو قصور وار اور ملزم بہی ٹھہرایا ہے اور دار و مدار انتظام شریعت کا اسی پر ہے انبیا کو بہیجکر احکام اپنے مشتہر کئے۔ اور یہ حکم دیا کہ جو انکو مانے گا وہ عذاب سے نجات اور جنت مین ثواب پائے گا اور جو نہ مانے گا وہ دوزخ کے سخت عذاب مین مبتلا ہوگا یہ دونو باتین جو کتاب وسنت سے ثابت ہوئین ان دونو کو جمع کرنے سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ مذہب حق جبر وقدر کے درمیان مین ہے یعنی نہ انسان بالکل اختیار رکہتا ہے نہ بالکل مجبور ہے

امام جعفر صادق[1] رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ جبریہ وقدریہ دونو غلطی پر ہین اور امر حق ان دونو کے درمیان مین ہے یہ ایسی بات ہے کہ جسکے مطلب کو عقل ناقص اچھی طرح سمجھہ نہین سکتی یعنی جبکہ جبر بہی نہین اور اختیار بہی نہین تو پہر کیا ہے مگر جو لوگ اللہ اور رسول پر پورا پورا ایمان لاچکے ہین اور اوسکے حکم پر اپنی گردن ... [illegible] انتے ہین کہ حق وہی ہے جو کتاب وسنت سے ثابت ہو خواہ ہماری ... [illegible] باتین شریعت کی ایسی ہین جو ہماری سمجھہ ... [illegible] باتین مگر ... [illegible] ت متشابہات کی مراد اور حقیقت ... [illegible] رہ اسی قسم مین یہ مسئلہ بہی شامل ہے

[1] امام جعفر صادق بن محمد باقر بن علی زین العابدین بن حسین بن علی ہاشمی رضی اللہ عنہ ... صدق مقال کی وجہ سے انکا لقب صادق مشہور ہوا سادات اہل بیت سے ہین بہت بڑے فقیہ ہین روایت مین صدوق سمجھے جاتے ہین صحیح مسلم اور سنن اربعہ مین انکی حدیث کی روایتین ہین ... [illegible]

پیدا کیا ہے اور یہ دوزخیون کے سے عمل کرینگے ایک شخص نے عرض کیا کہ پہر یا رسول اللہ
عمل سے کیا حاصل آپ نے فرمایا کہ اللہ نے جس بندے کو جنت کے واسطے پیدا کیا ہے
اوسے اہل جنت کے کامون مین مشغول کردیتا ہے یہان تک کہ اوسکی موت بہی اہل جنت کے عمل پر
ہوتی ہے اور اوسکے صلہ مین اوسکو جنت مین داخل کردیتا ہے اور جسکو دوزخ کے لئے پیدا کرتا ہے اوسکو
دوزخیون کے کامون مین مشغول کردیتا ہے یہان تک کہ اوسکی موت بھی دوزخیونکے عمل پر ہوتی ہے
پہر اوسکو دوزخ مین داخل کردیتا ہے۔ ترمذی نے عبد اللہ بن عمر سے روایت کی ہے کہ ایک مرتبہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لائے اور آپ کے دونون ہاتھون مین دو کتابین تہین آپنے
ہم سب سے پوچھا کہ تم جانتے ہو یہ دونون کتابین کیا ہین ہمنے عرض کیا کہ یا رسول اللہ آپ ہی اسکی
خبر دین آپنے سیدہے ہاتھ کی کتاب کو فرمایا کہ یہ رب العالمین کیطرف سے کتاب ہے اس مین
تمام اہل جنت کے نام مع ولدیت اور قوم کے لکھے ہین پہر آخر مین سب کے میزان لگائی گئی ہے نہ اوسمین
بڑہین گے نہ کم ہونگے پہر دست چپ کی کتاب کو فرمایا کہ یہ کتاب ہے رب العالمین کیطرف سے اس
مین اہل دوزخ کے نام مع ولدیت اور قومیت کے لکھے ہین پہر آخر مین اوسکی میزان لگائی گئی ہے
نہ اوس سے بڑہین گے نہ گہٹین گے صحابہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ اگر اس کام سے پہلے ہی
فراغت ہوچکی تو پہر ہمارا عمل کس لئے ہے حضرت نے فرمایا کہ اعمال کو درست کرو اور اللہ سے نزدیکی
ڈہونڈو واسطے کہ جنتی کا خاتمہ جنت کے کام پر ہوتا ہے اور اگرچہ کوئی عمل کیا کرے اور دوزخی کا خاتمہ
دوزخ کے عمل پر ہوتا ہے اگرچہ کیسے ہی کام کیا کرے پہر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دونون
ہاتھون سے اشارہ کیا اور دونون کتابونکو ڈالدیا اور فرمایا کہ فارغ ہوگیا رب تمہارا بندون سے ایک
فریق جنت مین ہے اور ایک فریق دوزخ مین۔ امام احمد اور ابوداود اور ابن ماجہ نے ابن دیلمی سے روایت
کی ہے وہ کہتے ہین کہ مین ابی بن کعب کے پاس آیا اور اون سے کہا کہ میرے دل مین مسئلہ تقدیر

ابن دیلمی نقب [illegible]
عبد اللہ بن فیروز
دیلمی ہے [illegible]
تابعین سے ہین
ضعن روایت مین
نقۃ ہین بعض نے
انکو صحابی کہا ہے
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible] ۱۲

تو بیشک اللہ نے جنت کے واسطے اوسکو پیدا کیا ہے اور جو شخص برے کامونکیطرف متوجہ ہوتا ہے
اوسپر یہ خوف ہوتا ہے کہ اگر اسی حالت مین وہ مرگیا تو بیشک خدا کا غضب اوسپر نازل ہوگا بس
ہر شخص اپنے افعال کو دیکھ کر اپنا انجام بظن غالب معلوم کرسکتا ہے اس مسئلہ مین رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام کے زمانے مین بھی لوگونکو شبہات واقع ہوتے تھے اور حضرت
نے اور صحابہ نے اوسکے جواب دئے ہین اونکو بھی ہم نقل کرتے ہین صحیحین مین حضرت علی
کرم اللہ وجہہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم مین سے ہر ایک کی تقدیر
مین لکھا گیا کہ ٹھکانا اوسکا دوزخ مین ہے یا مقام اوسکا جنت مین ہے صحابہ نے عرض کیا کہ
یا رسول اللہ پھر ہم تقدیر پر بھروسا کیون نہ کرلین اور عمل چھوڑ دین حضرت نے فرمایا کہ عمل کئے جاؤ
ہر شخص کے واسطے وہی عمل آسان ہوگئے ہین جن کے لئے وہ پیدا کیا گیا ہے جو صاحب سعادت ہے
اوس کے لئے سعادت کے اعمال آسان ہوجاتے ہین اور جو شقی ہین اوس کے لئے شقاوت کے
اعمال آسان ہوجاتے ہین۔ پھر حضرت نے یہ آیت پڑھی فاما من اعطی واتقی وصدق بالحسنی
فسنیسرہ للیسری واما من بخل واستغنی وکذب بالحسنی فسنیسرہ للعسری یعنی جسنے صدقہ
دیا اور تقوے کیا اور اچھے کلمہ کو مانا اوسکے لئے سامان کردینگے ہم آسانی کا اور جسنے بخل کیا
اور بے پروائی کی اور اچھے کلمہ کو جھٹلایا اوس کے لئے سامان کردین گے ہم مصیبت کا۔
امام مالک اور ترمذی اور ابو داؤد نے حضرت عمر رضہ سے روایت کی ہے وہ کہتے ہین کہ مین نے
سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یون فرماتے تھے کہ اللہ نے آدم کو پیدا کیا پھر اوسکی پیٹھ پر اپنا
سیدھا ہاتھ پھیرا اوسمین سے اونکی کچھ ذریت نکالی پھر اللہ نے کہا کہ مین نے ان سب کو جنت
کے لئے پیدا کیا ہے اور یہ اہل جنت کے اعمال کرین گے۔ اس کے بعد پھر آدم کی پیٹھ
پر ہاتھ پھیرا اوسمین سے اونکی کچھ ذریت نکالی پھر کہا کہ مین نے ان سب کو دوزخ کیلئے

قرآن کی ہے تو یہ مسئلہ بھی بیشک قرآن سے ثابت ہے اب اگر مفسرین نے اس جمع
مسئلہ تقدیر کو ذکر کیا تو بیجا نہین کیا سید صاحب لکھتے ہین جو کام بندونسے ہوتے ہیں
اونکی نسبت اللہ فرماتا ہے کہ ہمنے کیا یعنی اسباب کو بیچ مین سے نکال کر فرماتا ہے ہمنے مینہ برسایا
ہمنے درخت اگائے ہمنے دریا بہائے ہمنے سمندر مین جہاز تیرائے ہمنے اوڑتے جانور ہوا مین
تھمائے اس سے اپنی عظمت وشان اور اپنی علۃ العلل یعنی تمام چیزونکی اخیر علت یا خالق ہونے
کا بندونپر اظہار مقصود ہوتا ہے **اقول** مسلمانونکا اعتقاد ہے کہ خدا کے ملک مین غیر کا تصرف
کسی طرح نہین ہوسکتا اور جو افعال انسان سے سرزد ہون یا بنظر ظاہر بعض اسباب پر متفرع
ہون وہ درحقیقت اللہ کے حکم اور ارادہ سے ظاہر ہوتے ہین اور چونکہ واسطونکو درحقیقت
ان چیزونکے پیدا کرنے مین کوئی دخل نہین اس لئے اس مین کچھہ شک نہین کہ جو کچھہ ہوتا ہے
اللہ کرتا ہے وہی بندونکے ہاتہونپر تمام اچھے برے کام ظاہر کرتا ہے اور وہی مینہ برساتا ہے
وہی درخت جماتا ہے وہی دریا بہاتا ہے وہی سمندر مین جہاز تیراتا ہے وہی اوڑتے جانورون
کو ہوا مین تھماتا ہے۔ یہ سب باتین سچی ہین واسطونکی نمود صرف ظاہری ہے درحقیقت تمام حوادث
مین بلاواسطہ اللہ کا تصرف ہے۔ حوادث کی علت مستقلہ واسطونکو سمجھنا اور خدا کو علت اخیرہ یا
علۃ العلل کہنا اسکے معنی تو یہ ہوتے کہ خدا نے کچھہ چیزین پیدا کردین پھر وہ چیزین خود خالق بنگئین
اور تمام حوادث کو وہی پیدا کر رہی ہین خدا سے اب صرف اتنا لگاؤ باقی ہے کہ وہ علۃ العلل ہے
یعنی جو چیزین حوادث کی علت ہین اونکا اخیر علت خدا ہے مثلا خدا نے ہوا پیدا کی اب ہوا نے
جو بادل کو پیدا کیا اور بادل نے جو مینہ برسایا اسمین خدا کا کچھہ تصرف نہین۔ یہ جو کہتے ہین کہ خدا نے
مینہ برسایا اسکے معنی صرف یہ ہین کہ مینہ کی علت بادل ہین اور اونکی علت ہوا ہے اوسکا پیدا کرنیوالا
خدا ہے اسکے سوا مینہ برسانے سے خدا کو کوئی تعلق نہین۔ نعوذ باللہ من ذلک یہ اعتقاد خالص

کی نسبت کچھ شبہ پیدا ہوا ہے آپ مجھسے اس مسئلہ کا کچھ بیان کریں شاید میرے دلسے یہ شبہہ نکلجاوے ابی بن کعب نے کہا کہ اگر اللہ تمام آسمان والون اور تمام زمین والونپر عذاب کرے تو اسکا عذاب کرنے سے وہ ظالم نہو گا اور اگر اونپر رحم کرے تو اوس کی رحمت اون کے اعمال سے بہتر ہوگی اور اگر تو کوہ احد کی برابر سونا اللہ کی راہ مین خرچ کردے تو اللہ نہین قبول کرے گا جب تک کہ تو مسئلہ تقدیر پر ایمان نہ لاوے اور تو یقین جان لے کہ جو تجھپر پہونچا وہ تجھسے بچ نہیں سکتا تھا اور جو بچ گیا وہ پہونچ نہین سکتا تھا اور اگر تو اس اعتقاد پر نہ مرے گا تو دوزخ مین داخل ہوگا۔ ابن دیلمی کہتے ہین کہ پھر مین عبداللہ بن مسعود کے پاس آیا اونہون نے بھی یہی کہا جو ابی بن کعب نے کہا تھا۔ پھر مین حذیفہ کے پاس آیا اونہون نے بھی یہی کہا پھر مین زید بن ثابت کے پاس آیا اونہون نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہی قول نقل کیا۔ واللہ اعلم بالصواب ف اس موقع پر سید احمد خانصاحب نے اپنی تفسیر مین جو بحث کی ہے ہم اوسکا ملخص مع جواب کے نقل کرتے مین۔ وہ کہتے مین کہ تقدیر کا مسئلہ منزل من اللہ نہین اور اس موقع پر مفسرین نے جو اس مسئلہ کو لکھا ہے یہ اونکی غلطی ہے قرآن مین اس مسئلہ کا کچھ تذکرہ نہین جواب سید صاحب کا نہایت عجیب ہے اسلئے کہ قرآن مین اس مسئلہ کا ذکر جا بجا ہے اور تفصیل سے یہ بات بیان کی گئی ہے کہ ہدایت اور ضلالت دونون من جانب اللہ ہین کسی دوسرے کے اختیار مین نہین۔ یہی آیت جسکی تفسیر ہم لکھ رہے ہین اس مسئلہ کو بخوبی ظاہر کرتی ہے اسلئے کہ اوس سے ثابت ہوتا ہے کہ جو کافر اوس مین مراد ہین اونکا ڈرانا اور نہ ڈرانا دونون برابر ہین وہ ہرگز مسلمان نہونگے اس لئے کہ اونکے دلون پر اللہ نے مہر لگادی ہے اور انکھون پر اور کانون پر پردہ ڈالدیا ہے۔ جب دلونپر مہر خدا نے لگائی اور انکھونپر اور کانونپر پردہ خدا نے ڈالا تو یہ بات ثابت ہوگئی کہ خدا کو ہی اونکی ہدایت منظور نہین یہی مسئلہ تقدیر ہے پس اگر یہ آیت

کہ فرقۂ جبریہ والے بندے کو خدا کے ہاتھ مین مجبور سمجھتے ہین اور سید صاحب علت قریبہ ویسکی اعضا کی بناوٹ کو ٹھہراتے ہین۔ تفصیل اوسکی ہمارے بیان سابق سے بخوبی ظاہر ہوچکی اب اعادہ کی ضرورت نہین۔

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَقُولُ آمَنَّا بِاللَّهِ وَبِالْيَوْمِ الْآخِرِ وَمَا هُمْ بِمُؤْمِنِينَ ۝

آدمیون مین سے وہ بھی ہین جو کہتے ہین کہ ہم خدا پر اور آخرت کے دن پر ایمان لائے ہین اور نہین ہین وہ مومن **ف** جب تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ مین تشریف رکھتے تھے کفار کو قوت تھی اور علانیہ انکار کرتے تھے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت کرکے مدینہ کو تشریف لائے تو یہانکے رہنے والے قبائل انصار اور اونکے علاوہ یہود تھے قبائل انصار مین سے قریب قریب تمام کے مسلمان ہوگئے مگر شاذ و نادر چند آدمی مسلمان نہوئے یہودیون مین سے بہت تھوڑے ایمان لائے باقی اپنے کفر کیحالت پر رہے۔ قوم انصار یعنی قبائل اوس اور خزرج مین سے جو مسلمان نہوئے تھے وہ یہودیون کے ساتھ رازدار تھے مگر وہ ایسے ضعیف تھے کہ بظاہر اونکو انکار اسلام کی جرات نہی دل مین اونکے کفر تھا مگر ظاہر مین اپنی جان بچانے کیواسطے وہ مسلمانونکے سامنے اسلام کا اقرار کرتے تھے اور خفیہ یہودیون سے مشورے کیا کرتے تھے شریعت مین ایسے شخص کو جو دل مین کافر ہو اور ظاہر مین اسلام کا اقرار کرے منافق کہتے ہین اور چونکہ یہ سورت مدنی ہے اور منافق مدینہ مین ہی پیدا ہوئے تہے اس سے پہلے نہ تھے اسلیئے اس مین منافقین کا ذکر بتفصیل بیان ہوا اگرچہ منافقونکی تعداد مسلمانونکے مقابلہ مین بہت ہی تہوڑی تہی مگر پھر بھی وہ اسقدر تھے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوۂ احد کیواسطے خروج کیا تو راستے مین سے تین سو منافق دغا دیکر واپس چلے آئے۔ علامہ دہلوی نے تفسیر عزیزی مین لکھا ہے نفاق کی کئی قسمین ہین پہلی قسم جو سب مین بدتر ہے وہ یہ ہے

مذہب اسلام کے بالکل خلاف ہے بلکہ ہوا کو بادل کا اور بادل کو مینہ کا خالق سمجھنا شرک ہے
خدا نے ہی ہوا پیدا کی اور ہوا کے ساتھہ خدا نے ہی بادل پیدا کئے اور خدا نے ہی مینہ برسایا
اللہ کے سوا اور کسی مین تاثیر اور تصرف کی ہرگز قدرت نہین البتہ اللہ کی عادت یون ہے کہ ہوا سے
بادل اور بادل سے پانی پیدا کرتا ہے مگر اسمین کچھہ شک نہین کہ پیدا سب کچھہ وہی کرتا ہے
پس اللہ کی قدرت درحقیقت بلا واسطہ تمام حوادث کے پیدا کرنے کی علت ہے نہ بواسطہ سید صاحب
نے جو خدا کو علۃ العلل بتایا اور اصلی علت حوادث کی اسباب کو بتایا اس صورت مین اسباب کیواسطے
قدرت اور تصرف ثابت کرنا اور انکو خدا کا شریک بنانا ہے اور جب سارے کام اللہ بلا واسطہ
کرتا ہے اور واسطہ صرف ظاہری نمایش ہے تو کافرونکے دلونپر مہرین بھی اللہ نے ہی لگائین اور
کانون اور آنکھونپر پردہ بھی اللہ نے ہی ڈالا اور ان سب کامونکی نسبت اللہ کیطرف درحقیقت
محض بلا واسطہ ہے اور جو واسطہ فرض کیا جائے وہ مستقل تاثیر کچھہ نہین رکھتا۔ اس کے بعد
سید صاحب لکھتے ہین کہ اچھے اور برے آدمیونکی اعضا کی بناوٹ خاص خاص قسم
کی ہوتی ہے یعنی اچھے آدمیونکی اعضا کی بناوٹ کے لئے کچھہ خاص علامتین مقرر ہین جتنے
اچھے آدمی ہونگے اونکے اعضا کی بناوٹ اوسی قسم کی ہوگی اور جن لوگون کے اعضا اون
علامتونکے مطابق ہونگے اونسے برے افعال سرزد نہین ہوسکتے اسی طرح برے آدمیون کے
اعضا کے لئے بھی کچھہ خاص علامتین مقرر ہین اور جنکے اعضا کی بناوٹ اوس طریقے کی ہوتی
ہے وہ نیک کام نہین کرسکتے۔ غرض ہر شخص نیک یا بدعمل کرنے پر اپنی بناوٹ کیوجہ سے
مجبور ہے اور اس مسئلہ کو مسائل شرعی سے خارج کرکے اونہون نے فن حکمت کا ایک مسئلہ
ٹھیرایا ہے۔ مگر ہماری تقریر سابقہ سے یہ بات ثابت ہوچکی کہ اس مسئلہ کو مسائل شرعی سے خارج
کرنا غلطی ہے۔ اور جو مذہب سید صاحب نے اختیار کیا ہے یہ فرقہ جبریہ کا مذہب ہے اتنا فرق ہے

مستحق زیادی غضب الہی کے ہوتے تھے اسیواسطے اللہ نے فرمایا کہ وہ اپنی جانونکے سوا کسی
اور کو دہوکا نہین دیتے مگر یہ بات اونکی سمجھہ مین نہین آتی۔ منافقونکا دہوکا یہ تہا کہ وہ دشمن کافر
تہے مگر دینے کو مسلمان ظاہر کرتے تہے اور اس سے غرض اونکی یہ ہوتی تھی کہ اونکی جان مسلمانونکے
ہاتھہ سے بچ جاوے اور جسطرح مسلمان باہم ایک دوسرے کے ساتھہ سلوک کرتے ہین اسیطرح
اونکے ساتھہ بہی کرین اور جومال غنیمت کا مسلمان جہاد مین حاصل کرین اوسمین سے بھی اونکو
حصہ ملجاوے اور اونکی یہ بہی غرض ہوتی تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اونکو اپنا خالص دوست جہکر
اپنے بہید کی باتونپر مطلع کر دینگے۔ اور اونکی خبرین وہ کفار مکہ کو پہونچاوین جنکی مسلمانون نے لڑائی تھی
ف نافع اور ابن کثیر اور ابو عمرو کی قرارت مین بجائے مایخدعون کے مایخادعون ہے۔
فِي قُلُوبِهِمْ مَرَضٌ فَزَادَهُمُ اللَّهُ مَرَضًا وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ بِمَا كَانُوا يَكْذِبُونَ ۝
ونکے دلونمین مرض ہے تو بڑہا دیا اونکو اللہ نے مرض مین اور اونکے لئے عذاب ایذا دینے والا ہے
سلئے کہ وہ جہوٹ بولتے ہین۔ ف اس آیت مین مرض سے مراد رنج اور حسد ہے اور وجہ اونکی
ہے کہ وہ لوگ خود سرداری حاصل کرنیکی آرزو رکہتے تھے مگر اونکو ریاست نہ ملی اور رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم اور اونکے ساتہیونکو عزت حاصل ہوئی حالانکہ وہ مدینہ کے رہنے والے نہتے
دوسرے ملک یعنی مکہ سے سکونت اپنی چہوڑ کر وہان ہجرت کرکے چلے گئے تھے پس رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت کو دیکھکر اونکو بہت رنج اور حسد ہوتا تہا اور چونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم کی شان وشوکت کو روز بروز اللہ نے بڑہایا اسوجہ سے اونکو رنج وحسد کی بیماری بڑہتی رہی اور
علانیہ منکرون کے مقابلہ مین منافقین کا فساد بڑہا ہوا تہا اسلئے کہ وہ دوست بنکر دغا دینا چاہتے
سلئے اونپر اس جہوٹ بولنے کا عذاب بہی زیادہ سخت ہوگا۔
وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ لَا تُفْسِدُوا فِي الْأَرْضِ قَالُوا إِنَّمَا نَحْنُ مُصْلِحُونَ ۝

کہ دل مین ایمان کا صاف انکار ہو اور زبان پر اقرار ہو۔ دوسری قسم یہ ہے کہ دل مین تذبذب اور
تردد رکھتا ہو یعنی ایک طرف پکا نہو ایمان اور کفر دونونکا پلہ برابر سمجھتا ہو اور یہی حالت زبان کی ہو
تیسری صورت یہ ہے کہ اگرچہ دل مین تصدیق ایمان کی حاصل ہو مگر گناہونکی کثرت اور دنیا کی
محبت اور اخلاق بد کی وجہ سے وہ ایمان ایسا ضعیف ہو جائے کہ اوسکا عدم وجود برابر ہو جائے
چنانچہ ایسے شخص آخرت کی مضرت گوارا کر لیتے ہین مگر اوس کیوجہ سے دنیا کی مضرت گوارا نہین
کرتے ایسے لوگونکا ایمان بھی اعتبار سے ساقط ہوتا ہے۔ انتہے ملخصہ راقم الحروف کہتا ہے
کہ اس آیت مین جسکی ہم تفسیر لکھہ رہے ہین منافقین کی قسم اول مراد ہے اور قسم ثانی کا ذکر قرآن مجید
دوسرے مقام پر ہے جہان اللہ نے فرمایا ہے مذبذبین بین ذلک لا الی ہؤلاء ولا الی ہؤلاء
اور قسم ثالث کا ذکر احادیث نبوی مین بتفصیل مذکور ہے صحیحین مین ابن عمر سے روایت ہے کہ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ چار صفتین جس شخص مین پائی جائینگی وہ خالص منافق ہوگا اور
جس شخص مین ایک خصلت اون مین سے پائی جائیگی اوسمین ایک خصلت نفاق کی پائی جائیگی
جب تک کہ اوسکو نچھوڑے وہ چارون خصلتین یہ ہین کہ جب اوسکے پاس امانت رکھو تو خیانت کرے
اور جب بات کہے تو جھوٹ کہے۔ اور جب عہد کرے تو عہد شکنی کرے اور جب دشمن ہے
تو بیہودہ باتین بکے۔ اس زمانہ کے اکثر آدمی جنکے نام مسلمانونکے سے ہین نفاق کی اس قسم
ثالث مین مبتلا ہین۔

يُخٰدِعُوْنَ اللّٰهَ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَمَا يَخْدَعُوْنَ اِلَّآ اَنْفُسَهُمْ وَمَا يَشْعُرُوْنَ ط دہوکا دیتے ہین اللہ کو اور ایمان والونکو اور نہین دہوکے مین ڈالتے ہین
مگر اپنی جانون کو اور وہ نہین سمجھتے **ف** اللہ کو دہوکا دینے سے مراد یہ ہے کہ اوسکی رسول کو
دہوکا دیتے ہین لیکن چونکہ اونکے دہوکا دینے کی بلا اونہین کی جانون پر پڑتی تہی یعنی

کہتے ہین کہ کیا ہم اوسطرح ایمان لاوین جیسے بیوقوف لوگ ایمان لائے ہان بیشک وہی منافق
بیوقوف ہین مگر جانتے نہین ف یعنی جب کوئی اونسے کہتا کہ تم نفاق کو چھوڑکر خالص مسلمان ہوجاؤ
جیسے کہ اور لوگ مسلمان ہوگئی تو وہ جواب دیتے تہے کہ کیا ہم بیوقوفونکیطرح ایمان لے آوین
ظاہر ایہ معلوم ہوتا ہے کہ جو مضمون اس آیت مین مذکور ہے وہ منافقونکی آپس کی بات چیت ہے
اور اسپر دو قرینے ہین ایک یہ کہ اونکو خالص ایمان کی نصیحت وہ شخص کریگا جو اونکے نفاق کے
بہید پر مطلع ہو اور اس راز سے منافق ہی باہم خوب واقف تہے اور کسیکو خبر نتہی۔ دوسرے یہ کہ
مسلمانونکے سامنے اونکو ایسے گستاخانہ جواب کی جرات نتہی اگلی آیت سے بہی معلوم ہوتا ہے
کہ مسلمانونکے سامنے اونکو اپنا ایمان ہی ظاہر کرنا پڑتا تہا پس معنی آیت کے یہ ہونگے کہ جب منافق
آپسمین بات چیت کرتے تہے اور دستور ہے کہ مشورہ کیوقت ہر پہلو پر گفتگو ہوتی ہے لہذا کبہی
یہ گفتگو بہی ہوتی ہوگی کہ او مسلمانونکیطرح خالص مسلمان ہی ہوجاؤ۔ ایسی گفتگو پیش کرنے والے کے
جواب مین اکثر منافق یون کہتے تہے کہ کیا ہم بہی بیوقوفونکیطرح ایمان لے آوین۔ اللہ نے
اونکی اس گفتگو کو نقل کرکے یہ امر ظاہر کردیا کہ درحقیقت منافق ہی بیوقوف ہین وہ اس امر کو
سمجہتے نہین۔ وَإِذَا لَقُوا الَّذِينَ آمَنُوا قَالُوا آمَنَّا وَإِذَا خَلَوْا إِلَىٰ شَيَاطِينِهِمْ
قَالُوا إِنَّا مَعَكُمْ إِنَّمَا نَحْنُ مُسْتَهْزِئُونَ ۝ اور جب وہ ملتے ہین مومنین سے تو کہتے ہین
کہ ہم ایمان لاآئے ہین اور جب تنہا ہوتے ہین اپنے شیطانونسے تو کہتے ہین ہم تو تمہارے ساتھ
ہین ہم تو اونسے تمسخر کیا کرتے ہین۔ ف شیاطین سے مراد یا تو منافقونکے سردار ہین اس
صورتمین مطلب یہ ہوگا کہ عوام منافقین مسلمانونکے سامنے ایمان کا اقرار کرجاتے تہے اور
جب اپنے سردارونکے پاس جاتے تہے تو اپنا دلی کفر ظاہر کرتے تہے اور جو گفتگو مسلمانون سے
کرگئے ہین اوسکو تمسخر جتاتے تہے یا شیاطین سے مراد وہ کفار ہین جو علانیہ منکر تہے تو اس

اور جب اونسے کہا جاتا ہے کہ فساد نکرو زمین مین تو وہ کہتے ہین کہ ہم تو اصلاح کرنیوالے
ف منافقون نے فساد تین قسم کے تھے ایک تو یہ کہ بیان کئے گئے ہیں دوسرا تہا تو یہ کہ وہ کافرون سے ملتے
اور اونکی بڑی تعظیم کرتے تھے تو کفار یہ سمجھتے تھے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے سب اصحاب ہی
کے ہین یعنی دل مین اونکے شریک نہین اسوجہ سے وہ مسلمانونکے گروہ کو ضعیف سمجھتے تھے۔ دوسرا
یہ کہ وہ دونون طرف آمد ورفت رکھتے تھے ادہر کی باتین اودہر اور اودہر کی باتین ادہر لگاتے
دونون فریقونمین دشمنی اور عناد بڑہاتے تھے۔ تیسرے یہ کہ جو خفیہ راز مسلمانونکے ہوتے تھے وہ
چھپے نہین رہتے تھے اسلئے کہ وہ مسلمانونمین ایسے ملے جلے تھے کہ گویا اونہین مین سے ہیں
منافقین اون باتونکی فوراً کافرونکو خبر پہونچادیا کرتے تہے اور جب ان فسادونکا اثر ظاہر ہو
تو مسلمانونپر بھی یہ بات اکثر کھلجاتی تہی کہ فلانے شخص نے یہ فساد کیا تو اوسوقت مین اونکو نصیحت
کرتے تھے کہ تم ایسا فساد برپا نکرو تو اوسوقت وہ اپنی حرکتونسے بالکل انکار کردیتے تھے جھوٹی
قسمین کہا لیتے تھے اور کہتے تھے کہ ہمسے ایسی حرکتین صادر نہین ہوسکتین ہم تو اصلاح
والے ہین۔ اور جو اونکی حرکتین اونکے ذمے ایسی ثابت ہوجاتی تہین کہ اون مین انکار کا
نہین رہتا تہا اونکی کچھ ایسی تاویلین کرتے تھے کہ یہ حرکتین ہمسے بغرض اصلاح کے تہیں
بغرض فساد۔ أَلَا إِنَّهُمْ هُمُ الْمُفْسِدُونَ وَلَٰكِن لَّا يَشْعُرُونَ ف ان بشنو
ہین مفسد مگر وہ سمجھتے نہین ف منافقونکا یہ عقیدہ تہا کہ مسلمان فساد کرنیوالے ہین اور
اونکو ایذا دینا عین اصلاح ہے اللہ اونکے اس عقیدہ کے رد مین فرماتا ہے کہ درحقیقت منافق
ہی مفسد ہین مگر وہ اس امر کو جانتے نہین۔ وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ آمِنُوا كَمَا آمَنَ النَّاسُ قَالُوا أَنُؤْمِنُ
كَمَا آمَنَ السُّفَهَاءُ ۗ أَلَا إِنَّهُمْ هُمُ السُّفَهَاءُ وَلَٰكِن لَّا يَعْلَمُونَ
اور جب لوگونسے کہا جاتا ہے کہ تم اوسی طرح ایمان لاو جسطرح آدمی ایمان لاتے ہین تو

مال سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر دیدیتا ہے ۔ منافقین جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور
صحابہ کے ساتھہ تمسخر کرتے تھے یہ سخت غضب الہی کا باعث تہا حالانکہ تمسخر عوام کے ساتھہ بھی
شرعا ممنوع ہے ابن ابی الدنیا نے حسن بصری سے روایت کی ہے کہ آدمیون سے جو لوگ تمسخر
کیا کرتے ہین اونکے لیے جنت کا ایک دروازہ کہولا جاویگا اور اونسے کہا جاوے گا کہ آؤ آؤ جب
وہ جانا چاہین گے فوراً بند کر لیا جاویگا ہمیشہ یہی ہوتا رہیگا یہ روایت اگرچہ مرسل ہے مگر
اوسکی سند صحیح ہے ۔ اور یہ جو فرمایا کہ اللہ نے اوسی سرکشی کی حالت مین اونکو حیران چھوڑ رکہا ہے
اس مین اللہ نے بدنصیبی اون منافقین کی ظاہر فرمادی یعنی یہ بات معلوم ہوگئی کہ اللہ نے اونکو
دوزخ کے لئے پیدا کیا ہے اسلیے گمراہی کے کام اونکے لیے آسان ہوگئے ہین اور اوس حالت
سے اونکو تنبہ نہین ہوتی ۔ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ اشْتَرَوُا الضَّلٰلَةَ بِالْهُدٰى فَمَا
رَبِحَتْ تِّجَارَتُهُمْ وَمَا كَانُوْا مُهْتَدِيْنَ ۝ وہ ایسے لوگ ہین کہ مول لی اونہون نے
گمراہی عوض ہدایت کے تو نہ فائدہ دیا اونکی تجارت نے اور نہ ہوئے وہ ہدایت پانیوالے ۔ ف
گمراہی کو ہدایت کے عوض مول لینے کے معنی یہ ہین کہ ہدایت کو چھوڑ کر گمراہی اختیار کی ۔ مَثَلُهُمْ
كَمَثَلِ الَّذِي اسْتَوْقَدَ نَارًا ۚ فَلَمَّآ اَضَآءَتْ مَا حَوْلَهٗ ذَهَبَ اللّٰهُ بِنُوْرِهِمْ وَتَرَكَهُمْ فِيْ
ظُلُمٰتٍ لَّا يُبْصِرُوْنَ ۝ صُمٌّ بُكْمٌ عُمْيٌ فَهُمْ لَا يَرْجِعُوْنَ ۝ مثال اونکی ایسی ہے کہ جیسے کسی نے
روشن کی آگ تو جب چمکا دین اوسنے وہ چیزین جو اوسکے گرد تہین کہو دیا اللہ نے نور اونکا اور چھوڑ دیا اونکو
اندھیرے مین کہ کچھہ نہین دیکھتے ۔ وہ بہرے گونگے اندھے ہین اب وہ نہین پلٹتے ۔ ف منافقون نے جو بظاہر
اقرار ایمان کا کیا تہا تو دنیا مین مسلمانونکے ہاتھہ سے اونکی جان و مال بچ گئے اور احکام اسلام
اونپر جاری ہوگئے غنیمت کے مال مین اونکو حصہ ملنے لگا یہ ایسی بات ہوئی جیسے کسی نے آگ جلائی
اور اوسکی روشنی اوسکے گرد پہیلی ۔ اور چونکہ مرتے ہی منافق احکام اسلام سے محروم ہوگئے

صورت مین یہ مراد ہوگی کہ جب منافق علانیہ کافرونکے پاس جاتے تہے تو اونکے ساتہہ اپنی
رفاقت ظاہر کرتے تہے۔ صاحب تفسیر بیضاوی نے اس آیت کے نزول کا سبب یہ لکھا
کہ منافقونکا سردار عبداللہ بن ابی اپنے یارونکے ساتہہ جاتا تہا سامنے سے ایک گروہ
سامنے آگیا جسمین خلفاء ثلثہ بہی موجود تہے عبداللہ بن ابی نے اپنے یارون سے کہا کہ
مین ان سفیہونکو کسطرح تمہاری طرف سے پہیرتا ہون چنانچہ اول اوسنے حضرت ابو بکر
صدیق رضی اللہ عنہ کا ہاتہہ پکڑکے کہا کہ خوشخبری ہو تمکو اے صدیق قبیلہ بنی تیم کے سردار شیخ
غار مین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے رفیق اپنے جان ومال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
کیواسطے خرچ کرنیوالے۔ پہر اوسنے حضرت عمر کا ہاتہہ اپنے ہاتہہ مین لیکر کہا کہ خوشخبری ہو
قبیلہ بنی عدی کے سردار حق وباطل مین فرق کرنیوالے دین مین تو ہی اپنی جان اور مال رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر تصدق کرنیوالے پہر حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا ہاتہہ اپنے ہاتہہ مین لیکر
کہا کہ خوشخبری ہو تمکو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا کے بیٹے اور اونکے داماد اور رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا تمام بنی ہاشم کے سردار۔ اوسوقت اللہ نے یہ آیت نازل
فرمائی۔ صاحب بیضاوی نے اس روایت کو بغیر سند کے ذکر کیا ہے۔ مگر واحدی
نے بسند ضعیف اوسکی روایت کی ہے۔ اَللّٰهُ يَسْتَهْزِئُ بِهِمْ وَيَمُدُّهُمْ
فِي طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُونَ ۞ اللہ ٹہٹا کرتا ہے اونکے ساتہہ اور چہوڑتا ہے انکو
سرکشی مین حیران۔ ف اللہ کے ٹہٹا کرنے سے مراد یہ ہے کہ منافق جو مسلمانون سے
ٹہٹا کرتے ہین اوسکا بدلا دیتا ہے۔ یا یہ مراد ہے کہ منافق جو مسلمانون کے ساتہہ تمسخر کرتے
اوسکا ضرر مسلمانونکو نہین پہونچتا تہا بلکہ اونہین منافقون پر عائد ہوتا تہا۔ پس گویا منافقون نے
مسلمانونکے ساتہہ تمسخر نہین کیا بلکہ اللہ نے منافقون کے ساتہہ تمسخر کیا یا مراد ہے کہ اللہ منافقون

بینائی کو خیرہ کئے دیتی ہو جب بجلی کی روشنی چمکے تو وہ چلنے لگے اور جب اندھیرا ہو جاوے تو وہ رُک جاوے منافقین کی حالت پر اس مثال کو منطبق کرنےمین مفسرین نے بہت سی وجہین لکھی ہین ایک سیدہی سادی عام فہم بات تو یہ ہے کہ جو شخص ایسی حالت مین مبتلا ہوتا ہے وہ سخت حیران اور پریشان ہوتا ہے اور چونکہ منافق بہی سخت حیران اور پریشان تہے اسلئے کہ مسلمانون کی شان وشوکت دیکھکر روز بروز اونکا صدمہ بڑہتا تہا اونکو ہر دم ڈر تہا کہ مسلمانون پر ہمارا نفاق نہ کہلجاوے اور ہمین قتل نہ کر ڈالین اور چونکہ وہ بظاہر اپنے آپ کو مسلمان کہتے تہے اسلئے اونکو یہ بھی تکلیفین دیجاتی تہین کہ زکوۃ دو نماز پڑہو روزے رکہو جہاد کو چلو یہ سب باتین اونپر سخت ناگوار تہین پس اونکی حالت سخت پریشانی اور حیرانی مین تھی اسلئے اللہ نے اونکی حیرانی اور پریشانی کی حالت سمجہانے کیواسطے یہ مثال بیان کی کہ جیسے کوئی شخص بارش اور تاریکی اور گرج وغیرہ کی مصیبت مین مبتلا ہوکر حیران اور پریشان ہوتا ہے اسی طرح منافق اپنی مصیبتون مین حیران اور پریشان ہین۔ اب اگر اس مثال کے ایک ایک ٹکڑے کو منافقونکی حالت سے ملاو تو یہی ہوسکتا ہے دین اسلام اور قرآن منافقونکے لئے مثل بارش کے تہا اور احکام شریعت کی تکلیفین مثل زکوۃ اور جہاد اور صوم وصلوۃ وغیرہ کی جو اونکو سخت ناگوار معلوم ہوتی تہین وہ اونکیواسطے اندہیری اور گرج تہین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات اور مسلمانون کی عزت اور مذہب اسلام کے حق ہونے کے دلائل اونکے واسطے بجلی تہی جسکی چمک سے اونکی آنکہونکو چکاچوند لگتی تہی یعنی خیرہ ہوئی جاتی تہین دیکھنے کی تاب نتہی احکام اسلام سے جب اونکو فائدہ حاصل ہوتے تہے تو خوشی سے قبول کرتے تہے مثلاً غنیمت کے مال مین حصہ بانٹ لیتے تہے مسلمانونکی میراث پاتے تہے اپنی جان مسلمانونکے ہاتہہ سے بچا لیتے تہے اسکی مثال ایسی ہے جیسے بارش کی مصیبت مین پہنسا ہوا آدمی بجلی کی روشنی سے فائدہ حاصل کرتا ہے اور رستہ چلنے لگتا ہے

اور اب ہمیشہ کے لیے اللہ کے غضب مین مبتلا ہوگئے اوسکی مثال ایسی ہے جیسے اوس آگ جلانیوالے
کی روشنی یکایک اللہ نے چہین لی اب وہ ایسی ظلمتون مین پہنس گیا کہ کچہہ بہی نظر نہین آتا بہرا
اور گونگا اور اندہا بہی ہوگیا اب وہ کسی طرح راہ پر نہین آسکتا۔ ابن ابی حاتم وغیرہ نے بطریقہ
علی بن ابی طلحہ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ یہ مثال اللہ نے منافقوں کی حالت پر
اسلیے بیان کی کہ وہ اسلام کی عزت پالیتے تھے یعنی آپسمین رشتہ نکاح کا ہوجاتا تہا اور مسلمانون کی
میراث بہی حاصل کرلیتے تھے اور غنیمت کے مال مین بہی اونکو حصہ ملجاتا تہا اور جب وہ مرتے تہے
تو اللہ وہ عزت اونسے چہین لیتا تہا جیسے آگ جلانیوالے سے اوسکی روشنی چہین لی اور اوسکو
ظلمات مین یعنی عذاب مین چہوڑ دیا۔ اَوْ كَصَيِّبٍ مِّنَ السَّمَآءِ فِيهِ ظُلُمٰتٌ وَّرَعْدٌ وَّبَرْقٌ ج
یا جیسے مینہ برستا ہو آسمان سے اوس مین اندہیریان ہین اور گرج ہے اور بجلی ہے۔ يَجْعَلُوْنَ
اَصَابِعَهُمْ فِىْٓ اٰذَانِهِمْ مِّنَ الصَّوَاعِقِ حَذَرَ الْمَوْتِ ؕ ڈالدیتے ہین
اپنی اونگلیان اپنے کانونمین کڑک کی وجہ سے موت سے بچنے کے لیے وَاللّٰهُ
مُحِيْطٌ بِالْكٰفِرِيْنَ ڈ اور اللہ گہیرے ہوئے ہے کافرون کو۔ يَكَادُ الْبَرْقُ يَخْطَفُ
اَبْصَارَهُمْ۔ قریب ہے کہ بجلی اُچک لے انکی نگاہونکو۔ كُلَّمَآ اَضَآءَ لَهُمْ مَّشَوْا
فِيهِ ۙ وَاِذَآ اَظْلَمَ عَلَيْهِمْ قَامُوْا ۔ جب بجلی روشن کردیتی ہے اونکے لیے تو چلنے لگتے
ہین اور جب اندہیرا کردیتی ہے اونپر تو رک جاتے ہین۔ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَذَهَبَ بِسَمْعِهِمْ
وَاَبْصَارِهِمْ ؕ اور اگر چاہے خدا چہین لے سماعت اونکی اور بینائیان اونکی۔ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى
كُلِّ شَىْءٍ قَدِيْرٌ ۔ بیشک اللہ ہر چیز پر قدرت رکہتا ہے۔ ف اس مثال کا خلاصہ یہ ہے
کہ منافقون کی حالت ایسی ہے کہ جیسے کوئی شخص بارش مین گرفتار ہو اور اوس مین اندہیری اور
گرج اور بجلی بہی ہو گرج کے خوف سے وہ اپنے کانونمین اونگلیان رکہہ لیتا ہو بجلی اوسکی

کے حق میں اللہ کیطرف سے وحی نازل ہوا اور چونکہ اوسکا سننا اون لوگونکو ناگوار تہا اس لئے وہ
اپنے کانون میں اونگلیان دے لیتے تہے جسطرح یہ دونو منافق جو نکل گئے تہے گرج کے خوف سے
اپنے کانون میں اونگلیان دے لیتے تہے اور جب منافقونکے پاس مال اور اولاد کی کثرت ہوتی تھی
اور مسلمانونکی فتوحات میں غنیمت کا مال منافقونکو بھی ملجاتا تہا تو کہتے تہے کہ اب محمد کا دین سچا ہوگیا اور
دین اسلام پر قایم ہوجاتے تھے جسطرح ان دونو بھاگنے والے منافقونکا حال تہا کہ بجلی کی
روشنی میں چلنے لگتے تہے اور جب منافقون کو مال اور اولاد پر بربادی اور بلا آتی تو یہ کہتے تہے
کہ یہ بلا دین محمد کے سبب سے آئی اور پھر مرتد ہوکر علانیہ کافر ہوجاتے تہے جسطرح ان دونون
منافقونکا حال تہا کہ جب تاریکی ہوجاتی تہی تو رک جاتے تہے ۔ یہانتک مضمون ابن جریر
کی روایت کا تہا

اس روایت پر غور کرنے سے دو باتین ثابت ہوتی ہین اول یہ کہ جن دو منافقون کے چل جانے اور
پھر بارش وغیرہ کی مصیبت مین پہنسنے کا اس مین تذکرہ ہے اونپر اللہ نے اس مثال کی اصلی کیفیت طاری
کردی اور چونکہ ہدایت اونکی قسمت مین تہی اس لئے تو اون مصائب مین مبتلا ہوکر اونہون نے اپنی
دینی حالت کو بھی اسی کیفیت پر منطبق کرلیا اور یہ سمجھ لیا کہ یہ بلائین بعینہ ہماری حالت کی مثال ہین
اس کے علاوہ اونہون نے یہ بھی یقین کرلیا کہ یہ عذاب ہمپر اسی نفاق کی شامت سے نازل ہوا ۔
تنبیہین اونکے لئے باعث ہدایت ہوگئین ۔ پھر اسی مضمون کو اللہ نے اور منافقون کی سمجھانے
کے واسطے مثال کے پیرایہ مین بیان فرمایا اگرچہ ہدایت اونکی قسمت مین نہتی ۔ مگر ہادی نے
اپنا حق ادا کردیا ۔ دوسری بات اس روایت سے یہ بھی ثابت ہوگئی کہ اس مثال کو صحابہ منافقون
کی حالت پر اسطرح منطبق کرتے تہے کہ مثال مین جو بجلیون کے خوف سے کانون مین اونگلیان
ڈال لینے کا ذکر ہے صحابہ کے نزدیک اس سے منافقین کی وہ حالت مراد ہے جو اون کی

اور جب احکام اسلام کے قبول کرنے مین مشقت اوٹھانیکا موقع ہونا جیسے زکوۃ دینا جہاد کو جانا تو اسکا قبول کرنا اون لوگون کو ناگوار ہوتا تھا اوسکی مثال اون کے حق مین ایسی تھی جیسے بارش مین پھنسے ہوئے آدمی سے بجلی کی روشنی موقوف ہو جاوے تو وہ راستہ چلنے سے رک جاوے قرآن مین جب دوزخ کے عذاب کا ذکر سنتے تو وہ کانونمین اونگلیان ڈال لیتے جسطرح بارش کی مصیبت مین پھنسا ہوا آدمی بجلی کی کڑک سے اپنے کان بند کر لیتا ہے اس موقع پر اللہ نے یہ فرما دیا کہ اللہ گھیرے ہوئے ہے کافرونکو یعنی اسکا ن بند کرنیکی وجہ سے وہ اللہ کے قبضہ قدرت سے باہر نہین نکل سکتے اور دوزخ کے عذاب سے بچ نہین سکتے اور آخر مین اللہ نے یہ بھی فرما دیا کہ اگر اللہ چاہے تو اونکی سماعت اور بصارت کو کھو دے اللہ تو ہر چیز پر قادر ہے ابن جریر طبری نے بطریقہ ابی مالک ابن عباس سے اور بطریقہ مرہ ابن مسعود اور اون کے علاوہ چند صحابہ سے روایت کی ہے کہ اہل مدینہ سے دو منافق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے مشرکین کیطرف بھاگے راستے مین خوب مینہ برسا اور بڑی شدت سے بادل گرجا اور بجلی چمکنے لگی گرج کی آواز ایسی ہولناک تھی کہ اونکو اپنی جان کا اندیشہ ہوتا تھا اپنے کانونمین اونگلیاں دے لیتے تھے کہ کہین بجلیاں اونکے کانونمین داخل ہو کر اونکو ہلاک نہ کر دین اور جب بجلی چمکتی تو اوسکی روشنی مین راستہ چلنے لگتے اور جب نہ چمکتی تو اونکو تاریکی مین کچھ نظر نہ آتا اسیطرح چلتے چلتے وہ اپنے گھرون کو لوٹے اور یہ کہتے تھے کہ کسیطرح صبح ہو تو ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین حاضر ہو کر اوسکے بیعت کرین۔ چنانچہ صبح کو حضرت کی خدمت مین حاضر ہوئے اور بیعت کی اور خلوص دل سے اسلام اختیار کیا پس یہ دونون منافق جو نکل گئے تھے ان کی حالت کو اللہ نے اور منافقین مدینہ کیواسطے بطور مثال کے بیان کیا اور منافقونکی یہ حالت تھی کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس مین حاضر ہوتے تھے تو اونکو یہ خوف ہوتا تھا کہ ایسا نہو کہ منافقین سے

کسی ایسی چیز کے ساتھہ جو محبوب زیادہ ہو مجھکو اوسکی عبادات کے ادا کرنے سے جو مین نے اوسپر فرض کی ہی۔ اور بندہ ہمیشہ نوافل کے ذریعہ سے میری طرف قرب حاصل کرتا رہتا ہے آخر اس مرتبہ کو پہنچ جاتا ہے کہ مین اوس سے محبت کرنے لگتا ہون تو مین اوس کے کان بن جاتا ہون جس سے وہ سنتا ہے اور مین اوسکی آنکھین بن جاتا ہون جن سے وہ دیکھتا ہی۔ اور مین اوس کے ہاتھہ بن جاتا ہون جن سے وہ گرفت کرتا ہے اور مین اوس کے پاؤن بن جاتا ہون جن سے وہ چلتا ہے اگر وہ مجھسے سوال کرتا ہے تو مین اوسکو عطا کرتا ہون اور اگر وہ مجھسے پناہ مانگتا ہی تو مین اوسکو پناہ دیتا ہون اور نہین تردد ہوتا ہے مجھکو کسی کام مین جسکا مین کرنے والا ہون جیسا کہ مومن کی جان قبض کرنے مین تردد ہوتا ہے اس لئے کہ موت سے اوسکا جی دکہتا ہے اور مجھکو اوس کا جی دکہانا ناگوار ہوتا ہے اور امام احمد اور بیہقی نے جو اس حدیث کی حضرت عائشہؓ سے روایت کی ہی اوس مین یہ لفظ بھی ہین کہ مین اوسکا دل بن جاتا ہون جس سے وہ سمجھتا ہے اور مین اوس کی زبان بن جاتا ہون جس سے وہ کلام کرتا ہے۔ اس حدیث سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ عبادت ہی ایسی چیز ہے جسکی وجہ سے بندہ کا قرب اللہ کی طرف دمبدم بڑہتا جاتا ہی اور چونکہ مراتب قرب کے بے انتہا ہین انسان کی زندگی مین کبہی تمام نہین ہوتے پس جو لوگ اللہ کا قرب ڈہونڈنے والے ہین وہ اپنی زندگی مین عبادت سے کیوقت سیر نہین ہوسکتے **ف** لعل کا لفظ اللہ کے کلام مین کہین اس لئے کے معنی مین اور کہین بیشک کے معنی مین مستعمل ہوتا ہے پس لعلکم تتقون کے معنی یا تو یہ ہونگے کہ اللہ کی عبادت کرو تاکہ عذاب سے بچ جاؤ یا یہ ہونگے کہ اللہ کی عبادت کرو تو بیشک عذاب سے بچ جاؤ گے۔

الَّذِي جَعَلَ لَكُمُ الْأَرْضَ فِرَاشًا وَالسَّمَاءَ بِنَاءً وَأَنْزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَأَخْرَجَ بِهِ مِنَ الثَّمَرَاتِ رِزْقًا لَكُمْ ایسا اللہ جسنے بنایا تمہارے لئے زمین کو

یہ عادت تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کلام سننے سے ڈرتی تھی اور کانون مین اونگلیان
ڈال لیتے تھے کہ کہین ایسا نہو کہ اون کے باب مین وحی نازل ہو اور حضرت اونکا حال ظاہر فرمادین
مگر یہ اونکی حماقت تھی اسلئے کہ اس مصیبت کا علاج کان بند کرنے اور حضرت کا کلام نہ سننے سے
ہرگز نہین ہوسکتا تہا۔ اور وہ جو مثال مین مذکور ہے کہ جب بجلی کی روشنی ہوتی تھی تو چلتے تھے
اور جب تاریکی ہوتی تھی تو رک جاتے تھے اس سے صحابہ کے نزدیک منافقین کی وہ عادت مراد ہے
کہ جب اونکو خوشی اور فراغت حاصل ہوتی تھی تو کہتے تہے کہ اب محمد کا دین سچا ہوگیا اور اوسوقت
مسلمان بن جاتے تھے اور جب مصیبتین آتین تہین تو یہ سمجھتے تہے کہ محمد کے دین کے سبب سے
یہ بلائین آتین اوسوقت کافر ہوجاتے تھے۔ شاید یہ عادت قسم ثانی کے منافقونکی ہوگی جو تذبذب
اور تردد کیحالت مین تہے کبھی ادہر ہوجاتے تہے کبھی اودہر واللہ اعلم بالصواب۔

يَا أَيُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوا رَبَّكُمُ الَّذِي خَلَقَكُمْ وَالَّذِينَ مِن قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ ﴿٢١﴾ اے لوگو عبادت کرو اپنے رب کی جسنے پیدا کیا تمکو اور اونکو جو تمسے پہلے تہے
تاکہ تم بچ جاؤ **ف** جہان مین آدمی تین قسم کے تہے۔ ایک مومن دوسرے وہ کافر
جو علانیہ منکر تہے تیسرے منافق اس سورت مین اللہ نے اول ان تینون قسم کے آدمیونکی
حالت بیان کردی اور اونکا انجام بھی بتادیا اوس کے بعد اللہ نے وہ حکم ارشاد فرمایا جسکو لئے انسان
کو پیدا کیا ہے یعنی عبادت جو عبد کی اصلی صفت ہے بندے کو جو اپنے اللہ سے ایک نسبت خاص
حاصل ہوتی ہے وہ عبادت کی وجہ سے حاصل ہوتی ہے اور جسقدر عبادت کے فرائض اور نوافل
مین اوسکا اخلاص بڑہتا جاتا ہے اوسیقدر وہ نسبت بڑہتی جاتی ہے اور قرب الہی کے مراتب کو
ترقی ہوتی جاتی ہے۔ بخاری نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ فرمایا ہے رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اللہ کہتا ہے کہ نہین قرب حاصل کیا میری طرف میرے بندے نے

منکر تہا امام نے اوس سے پوچہا کہ کبہی تو جہاز مین بہی سوار ہوا ہے - اور اوسکی آفتین بہی تو نے
دیکہی ہین اوسنے کہا مین جہاز مین سوار ہوا تہا ایکبار ایک طوفان کی آفت جہاز پر ایسی آئی کہ جہاز
ٹوٹ گیا ملاح ڈوب گئے مین نے ایک تختے کو پکڑ لیا سو جب سے نہ ڈوبا پہر وہ تختا بہی چہوٹ گیا
اور مین سمندر کی موجون مین آپڑا اور اونہون نے بہا کر مجہکو کنارے پر پہونچایا امام جعفر صادق نے
کہا کہ جب تو جہاز مین سوار ہوا تہا تو تیرا اعتماد جہاز پر اور ملاح پر تہا جب جہاز ٹوٹا اور ملاح ڈوب گئے تو
تیرا بہروسا تختے پر تہا جب تختہ بہی چہوٹ گیا تو تجہکو اپنی ہلاکی کا یقین ہو گیا تہا یا جانبری کی امید
باقی تہی اوسنے کہا کہ اوسوقت بہی مجہکو امید باقی تہی تب امام نے پوچہا کہ پہر تجہکو کس سے امید تہی
اسکے جواب مین وہ ساکت ہوا امام نے کہا اللہ وہی ہے جس سے تو اوسوقت جان بچا دینے کی امید
رکہتا تہا اوسی نے تیری جان بچائی وہ شخص اوسیوقت مسلمان ہو گیا - یہ جو فرمایا کہ پانی آسمان سے
اوتارا اس سے یا تو یہ مراد ہے کہ جانب آسمان سے اوتارا یا یہ مراد ہے کہ فی الواقع آسمان سے اوتارا
ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ نے خالد بن معدان سے روایت کی ہے کہ مینہ عرش کے نیچے سے اوترتا ہے
اور ایک آسمان سے دوسرے آسمان کی طرف اوترتا ہوا سب سے نیچے کے آسمان مین ایک مقام پر
جمع ہوتا ہے - کالی گہٹا وہین جا کر پانی پیتی ہے پہر اللہ جدہر چاہتا ہے اوسکو روانہ کر دیتا ہے اور اونہین
دونون نے عکرمہ سے یہ روایت کی ہے کہ مینہ ساتوین آسمان سے اوترتا ہے - ابن حبان نے روایت
کی ہے کہ حسن بصری سے کسی نے پوچہا تہا کہ مینہ آسمان سے اوترتا ہے یا بادل سے اونہون نے
کہا کہ مینہ آسمان سے اوترتا ہے اور بادل تو اوسکی نشانی ہے -

فَلَا تَجْعَلُوا لِلّٰهِ اَنْدَادًا وَّاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝ پس مت بناؤ خدا کے ساتہ شریک
جان بوجہ کر **ف** یعنی تم جانتے ہو کہ ان سب چیزون کا پیدا کرنے والا صرف ایک اللہ ہے
اوسکے سوا کوئی کسی چیز کے پیدا کرنے کی طاقت نہین رکہتا اور عبادت کے لائق وہی ہے

بچھونا اور آسمان کو چھت اور اوتارا آسمان سے پانی پھر نکالے اوس سے پھل تاکہ رزق بنے
تمہارے لئے **ف** اللہ نے عبادت کے حکم کے ساتھہ سب آدمیون سے خطاب کرکے
اپنی قدرت کی پانچ نشانیان ایسی کھلی ہوئین بیان کین جسکو ہر شخص اچھی طرح سمجھ لے ایک یہ کہ اون
کو پیدا کیا دوسرے یہ کہ تمسے پہلے جو تمہارے باپ دادے گذر چکے ہین اونکو بھی خدا نے
ہی پیدا کیا۔ تیسرے یہ کہ آسمانو نکو پیدا کیا۔ چوتھے زمین کو پیدا کیا۔ پانچوین مینہ برسایا اور اوس سے
تمہارے کہانے کے لئے پھل پیدا کئے اس بیان سے کئی فائدے حاصل ہوئے ایک یہ کہ
بیشک ایسا اللہ مستحق عبادت کا ہے یعنی جس نے بندون پر ایسے ایسے احسان کئے کہ اونکو
اور اونکے باپ دادون کو نیست سے ہست کیا اونکے رہنے کے لئے زمین کو بچھونا بنا دیا آسمان
سائبان بنا دیا اونکے کہانے کے واسطے عمدہ عمدہ لذیذ پھل پیدا کئے بیشک ایسے محسن کی عبادت
بندون پر واجب اور لازم ہے۔ دوسرے یہ کہ جو لوگ خدا کے وجود کے ہی منکر تھے وہ کہتے تھے
کہ دنیا خود بخود پیدا ہوتی ہے اور خود بخود فنا ہو جاتی ہے پھر عبادت کسکی کرین اونکے شبہات دفع کرنے
کے واسطے یہ دلیلین وجود صانع کی ہوگئین یعنی انسان جسمین بے انتہا عجائبات موجود ہین اور
اتنی چوڑی زمین اور ایسا ملبند آسمان اور ایسے لذیذ پھل خود بخود نہین پیدا ہو سکتے بیشک اونکو
کسی صانع نے پیدا کیا وہی اللہ ہے اوسی کی عبادت چاہئے۔ تیسرے یہ کہ مشرکین جو خدا
کے ساتھہ پرستش بتون وغیرہ کو بھی شریک کرتے تھے اونکو اللہ نے سمجھایا کہ پرستش
اوس کی چاہئے جس نے یہ سب چیزین پیدا کین تمہارے بتون نے کیا پیدا کیا ہے اونکی
پرستش کیون کرتے ہو۔ اللہ کی مخلوقات بے انتہا ہے یہان صرف وہ پانچ چیزین ذکر کین
جنپر غور کرنے کا بندونکو ہر وقت موقع ملسکتا ہے۔ ورنہ جس چیز کو غور کرو وہ اللہ کے وجود کی گواہی
دے رہی ہے۔ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے ایک ملحد نے بحث کی جو اللہ کے وجود کا

عبادت کیجاوے - اوس مخلوق کیطرف توجہ عین اللہ کی طرف توجہ ہوگی اور قبلہ بنانے کی لایق وہ
مخلوق ہے جس مین عجیب وغریب خواص ظاہر ہون جیسے ندیون مین گنگا - اور درختون مین تلسی -
یہ تفصیل اون مشرکین کے مذاہب کی تھی جو عبادت مین خدا کے ساتھہ اونکو شریک کرتے ہین
اور عبادت کے سوا اور صفتون مین خدا کے ساتھہ شریک پیدا کرنے والے بے انتہا ہین -
اونہین مین سے وہ لوگ بھی ہین جو ذکر مین اونکو خدا کے ساتھہ برابر کرتے ہین اور خدا کے نام کیطرح
اونکا نام بھی اونکے رضا مند کرنے کے واسطے ذکر کرتے ہین - اور اونہین مین سے وہ لوگ بھی
ہین جو ذبح اور نذر اور قربانیون مین اونکو خدا کے ساتھہ برابر کرتے ہین - اور اونہین مین سے
ہین وہ لوگ بھی جو نام رکھنے مین اپنے آپ کو اونکا بندہ اور عبد کہتے ہین - اور یہ نام رکھنے مین شرک ہے
اور اونہین مین سے وہ لوگ بھی ہین جو بلاؤن کے دفع کرنے کے لئے اونکو پکارتے ہین اور فائدے
حاصل کرنے کے لئے بھی نہ صرف بطریق توسل بلکہ بطور مستقل اونکی طرف رجوع کرتے ہین - اور
اونہین مین سے وہ بھی ہین جو ہر چیز کا علم اور ہر ایک طرحکی قدرت ثابت کرنے کے موقع پر اونکا
نام بھی اللہ کے نام کے ساتھہ برابر کرتے ہین - چنانچہ نسائی اور ابن ماجہ نے ابن عباس سے
روایت کی ہے کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک شخص نے یون کہا کہ ماشاء اللہ و
یعنی جو اللہ چاہے اور تم چاہو وہی ہوگا تو حضرت نے فرمایا جعلتنی للہ نداً بل - ماشاء اللہ وحدہ یعنی
بنادیا تونے مجھکو اللہ کی برابر بلکہ اکیلا اللہ جو چاہے گا وہی ہوگا - یہ بھی جان لینا چاہئے کہ جسطرح
غیر اللہ کی عبادت شرک اور کفر ہے اسی طرح غیر اللہ کے بالاستقلال اطاعت بھی کفر ہے - بالاستقلال
اطاعت غیر سے یہ مراد ہے کہ اوسکو اللہ کا حکم پہونچانیوالا نہ سمجھتا ہو - اور پھر اوسکی اطاعت اور تقلید
کو اپنے اوپر لازم سمجھے اور اگرچہ اوسکو یہ معلوم ہوجاوے کہ اوسکا حکم اللہ کے حکم کے مخالف ہے
پھر بھی اوسکی پیروی نچھوڑے - یہ بھی ایک قسم خدا کے ساتھہ اونکو برابر بنانے کی ہے -

جو پیدا کرنیوالا ہے پہر اوروں کو خدا کے ساتہہ عبادت مین کیون شریک کرتے ہو - اس آیت
کی تفسیر مین مولانا شاہ عبد العزیز صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے مذاہب مشرکین کی تفصیل بیان کی ہے
جسے ہم بھی نقل کرتے ہین اور وہ یہ ہے کہ جہان مین آجتک کسی شخص نے وجوب اور علم اور
حکمت اور قدرت مین دوسرے کو اللہ کا شریک نہین ٹہرایا البتہ اون کے سوا اور صفات مین اللہ کے
شریک بناتے ہین - ایک گروہ کا یہ اعتقاد ہے کہ جہان کے پیدا کرنے والے دو ہین ایک حکیم جو
نیکیون کو پیدا کرتا ہے اور دوسرا بیوقوف جو برائیون کو پیدا کرتا ہے - دوسرا گروہ ستارہ پرستون کا ہے جو
یہ اعتقاد رکہتے ہین کہ اگرچہ علم اور قدرت اور حکمت اور وجوب اللہ سے مخصوص ہین یہ صفتین اوسکے
سوا کسی اور کو حاصل نہین مگر اوس نے جہان کا انتظام ستارون سے متعلق کر دیا ہے - تمام نیکی بدی کا
بندوبست اونہین کی سپرد ہے اگر ہم ستارون کی ارواح کی پوجا کرینگے تو وہ سب بخواہ ہماری
کارروائیان کر دینگے - تیسرا فرقہ ہنود کا ہے جو کہتے ہین کہ روحانیات علوی عالم کا بندوبست کرتی
ہین اونکی صورتین رنگارنگ کی ہین جو ہمکو نظر نہین آتین - ہمکو چاہیے کہ خوبصورت جسمون سے مثلاً
چاول اور سونے اور چاندی سے اونکی صورتین بنا کر پرستش کرین تو وہ ارواح ہمسے راضی ہونگی -
چوتھا فرقہ پیر پرستون کا ہے جو یہ اعتقاد رکہتے ہین کہ جب کوئی بزرگ شخص بہت سی ریاضت کرنے
کرنے یہ مرتبہ حاصل کر لیتا ہے کہ اوسکی دعائین قبول ہوا کرتی ہین اور اوسکی شفاعت کو اللہ منظور
کر لیتا ہے ایسا شخص جب اس دنیا سے گذر جاتا ہے تو جو کوئی اوسکی صورت کا تصور کرتا ہے اور
اور اوسکی نشست برخاست کے مکان مین یا اوسکی قبر پر سجدہ کرتا ہے اور کمال عاجزی ظاہر کرتا ہے
تو اوس بزرگ کی روح کو جو ہر چیز کا علم حاصل ہوتا ہے اسکی بھی خبر ہوتی ہے اور وہ دنیا اور آخرت مین
اوسکی شفاعت کرتا ہے - پانچوان جاہلون کا گروہ ہے جنکا یہ اعتقاد ہے کہ اللہ کی ذات اس سے
پاک ہے کہ اوسکی کوئی عبادت کرے - بلکہ عبادت کا طریقہ یہ ہے کہ اوسکی مخلوق مین کسی کو قبلہ توجہ بنا کر

جو اللہ کے سوا ہین اگر ہو تم سچے — نے توحید کا مسئلہ سمجھا دینے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم کی نبوت . دلیل سے ثابت فرما د — فصاحت قرآن کا ہے چنانچہ اللہ نے
فرمایا کہ ہمنے اپنے بندے پر جو قرآن نازل کیا — ہین شک ہو تو ایک سورۃ تو اوسکی
مثل بنا لاؤ اور تم اگر سچے ہو تو اس کام مین اپنے سارے — سورت قرآن کے
ایک ایسے ٹکڑے کو کہتے ہین جسکا نام جدا مقرر ہو کم سے کم او — آ ہین - عرب کے
لوگون کو اپنی فصاحت اور زباندانی پر — بڑا دعوے تہا اور یہہ — گ ہمین فصاحت
زبان کا ہی تہا اس لئے اللہ تعالے نے اونکے عاجز کرنے کے واسطے فص — ہی معجزہ
بہیجا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمام عمر اوسی قوم مین رہے اور وہین حضرت سے
اور ظاہر مین حضرت کو لکھنے پڑہنے کا کبہی اتفاق نہین ہوا اور پہر حضرت نے قرآن کو اونکے
پیش کیا اور بہ بدلے بلند اللہ کی طرف سے یہ آیت سنائی جو سورۂ ہود مین ہو جسکا ترجمہ یہ ہی کہ کیا وہ یہ
کہتے ہین کہ اپنی طرف سے پیغمبر نے بنا لیا ہے قرآن کو تو کہدے کہ لاؤ دس سورتین مثل اوسکی اسیطرح
اپنی طرف سے بنائی ہوئی - اور بلا لو جس جس کو بلا سکتے ہو اللہ کے سوا اگر ہو تم سچے - اگرچہ پوری
برابری اوسوقت ہوتی کہ قرآن کی برابر ایک ایسی ہی فصیح کتاب وہ بھی بنا لیتے مگر اونکا عجز اچھی طرح
ظاہر کرنے کے واسطے صرف دس سورتین ہی اونسے طلب کی گئین مگر وہ بالکل عاجز ہو گئے جب
اس مین عاجزی اونکی ظاہر ہو گئی تو اس موقع پر اللہ نے صرف ایک سورت ہی اونسے طلب
کی سب سے چہوٹی سورت قرآن مین قل ہو اللہ یا انا اعطینا ہی اگر اتنی عبارت بھی وہ قرآن کی مثل
بنا لیتے تو اس آیت کی تکذیب کا موقع اونکو ملجاتا مگر وہ اتنی عبارت بنا لینے پر بھی قادر نہوئے بلکہ
ہمیشہ اون کو قرآن کی فصاحت کے بے مثل اور لاجواب ہونے کا اقرار ہی کرنا پڑا اس سے بڑہکر
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت پر دلیل اور کیا ہو گی اور سب سے زیادہ ایک عجیب بات

اللہ نے جن کی اطاعت فرض کی ہے وہ چھہ گروہ ہین ۔ اول ان مین پیغمبر ہین جن کی اطاعت درحقیقت اللہ کی اطاعت ہے اسلیئے کہ اللہ کے احکام بغیر اونکے وسیلے کے اطلاع نہین ہو سکتی انبیا کی اطاعت مین بھی یہ قید لگائی گئی ہے کہ اونہین امورمین اونکی اطاعت واجب ہے جو احکام اللہ کیطرف سے بیان کرین اور جو امور انبیا اپنی طرف سے بطور اجتہاد کے بیان کرین اونکی اطاعت مین رخصت دیگئی ہے چنانچہ بریرہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ حکم فرمایا کہ اپنے شوہر کو اختیار کرلے اور جب اوس نے پوچھا کہ یہ حکم بطور رسالت کے ہے یا بطور سفارش و مشورہ کے آپ یہ مشورہ دیتے ہین ۔ آپنے فرمایا کہ یہ حکم بطور رسالت نہین بلکہ ہمنے بطریق مشورے کے بیان کیا ہے چاہے مان اور چاہے نہ مان ۔ اور نیز رسول اللہ نے فرمایا ہے کہ امور دنیا کو تمہین خوب جاننے والے ہو ۔ دوسرا فریق مجتہدان شریعت اور شیوخ طریقت کا ہے کہ اونکے حکم کا ماننا بھی بطور واجب مخیر کے عوام پر لازم ہے (واجب مخیر سے یہ مراد ہے کہ کسی نہ کسی مجتہد کی تقلید واجب ہے خواہ کوئی سا مجتہد ہو جسکا حکم مان لیا واجب ادا ہو گیا) تیسرا فریق سلاطین اور امرا اور حکام کا ہے اونکے احکام دنیاوی انتظام کے واسطے رعایا کو ماننا واجب ہین ۔ چوتھے شوہر کی اطاعت عورت پر واجب ہے ۔ پانچوین والدین کی اطاعت اولاد پر واجب ہے ۔ چھٹے مالک کی اطاعت غلام پر واجب ہے ۔ ان پانچ فرقونکی اطاعت مین یہی شرط ہے کہ انکا حکم خدا اور رسول کے حکم کے خلاف نہو ۔ اسلیئے اللہ کی نافرمانی کے حکم مین کسیکی اطاعت واجب نہین یہانتک علامہ دہلوی کے کلام کا ملخص مذکور ہوا ۔

وَإِنْ كُنْتُمْ فِي رَيْبٍ مِمَّا نَزَّلْنَا عَلَىٰ عَبْدِنَا فَأْتُوا بِسُورَةٍ مِنْ مِثْلِهِ وَادْعُوا شُهَدَاءَكُمْ مِنْ دُونِ اللَّهِ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ ۝ اور اگر ہو تم شک مین اوس چیز سے جو اوتاری ہمنے اپنے بندے پر تو لاؤ ایک سورت اوسکی مانند اور بلاؤ اپنے مددگارونکو

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آتا تہا پس جب اونکا بیان ٹہیک نہین تو اور کسکا بیان
صحیح ہو سکتا ہے اون سب کا بیان تو ٹہیک نہو اور زمانہ رسالت سے تیرہ سو برس کے بعد آج
سید احمد خان جو بیان کرین وہ ٹہیک ہو بہلا کوئی عقلمند اس پر یقین کر سکتا ہے۔ خدا کو ہم دنیا کے
پادشاہون سے تشبیہ نہین دیتے بلکہ دونو جہان کا مالک اور خالق جانتے ہین۔ رسول کو ہرگز
خدا کا وزیر نہین بناتے بلکہ خدا کے احکام ظاہر کردینے والا جانتے ہین وحی اوسکی خدا کا کلام
اور پیغام جانتے ہین اور جبرئیل بیشک وہ فرشتہ ہے جو اللہ کا پیغام رسول کے پاس پہونچاتا تہا
اور یہ امر مفسرین وغیرہ علماے اسلام نے اپنی طرف سے قرار نہین دیا بلکہ مخبر صادق نے یہی خبر
دی ہے اور انبیاء سابقین کی وحی بہی اسی طرح تہی اور حضرت آدم علیہ السلام کے وقت سے
اس وقت تک جتنے پیغمبر اور اونکے متبع ہوے اون سب کا اسی پر اتفاق ہے اور تمام آسمانی کتابین
جیسی توریت اور انجیل اور زبور وغیرہ اور قرآن سب اسی کو ثابت کرتی ہین۔ پہر کیا ایسے ثبوت کے
مقابلہ مین سید صاحب کا خیال ٹہیک ہو سکتا ہے ہرگز نہین۔

قولہ امام فخر الدین رازی تفسیر کبیر مین ارقام فرماتے ہین کہ آسمان پر جبرئیل خدا کا کلام سنکر آنحضرت
پر اوترتے تہے اور وہ پیغام کہہ دیتے تہے اس تقریر پر اونکو یہ مشکل پیش آئی

قول اول ہم حاصل عبارت تفسیر کبیر کا نقل کرتے ہین اور اوس کے بعد جو خدشات سید صاحب
کے ہین اونکا جواب دینگے۔ امام کا مطلب یہ ہے اگر کسی کو یہ خدشہ ہو کہ جبرئیل جو رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم کے پاس وحی لاتے تہے اونکو اللہ کا کلام جسمین حرف اور صوت نہین کسطرح معلوم
ہوتا تہا اسکا جواب جو امام نے دیا ہے اوسکا ماحصل یہ ہے کہ یہ بات اللہ کی قدرت سے باہر نہین
ہے کہ کسی طرح جبرئیل کو اپنے کلام پر واقف کردے بہت سی صورتین ایسی ہو سکتی ہین منجملہ
اس کے تین صورتین اونہون نے بطور احتمال کے ذکر بہی کی ہین۔ اول یہ کہ اللہ تعالے نے

اس معجزے مین ایسی ہے جو نہ انبیاے سابقین کے کسی معجزے مین اور نہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اور معجزات مین ظاہر ہوئی وہ یہ ہے کہ آج بھی اس معجزے کا ظہور اوسیطرح ہے جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مین تہا یعنی آج بھی کسی کو یہ مجال نہین کہ ایک سورت مثل قرآن کی سورت کے بنا سکے اور نہ آجتک ہوئی اور نہ آیندہ کبھی ہو - پس اور معجزات تو صرف ایک وقت خاص مین ظاہر ہوئے اور یہ معجزہ برابر قیامت تک ظاہر رہیگا اوسی زمانہ مین مسیلمہ کذاب نے بہت عبارتین آیات قرآنی کے مقابلہ مین بنائین اور بڑی سورتون سے معارضے کی جرات نہوئی تو چھوٹی چھوٹی سورتون سے اوس نے معارضہ کرنا چاہا مگر وہ ایسی تہین کہ قرآن کی فصاحت کے مقابلے مین خود اہل عرب بھی اونکو قابل مضحکہ سمجھتے تہے **ف** اس موقع پر عبد تا کا لفظ اسواسطے اختیار کیا کہ منصب رسالت کے لائق وہی شخص ہوتا ہے جسمین بندگی اور عبودیت کمال خلاص کے ساتہہ پائی جائے - پس درحقیقت عبودیت ہی تمام کمالات کی اصل ہے **ف** مما نزلنا کے لفظ سے جو قرآن کا اللہ کی طرف سے نازل ہونا ثابت ہوتا ہے اور یہی تمام مسلمانون کا اعتقاد ہے اس کا سید احمد خانصاحب نے اپنی تفسیر مین انکار کیا ہے چنانچہ ہم اس موقع پر بقدر حاجت اونکے اقوال نقل کر کے مفصل جواب دیتے ہین متوکلا علی اللہ و مستعینا به

قولہ وحی تو وہی ہوتی ہے جو خدا سے پیغمبر کو دیجاتی ہے مگر اگلے مفسرون نے اسکا بیان کہ وہ کیونکر دیجاتی ہے ٹہیک طور پر نہین کیا اونہون نے خدا رسول کو دنیا کے بادشاہ وزیر کی مانند اور وحی کو بادشاہ کے کلام یا حکم یا پیغام کی مانند سمجھا ہے اور جبرئیل کو ایک مجسم فرشتہ بادشاہ و وزیر مین ایلچی پیغام لیجانے والا قرار دیا ہے -

اقول اگلے مفسرون مین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ اور تابعین اور تمام سلف صالحین شامل ہین اون سب نے وحی کی نسبت یہ ارشاد کیا ہے کہ خدا کا فرشتہ پیغام لیکر

بغیر واسطہ نبی کے اسلام سکہا دے اور باایں ہمہ اوسکی حکمت اور مصلحت مقتضی اس امر کی ہوئی
کہ بواسطہ انبیا کے اپنے احکام بندونکے پاس پہونچا دے اسیطرح اوسکو یہ بھی اختیار تہا کہ
بغیر واسطہ جبرئیل کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو قرآن سکہا دے مگر حکمت اوس کی مقتضی
اس امر کی ہوئی کہ بواسطہ جبرئیل کے اس پیغام کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہونچاوے
اگرچہ اللہ کی حکمتون اور مصلحتون کو پورا پورا سمجھہ لینا انسان کے اختیار سے باہر ہے۔ مگر قرآن کے
بواسطہ جبرئیل نازل ہونے کی بہت کہلی ہوئی مصلحت ایک تو یہ ہے کہ اگر قرآن بواسطہ فرشتہ
کے نہ آیا ہوتا بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دل مین ہی القا ہوگیا ہوتا تو یون سمجہا جاتا کہ یہ
الفاظ خدا کی طرف سے نہین اوترے بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی طرف سے کہدئے
ہین اور قرآن اسطرح منزل من اللہ نہ سمجہا جاتا جیسا کہ اب سمجہا جاتا ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔
پہر سید صاحب نے یہ لکہا ہے کہ اون آوازون کے بعد جبرئیل کو خدا نے کیونکر بتایا کہ یہ وہی عبارت ہے
جو یا تو نہین آوازون سے۔ اون سے تو جاننا محال تہا کیونکہ دور لازم آتا ہے یہ تقریر نہایت
عجیب ہے اس لئے کہ اگر یہ فرض کیا جائے کہ کلام الہی کے الفاظ بھی اونہین آوازون سے
معلوم ہوئے اور یہ امر بھی کہ یہ کلام الہی ہے اونہین آوازون سے معلوم ہوا اس مین دور کی کیا
صورت ہے دور تو جب ہوتا کہ جب ایک کا جاننا دوسرے پر موقوف ہوتا یعنی خدا کا کلام جاننا اون
آوازون کے جاننے پر موقوف ہوتا اور اون آوازون کا جاننا خدا کے کلام جاننے پر موقوف ہوتا اور
یہان یہ صورت واقع نہین کیونکہ اون آوازونکا جاننا خدا کے کلام جاننے پر موقوف نہین پہر دور کی
کیا صورت ہے علاوہ اس کے ممکن ہے کہ بیان اوس عبارت کا بواسطہ اون صوات کے ہو اور تعلیم
اس امر کی کہ یہی عبارت کلام الہی ہے بواسطہ لوح محفوظ یا اعطاء قوت سماع کے ہو اور قادر مختار
کے فعل مین اس گفتگو کی مجال نہین کہ وہ عبارت بذریعہ اصوات کیون ادا کی اور مضمون دوسری طرح

جبرئیل مین قوت سماع اس قسم کی پیدا کردی ہو کہ اللہ تعالے کے کلام بے حرف وصوت کو سن سکے
اور پھر ایسی عبارت پہ قادر کردیا ہو کہ اوس کلام قدیم کو بیان کر سکے ۔ دوسری صورت یہ ہو سکتی ہے
کہ اللہ تعالے نے لوح محفوظ مین اپنی کتاب کو اسی نظم خاص کے ساتھہ پیدا کردیا ہو اور اوس کو
جبرئیل نے پڑھ لیا ہو ۔ تیسری صورت یہ ہو سکتی ہے کہ خدا نے اس نظم مخصوص کی آوازین ٹکڑے
ٹکڑے کر کے کسی جسم سے نکالین ہون اونکو جبرئیل نے یاد کرلیا ہو پھر اللہ نے اوس کو اسبات
کا یقین دلایا ہو کہ یہی عبارت ہے جس سے اوس کا کلام قدیم ادا ہوتا ہے ۔ سید صاحب لکھتے ہین
کہ ان باتون پر آج لوگ ہنستے ہین مگر مین کہتا ہون کہ اللہ کو اس امر پر قادر کہنا کہ وہ کسی طرح جبرئیل
کو اپنے کلام پر آگاہ کردے کوئی ہنسنے کے قابل بات نہین بلکہ جو اسکا انکار کرتا ہے وہ خدا کی
قدرت کا انکار کرتا ہے ۔ پھر سید صاحب یہ کہتے ہین کہ خدا نے آنحضرت ہی مین ایسی سماعت
یا لوح محفوظ مین سے پڑھ لینے کی قدرت یا جس جسم مین سے وہ آوازین نکلتی تہین اون سے
کلام سمجھنے کی طاقت کیون نہین پیدا کی جو خدا کا کلام سن لیتے اور سمجھ لیتے تا کہ اس تکلیف کی
کہ جبرئیل سنین پھر اوس کی عبارت بنائین پھر آنحضرت کو آکر سنائین حاجت نہ رہتی اسکا جواب یہ ہے
کہ بیشک اللہ اپنے رسول کو بہت سی باتین بغیر واسطہ جبرئیل کے بھی بتا دیتا تھا مگر قرآن اول سے
آخر تک بواسطہ جبرئیل کے نازل ہوا ہے ۔ اللہ کے کلام کی مصلحتین اللہ ہی کو معلوم ہوتی ہین
انسان کی عقل ناقص اللہ کے سارے کاموں کی حکمت اور مصلحت معلوم نہین کر سکتی وہ قادر
مختار ہے اوسکو سب کچھہ اختیار ہے جو کام جسطرح چاہے کرے پس یہ کہنا کہ یہ کام اوس نے
یون کیون نہ کیا یون کیون کیا درحقیقت اوس کی قدرت اور اختیار مین کلام کرنا ہے ۔ ہم
سید صاحب سے پوچھتے ہین کہ خدا کو انبیاء کے بھیجنے کی کیا ضرورت تھی اوسکو یہ بھی قدرت تھی
کہ اپنے بندونکو بغیر واسطہ نبی کے اسلام سکھا دیتا پس جسطرح اوسکو یہ قدرت تھی کہ اپنے بندو

نازل ہوتے دین اسلام خدا نے سکھایا ہے نبی نے اپنی طرف سے نہین بنالیا اسی وجہ سے
مسلمان نبی کی اطاعت بعینہ خدا کی اطاعت جانتے ہین - جو بات کہ انسان سے بتقاضائے فطرت
اور بمقتضائے جوش دلی نکلتی ہے کیا ضرور ہے کہ وہ ہمیشہ صحیح ہوا کرے بلکہ اوس مین اکثر غلطی بھی ہوا
کرتی ہے پس اگر قرآن اور دین اسلام بھی اسی طرح نبی کی فطرت اور جوش کا حاصل سمجھا جاے
تو اوسکی صحت مین بھی بہت سا کلام آجاے گا - اور یہ جو سید صاحب نے کہا ہے کہ نبی کی دل
اور دماغ اور اعضا کی خلقت کچھہ جدا قسم کی ہوتی ہے - اسکی بھی قرآن تکذیب کرتا ہے اس لیے کہ
جا بجا قرآن مین موجود ہے قل انما انا بشر مثلکم یعنی اللہ فرماتا ہے کہ اے محمدؐ تو کہدے کہ مین تمھاری
مثل آدمی ہون پس اگر نبی کے اعضا کی بناوٹ کسی اور قسم کی ہوتی ہے تو اور آدمیون کے مثل
اونکا ہونا کیونکر صحیح ہوتا - پھر سید صاحب کے کلام مین ایک عجیب تناقض بھی ہے کبھی تو وہ کہتے
ہین کہ جسمین اخلاق انسانی کی تعلیم کا مادہ ہوتا ہے وہ نبی ہوتا ہے اور کبھی وہ کہتے ہین کہ لوہار
اور شاعر اور طبیب بھی اپنے اپنے فنون کے پیغمبر ہوتے ہین اس سے معلوم ہوتا ہے کہ نبوت
تعلیم اخلاق سے مختص نہین یہ عجیب خبط ہے نعوذ باللہ من ہذہ الخرافات اسکے بعد سید صاحب نے
پھر صاف یہ کہا ہے کہ خدا اور پیغمبر مین بجز ملکہ نبوت کے جسکو ناموس اکبر اور زبان شرع مین جبرئیل
کہتے ہین اور کوئی ایلچی پیغام پہونچانیوالا نہین ہوتا - یہ ساری تقریرین کفر اور زندقہ اور درحقیقت
انکار نبوت رسولؐ اور انکار مذہب اسلام کا ہے - اور پھر عجیب بات یہ ہے کہ سید صاحب نے یہ بھی نہین
بیان کرسکتے کہ نبی پر خدا کی طرف سے پیغام آنے کا اعتقاد رکھنے اور جبرئیل کو خدا کا فرشتہ اور انبیا کے
پاس خدا کا پیغام لانے والا ماننے مین کیا مشکل پیش آتی ہے جسکی وجہہ سے اونہون نے ایک ایسے
ضروری امر کا انکار کیا کہ اسلام کا دامن ہی ہاتھہ سے چھوٹ گیا جو امر آدمؑ سے اسوقت تک تمام انبیا اور
اونکے متبعین کو مسلم تھا اور نصوص قرآنی اور احادیث نبوی اور نیز کتب انبیاے سابقہ اوسکی تصدیق کرتی تہین

کیون بیان کیا یفعل ما یشاء و یحکم ما یرید۔

قولہ نبوت درحقیقت ایک فطری چیز ہے جو انبیا مین مقتضای اونکی فطرت کو مثل دیگر قوای انسانی کے ہوتی ہے جسطرح کہ تمام ملکات انسانی اوسکی ترکیب اعضا دل و دماغ و خلقت کی مناسبت سے علاقہ رکھتی ہین اسی طرح ملکہ نبوت بھی اوس سے علاقہ رکھتا ہے۔ یہ بات کچھ ملکہ نبوت پر ہی موقوف نہین ہزارون قسم کے جو ملکات انسانی ہین بعضی دفعہ کوئی خاص ملکہ کسی خاص انسان مین ازروے خلقت اور فطرت کے ایسا قوی ہوتا ہے کہ وہ اوسی کا امام یا پیغمبر کہلاتا ہے۔ لوہار بھی اپنے فن کا امام یا پیغمبر ہو سکتا ہے شاعر بھی اپنے فن کا امام یا پیغمبر ہو سکتا ہے۔ ایک طبیب بھی اپنے فن طب کا امام یا پیغمبر ہو سکتا ہے اور جسمین اخلاق انسانی کی تعلیم و تربیت کا ملکہ بمقتضای اوس کی فطرت کے خدا سے عنایت ہوتا ہے وہ پیغمبر کہلاتا ہے۔ اور جب وہ ملکہ قوی ہوتے ہوتے اپنے کمال کو پہنچ جاتا ہے اوس کو عرف عام مین بعثت سے تعبیر کرتے ہین۔

اقول سید صاحب نے جو کچھ کہا اوسکا حاصل تو یہ ہے کہ نبی کے احکام خدا کے احکام نہین ہوتے بلکہ جو کہتا ہے نبی اپنی طرف سے کہتا ہے یہ سب اوسی کے خیالات ہین۔ اور جو شخص دنیا مین تہذیب سکھلانے کا شوق رکھتا ہے وہی نبی ہوتا ہے اس کے سوا نبوت اور کچھ چیز نہین۔ سید صاحب کی اس تقریر سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ شاید سید صاحب خود بھی اپنے آپکو نبی کہلانا چاہتے ہین اسلئے کہ اشاعت تہذیب کے وہ بھی مدعی ہین اگر یہ سارے خیالات صرف نبی کے مانے جائین تو معاذ اللہ نہ قرآن قابل اعتماد رہے نہ دین اسلام کی کچھ وقعت باقی رہے بلکہ یہ سمجھا جاے کہ نبی نے یہ ساری باتین اپنی طرف سے بنالی ہین۔ حالانکہ اہل اسلام کا یہ اعتقاد ہے کہ قرآن کے الفاظ نبی کے الفاظ نہین بلکہ بعینہ یہی الفاظ خدا کی طرف سے بواسطہ جبرئیل کے نازل ہوے ہین اور جو احکام وحی کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمائے وہ سب بھی اللہ تعالیٰ نے

من كان عدوا لله وملئكته ورسله وجبريل وميكل فان الله عدو للكفرين

جو کوئی دشمن ہوا اللہ کا اور اوسکے فرشتونکا اور اوکے رسولون اور جبرئیل کا اور میکائیل کا تو بیشک اللہ دشمن ہے منکرونکا۔ ان دونو آیتون سے معلوم ہوتا ہے کہ کفار جبرئیل کے دشمن تھے اور اسی سے ظاہر ہے کہ جبرئیل صرف اوس قوت کا نام نہ تھا جس سے تعلیم اخلاق کا جوش ہوتا ہے بلکہ کسی شخص کا نام تھا جس نے قرآن پیغمبر کے دل پر اوتارا اور اوسی قسم کا ایک دوسرا شخص میکائیل بھی ہے اوس سے بھی کفار دشمنی رکھتے تھے۔ پیغمبر سے اور اونکی صفات سے جو کافرونکو دشمنی تھی اوسکا بیان تو رسلہ مین ہوگیا۔ پھر اوس کے بعد جو جبریل و میکائیل کا ذکر کیا تو معلوم ہوا کہ وہ پیغمبرون سے جدا کوئی شخص ہین۔ قرآن محاورات قریش کے مطابق نازل ہوا ہے اور وہ ہرگز جبریل اور میکائیل کے لفظ سے قوت تعلیم اخلاق مراد نہین لیتے تھے۔ اب سید صاحب نے ان سب قرائن کو چھوڑ کر اور اس آیت کے ماقبل و مابعد سے چشم پوشی کر کے یہ جو کہا کہ دل پر اوتارنیوالی وہی چیز ہوتی ہے جو انسان کی فطرت اور خلقت مین داخل ہو۔ اور جو چیز اوس سے جدا ہو وہ دل پر اوتارنے والی نہین ہوتی یہ اونکی غلط فہمی ہے۔ جب کوئی شخص کسی بات کو خوب سمجھا دیتا ہے تو یہ کہا جاتا ہے کہ یہ بات اوس نے ہمارے دلنشین کر دی خواہ وہ بات اوس نے کسی اشارے سے سمجھا دی ہو یا زبان سے کہکر ہمین سنا دی ہو بہر حال کسی طرح کسی چیز کا علم آوے دل ہی مین آتا ہے پس اگر خدا کے فرشتے جبریل نے نازل ہوکر خدا کا کلام پیغمبر کو سمجھا دیا اور اونکو دلنشین کر دیا تو یہی کہا جائیگا کہ اونکے دل مین ڈالدیا۔ اس سے یہ تو لازم نہین آتا کہ جبریل صرف جوش تعلیم اخلاق کا نام ہے اور پیغمبر کی ذات سے جدا کوئی چیز نہین۔

قولہ یہی مطلب قرآن کی بہت سی آیتون سے پایا جاتا ہے جیسے کہ سورۂ قیامت مین فرمایا ہے

اونکا انکار کرنا مسلمانونکا کام نہین ومن یضلل اللہ فمالہ من ہاد۔ پہر سید صاحب بطور تمثیل کے لکہتے ہین جسکا خلاصہ یہ ہے کہ جسطرح مجنون بغیر بولنے والے کے اپنے کانون سے آوازین سنتے ہین تنہا ہوتے ہین مگر اپنی آنکہو نسے اپنے پاس کسی کو کہڑا ہوا دیکہتے ہین یہی حالت روحانی تربیت کے جوش مین پیغمبر کی ہوتی ہے۔ نعوذ باللہ من ہذہ الخرافات۔ سید صاحب کی اس تقریر سے یہ ظاہر ہوگیا کہ پیغمبرونکی اکثر باتین ایسی ہوتی ہین جن کی کچہہ اصل نہین ہوتی اور بے اصل خیالات کو وہ اپنی بے خبری مین اصلی اور واقعی سمجہ لیتے ہین اگر معاذ اللہ یہ مانا جاوے تو ہرگز پیغمبرونکے اقوال واجب الاتباع نہ ٹہیرینگے اور نہ اونکی باتین اعتبار کے قابل مانی جاوینگی۔ اور پہر انبیا کو مخبر صادق کہنا کیونکر صحیح ہوگا اسلئے کہ جو خبر وہ بیان کرینگے اوس مین یہ احتمال موجود ہوگا کہ شاید اسی قسم کا اونکو دہوکا ہوگیا ہوگا۔

قولہ خدا نے بہت سی جگہ قرآن مین جبرئیل کا نام لیا ہے مگر سورۂ بقر مین اوسکی ماہیت بتادی ہے جہان فرمایا ہے کہ فانہ نزلہ علیٰ قلبک باذن اللہ۔ جبرئیل نے تیرے دل مین قرآن کو خدا کے حکم سے ڈالا یعنی دل پر اوتارنے والی یا دل مین ڈالنے والی وہی چیز ہوتی ہے جو خود انسان کی فطرت مین ہو نہ کوئی دوسری جو فطرت سے خارج اور خود اوسکی خلقت سے جسکے دل پر ڈالی گئی ہے جدا گانہ ہو اس سے ثابت ہوتا ہے کہ اسی ملکۂ نبوت کا جو خدا نے انبیا مین پیدا کیا ہے جبرئیل نام ہے۔

اقول افسوس کہ سید صاحب نے اس آیت کے ماقبل اور مابعد کو غور نہین کیا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے قل من کان عدوا لجبرئیل فانہ نزلہ علیٰ قلبک باذن اللہ مصدقا لما بین یدیہ وبشریٰ للمؤمنین یعنی تو کہدے جو کوئی دشمن جبرئیل کا ہے بیشک جبرئیل نے اوتارا ہے قرآن کو تیرے دل پر اللہ کے حکم سے تصدیق کرنیوالا اوسکی جو اوس سے آگے ہے اور ہدایت اور خوشخبری مومنین کے لئے

يحركهما وقال سعيد انا احركهما كما رايت بن عباس يحركهما فحرك شفتيه فانزل الله لا تحرك
به لسانك لتعجل به ان علينا جمعه وقرآنه قال جمعه لك صدرك وتقرءه فاذا قراناه فاتبع
قرآنه قال فاستمع له وانصت ثم ان علينا بيانه ثم ان علينا ان تقرءه فكان رسول الله صلى الله
عليه وسلم بعد ذلك اذا اتاه جبريل استمع فاذا انطلق جبريل قرءه النبی صلی الله عليه
وسلم كما قرء یعنی ابن عباس رضی اللہ عنہ سے اللہ کے قول لا تحرک به لسانک کی تفسیر مین
یہ منقول ہے کہ اونہون نے کہا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وحی نازل ہونے مین بہت
تکلیف پایا کرتے تھے اور اپنے دونو ہونٹونکو ہلایا کرتے تھے پہر کہا ابن عباس نے کہ مین ہلا کر
دکہاتا ہون ہونٹون کو جسطرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہلایا کرتے تھے اور سعید نے کہا ہے
کہ مین ہلا کر دکہاتا ہون ہونٹون کو جسطرح مین نے ابن عباس کو ہونٹ ہلاتے دیکہا ہے پہر
سعید نے اپنے ہونٹہ ہلا کر دکہلائے تو ابن عباس کہتے ہین کہ پہر اوتاری اللہ نے آیت لا تحرک
به لسانک لتعجل به ان علینا جمعه وقرانه - جمعه کے معنی ابن عباس نے یہ کہے ہین کہ جمع کرنا
اوسکا تیرے سینے مین اور یہ کہ پڑھ لے تو اوسکو اور فاذا قراناه فاتبع قرآنه کی تفسیر اونہون نے یہ
بیان کی کہ قرآن کو سنتے رہو اور خاموش رہو ثم ان علینا بیانه کے معنی اونہون نے یہ بیان کیے
کہ ہمارا کام ہے کہ تو اوسکو پڑھ لے اسکے بعد رسول اللہ علیہ وسلم کا یہ حال تہا کہ جب جبرئیل
نازل ہوتے تو سنتے رہتے - اور جب جبرئیل چلے جاتے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اوس کلام
کو اوسی طرح پڑھ دیتے جیسے جبرئیل نے پڑہا تہا -
قوله اسی طرح خدا تعالے سورۂ والنجم مین فرماتا ہے وما ینطق عن الهوی ان هو الا وحی یوحی
یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم اپنی خواہش نفس سے نہین کہتا مگر یہ تو وہ بات ہے جو اوس کے دل مین
ڈالی گئی ہے علمه شدید القوے ذو مره اوسکو سکہایا ہے بڑی قوت والے صاحب دانش نے

ان علینا جمعه و قرآنه یعنی ہمارا ذمہ ہے وحی کو تیرے دل میں اکٹھا کر دینے اور اوسکے پڑھ دینے کا فاذا قرأناه فاتبع قرآنه پھر جب ہم اوسکو پڑھ چکیں تو اوس پڑھنے کی پیروی کر ثم ان علینا بیانه پھر ہمارا ذمہ ہے اوسکا مطلب بتانا۔

اقول اس آیت مین بھی سید صاحب نے اس کے ماقبل کے جملہ سے آنکھین بند کر لین پوری آیت یون ہے لا تحرک به لسانک لتعجل به ان علینا جمعه و قرآنه فاذا قرأناه فاتبع قرآنه یعنی نہ ہلا تو اوسکے ساتھ اپنی زبان کو تا جلدی کرے اوس مین بیشک ہمارے ذمہ ہے جمع کر دینا اوسکا اور پڑھانا اوسکا اور جب پڑھاوین ہم اوسکو تو پیروی کر اوسکے پڑھانے کی اب ہم پوچھتے ہین کہ بمقتضاے سرشت اور فطرت کے تعلیم اخلاق کا جوش جو پیغمبر کے دل مین مانا جاوے تو وہ صرف مطالب اور معانی کا جوش ہوگا الفاظ کی تخصیص اوس مین نہوگی پھر کیا وجہ تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نزول قرآن کے وقت جلد جلد اپنی زبان کو حرکت دیا کرتے تھے وہ کون تھا جسکے ساتھ جلدی جلدی پڑھا کرتے تھے جن باتونکا جوش بمقتضاے فطرت دل سے اوٹھتا ہو اونکے بھول جانے کا خوف نہین ہوتا پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسا اہتمام کیون تھا اور یہ جو اللہ نے فرمایا کہ اوسکا تیرے دل مین جمع کرنا اور پڑھا دینا ہمارا کام ہے اسکا مطلب تو یہی ہے کہ جبرئیل جب قرآن سناوین تو تو اوسکے بھول جانے کا خوف نہ کر اور جلدی جلدی اوسکے ساتھ پڑھ بلکہ سنتا رہ ہم اوسکو تیرے دل مین محفوظ رکھین گے اور تو اوسکو بھولے گا نہین اس سے یہ تو نہین ثابت ہوتا کہ قرآن بواسطہ جبرئیل کے نازل نہین ہوتا تھا۔ اب ہم اس آیت کی تفسیر جو ابن عباس رضی اللہ عنہ نے بیان کی ہے صحیح بخاری سے نقل کرتے ہین عن ابن عباس فی قوله تعالی لا تحرک به لسانک لتعجل به قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یعالج من التنزیل شدة وکان مما یحرک شفتیه فقال ابن عباس فانا احرکهما کما کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

ماکذب الفواد ما رأی نہین انکار کیا دل نے جو کچھہ دیکھا یعنی رسول اللہ نے جو کچھہ آنکھون سے دیکھا اوسکو
دل مین بھی سچ مانا یہ نہین کہ صرف ایک وہمی خیال سمجھہ لیا ہو افتمارونہ علے مایری کیا تم اے مشرکو
جھگڑا کرتے ہو پیغمبر سے اوس امر پر جو اوس نے دیکھا ہے ولقد راٰہ نزلۃ اخریٰ عند سدرۃ المنتہیٰ
اور بتحقیق پیغمبر نے دیکھا ہے جبرئیل کو دوسری بار نزدیک سدرۃ المنتہیٰ کے روایات صحیحہ سے ثابت ہے
کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اصلی صورت پر جبرئیل کو دو مرتبہ دیکھا ہے۔ ایک مرتبہ جبرئیل اول
افق پر نظر آئے اور پھر حضرت سے قریب ہو گئے اور دوسری مرتبہ جبرئیل کو اصلی صورت مین آسمان پر سدرۃ المنتہیٰ
کے پاس دیکھا تھا۔ انہین دونو مشاہدون کا ان آیات مین بیان ہوا۔ اب غور کرنا چاہیے کہ جس آیت
سے سید صاحب جبرئیل کا واسطہ ہونے پر استدلال کرتے ہین اوسی آیت سے جبرئیل کا واسطہ کیسی وضاحت
کے ساتھہ ثابت ہوتا ہے۔ پھر جو سید صاحب لکھتے ہین کہ یہ مشاہدہ اگر انہین ظاہری آنکھون سے
تھا تو وہ عکس خود اپنے دل کی تجلیات ربانی کا تھا۔ اس تقریر سے معلوم ہوتا ہے کہ اول تو وہ ظاہری آنکھون
سے اس مشاہدہ کے ہی منکر ہین۔ حالانکہ اسکا انکار قرآن کا انکار ہے۔ پھر وہ جو دل کی تجلیات کا
عکس بتلاتے ہین اسکا ماحصل بھی یہ ہوا کہ واقع مین کچھہ نظر نہین آتا تھا دل کی تجلیات کا عکس تھا یعنی
پیغمبر نے یہ دہوکا کہایا کہ اول کوئی شخص بڑی قوت والا صاحب دانش اونکو افق پر نظر آیا پھر قریب ہوا
پھر نیچے اوتر آیا۔ پھر بہت قریب ہو گیا پھر اوسنے وحی بیان کی درحقیقت — وہمی خیالات تھے
اور اصل مین دل کے عکس کے سوا اور کچھہ نہ تھا۔ نعوذ باللہ من ذالک جو قصہ ایسی تصریح سے قرآن
مذکور ہو اوسکا انکار قرآن کا انکار ہے پھر اگر کچھہ نہ تھا تو اللہ نے یہ کیون فرمایا کہ جو کچھہ دیکھا اوس کو
دل مین بھی سچ جانا اگر معاذ اللہ وہ دہوکا تھا تو اس مشاہدہ کو دل مین سچ سمجھنا تو بالکل غلط فہمی تھی
اور پھر جو اللہ نے منکرون سے خطاب کر کے فرمایا کہ تم اس مشاہدہ پر پیغمبر سے کیون جھگڑا کرتے ہو
اس دہوکے کی صورت مین یہ عتاب محض بے محل ہوگا اور پھر اسکے کیا معنی ہونگے کہ اسی طرح

فاستوے وھو بالافق الاعلے پہر ٹہیرا اور وہ بہت بلند کنارہ پر تہا ثم دنی فتدلی پہر پاس ہوا اور
ادہر کہڑا ہوا فکان قاب قوسین او ادنے پہر دو کمانون یا اس سے بہی کم فاصلہ رہگیا فاوحی الی عبدہ
مااوحی پہر اپنے بندے کے دل مین الی وہ بات جو والی یہ تمام مشاہدہ اگر انہین تہا بجز آنجہونی
تہا تو وہ عکس خود اپنی تجلیات ربانی کا تہا جو بمقتضاے فطرت انسانی وفطرت نبوت دکہائی دیتا تہا
اور درحقیقت بجز ملکہ نبوت کے جسکو جبرئیل کہو یا اور کچہہ نہ تہا - **اقول** اس آیت سے جو سید صاحب
یہ ثابت کرنا چاہتے ہین کہ وحی بواسطہ جبرئیل کے نہین آتی تہی - یہ خیال بہی اونکا محض غلط ہو گیا
اس آیت سے یہ ثابت نہین ہوتا بلکہ بواسطہ جبرئیل کے وحی کا نازل ہونا ثابت ہوتا ہے وما
ینطق عن الھوے ان ھو الا وحے یوحی کے معنی یہ ہین کہ پیغمبر اپنی طرف سے کچہہ بہی نہین کہتا ہے نہین ہے
یہ قرآن مگر وحی جو اوسکی طرف بہیجی گئی ہے اب وحی کے معنے صرف دل مین ہی ڈالنے کے نہین ہین
بلکہ جو پیغام بواسطہ فرشتہ کے بہیجا جاے وہ بہی وحی ہے بلکہ اعلے قسم وحی کی یہی ہے علمہ
شدید القوے ذو مرۃ سکہایا اسکو بڑی قوت والے صاحب دانش نے - سید صاحب نے
بڑی قوت والے صاحب دانش سے اللہ کی ذات مراد لی ہے تاکہ جبرئیل کا واسطہ باقی نہ رہے مگر
ظاہر امر اوس سے جبرئیل ہے یہی تفسیر اسکی صحابہ نے کی ہے اور مابعد کی آیتون سے بہی اسکا مطلب
اسی تفسیر کی بموجب بہت درست ہوتا ہے فاستوے وھو بالافق الاعلے پس قایم ہوا وہ اور وہ
بلند کنارے پر تہا - اب ہم سید صاحب سے پوچہتے ہین کہ آسمان کی افق پر جس چیز کے نظر آنے کا
ذکر ہے وہ اگر جبرئیل نہین تو اور کون ہے ثم دنی فتدلی پہر نزدیک ہوا پہر اوترآیا اول آسمان کے
کنارہ پر نظر آنا پہر نزدیک ہونا اور اوترنا یہ سب صفتین جسکی تہین وہی جبرئیل تہا فکان قاب قوسین
او ادنی پس ہوگیا فاصلہ دو کمانونکے یا اس سے بہی کم - اب سید صاحب انصاف کرین کہ یہ صفت
جبرئیل کے سوا اور کس کی ہے فاوحی الی عبدہ مااوحی پہر وحی کی اللہ کو بندے کیطرف جو وحی کی

۹۹

م ایک فقرہ اس موقع پر نقل کرتے ہین اور وہ کلام ابو ذر کے بہائی حضرت انیس رضی اللہ عنہ کا ہے
اوس کلام مجید کی تعریف مین فرماتے ہین جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سن گئے تہے
ر وہ فقرہ یہ ہے وکان انیس احد الشعراء قال انیس لقد سمعت اقوال الکہنۃ فما ھو بقولہم
لقد وضعت قولہ علی اقراء الشعراء فما یلتئم علی لسان احد بعدی انہ لشعر واللہ انہ لصادق
انہم لکاذبون انہو یعنی انیس ایک شاعر تہے اونہون نے کہا کہ مین نے کاہنون کا قول سنا ہے
رآن اونکا قول نہین اور مین نے اوسکو انواع شعر پر بہی لحاظ کیا پس جاری ہوگا کسی کی زبان پر
ہرے بعد کہ وہ شعر ہے واللہ محمد سچا ہے اور سب جہوٹے ہین بیہقی نے عکرمہ سے روایت
ن سے کہ ولید بن مغیرہ جو فصاحت مین سید قریش سمجہا جاتا تہا ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
ے کہنے لگا کہ آپ قرآن مجہے تو سنائین آپنے آیہ ان اللہ یامر بالعدل والاحسان آخر تک پڑہی
وسنے کہا پہر پڑہو آپنے وہ آیت دوبارہ پڑہی تو اوس نے کہا کہ واللہ اس کلام مین شیرینی ہے
اور بیشک اسمین مزا ہے اوسکی بلندی پہل دینے والی ہے اوسکی پستی شاداب ہے اور نہین کہہ سکتا
سکو آدمی ابو عبید نے روایت کی ہے کہ ایک اعرابی نے یہ آیت سنی فاصدع بما تومر اوسیوقت
وسنے سجدہ کیا اور کہا کہ مین نے اس کلام کی فصاحت کو سجدہ کیا ہے اور ایک اعرابی نے ایک
شخص کو یہ آیت پڑہتے سنا فلما استیئسوا منہ خلصوا نجیا تو اوس نے کہا کہ مین گواہی دیتا ہون
کوئی مخلوق اس کلام پر قادر نہین ہو سکتا۔ اصمعی نے حکایت کی ہے کہ مین نے عرب کی ایک
لڑکی سے چند شعر سنے جو نہایت فصیح اور عجیب تہے مین نے بڑے تعجب کے ساتہہ پوچہا کہ تو نے یہ
فصاحت کہان سے سیکہہ لی اوس لڑکی نے جواب دیا کہ یہ کیا فصاحت ہے فصاحت وہ ہے جو اللہ نے
کہا ہے واوحینا الی ام موسی ان ارضعیہ فاذا خفت علیہ فالقیہ فی الیم ولا تخافی ولا تحزنی انا رادوہ
الیک وجاعلوہ من المرسلین۔ قسطلانی نے مواہب اللدنیہ مین لکہا ہے کہ یحیی بن حکیم

اوسکو سدرۃ المنتہی پر بہی دیکہا ہے اگر دل کی تجلیات کا ہی عکس تہا کہیہ نہتہا تو وہ ہر وقت ایکسا رہتا ہوگا
اس آیت کی تفسیر مین بخاری نے عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے یہ نقل کیا ہے کہ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے جبرئیل کو ایسی صورت مین دیکہا تہا کہ اوسکے چہہ سو بازو تہے **قولہ** وہ الہیات ہے
جو پیغمبر کے قلب نبوت پر نہ بطور معنی و مضمون کے بلکہ بلفظہ ڈالی گئی تہی **اقول** اگر منشا بیان قرآن کا
کوئی امر فطری مانا جاے جیسے سید صاحب پہلے تصریح کر چکے ہین تو قرآن کا بلفظہ خدا کی طرف سے نازل ہونا
ثابت نہین ہوتا اسلئے کہ ملکہ فطری تو صرف مطالب تہذیب کے بیان کرنے کا جوش پیدا کر یگا
تخصیص الفاظ کی کوئی وجہ نہین ۔ اور جب سید صاحب ان الفاظ کو کلام الہی مانتے ہین تو قرآن
کو بطور پیغام کے خدا کی طرف سے نازل ہونا ماننا پڑے گا اور نیز اس صورت مین امر فطری کی کوئی
حاجت نہ ہی اللہ کو اختیار رہا کہ جیسا چاہا اپنا کلام نازل کرتا جیسا نازل کیا ویسا ہی ہوگیا **قولہ** یہ بات کہ
اوسکی مثل کوئی نہین کہہ سکا یا کہہ سکتا اوس کے من اللہ ہونے کی دلیل نہین ہوسکتی **اقول** جب یہ بات
مان لی گئی کہ اوسکی مثل کوئی نہین کہہ سکتا تو ثابت ہوگیا کہ مخلوق سے اس قسم کا کلام ممکن نہین اور اس
صورت مین خواہ مخواہ یہی کہنا پڑے گا کہ وہ کلام خالق ہو ۔ یہ تو ایسی کہلی ہوئی دلیل ہے کہ کوئی
اوس مین شک نہین کرسکتا ۔ فصحاے عرب پر قرآن کے منجانب اللہ ثابت کرنے کے واسطے اس
سے بڑہکر اور کوئی دلیل نہین ہوسکتی تہی اس لئے کہ اون مین بہت بڑا کمال فصاحت زبان کا ہی
تہا اور اونکو قرآن سے ضد اور مخالفت بہی بہت تہی اور جہانتک اون سے ممکن تہا وہ اوسکے
جہٹلانے مین کوشش کرنا چاہتے تہے باایہمہ وہ ایک چہوٹی سورت کے مثل بنانے سے بہی
عاجز ہوگئے تو ایسی صورت مین جو اون مین منصف مزاج تہے وہ خود ہی اس امر کے مقر ہوگئے کہ بیشک یہ
اللہ کا کلام ہے اور بعض نے عناد کی وجہ سے ظاہر مین اقرار نہین کیا مگر وہ بہی اوسکو اللہ کا کلام
جان گئے صحیح مسلم کی کتاب الفضائل مین اسلام ابوذر غفاری کی ایک حدیث طویل مذکور ہوا اوس مین ہے

اور جب قرآن پڑہتے تہے تو آنسوؤن کو روک نہین سکتے تہے اس قصہ سے مشرکین قریش کے
سرداروں کو بہت خوف پیدا ہوا اور پیغام بہیجکر ابن دغنہ کو بلایا اور کہا کہ ہمنے ابوبکر کو تیری پناہ مین
مان لیا تہا اور یہ شرط کر دی تہی کہ وہ اپنے رب کی اپنے گہر مین ہی عبادت کرے مگر اوس نے اس سے
تجاوز کیا اور اپنے گہر سے باہر ایک مسجد بنالی اور اوس مین نماز اور قرارت کا اعلان کرتا ہے ہم ڈرتے
ہین کہ کہین ہماری عورتوں اور بچوں کو فتنہ مین نہ ڈالدے تو ان باتوں سے اوسکو منع کر اگر وہ اپنے گہر
کے اندر عبادت کر لینے پر راضی ہو تو بہتر ورنہ تو اپنی ذمہ داری اوس سے پہیر لے ہم تجہسے
بہی بدعہدی کرنا نہین چاہتے اور ابوبکر کے اس اعلان کو بہی پسند نہین کرتے چنانچہ جب اوس نے
اس باب مین حضرت ابوبکر سے گفتگو کی تو انہوں نے اوسکی ذمہ داری پہیر دی اور کہا کہ مین اس
امر پر راضی ہون کہ آئندہ اللہ کی پناہ مین رہون۔ اب غور کرنا چاہئے کہ مشرکین عرب کو جو قرآن
کا اعلان ناگوار تہا اور وہ جانتے تہے کہ اسکو سنکر کہین انکی عورتین اور بچے فتنے مین نہ پڑجاوین اسکی
وجہ بجز اس کے اور کیا تہی کہ وہ اوسکی فصاحت سے حیران ہوکر سمجہہ لینگے کہ بیشک یہ کلام
مخلوق کا نہین بلکہ خالق کا ہے۔ اسکے علاوہ ہم کہتے ہین کہ قدیم سے سنت انبیا یہی چلی
آتی ہے کہ وہ اپنی نبوت کی تصدیق کے واسطے ایک ایسا امر ظاہر کرتے ہین جو کسی مخلوق سے نہین
ہو سکتا اسی کو معجزہ کہتے ہین اور اسی سے اللہ کی حجت بندونپر تمام ہو جاتی ہے اور منکرین مورد
غضب الٰہی ہوتے ہین اور مخلوق کی بہی ہمیشہ سے یہی عادت ہے کہ جو شخص نبوت کا دعوے کرتا ہے
اوس سے معجزہ طلب کرتے ہین اور اسی معجزہ کو ظہور نور اللہ کی طرف سے اوسکی تصدیق کی نشانی
سمجہتے ہین اللہ اپنے ان پڑہ اور امی بندونکے مقابلہ مین منطقی اور فلسفی دلیلین نہین پیش کیا کرتا بلکہ
ایسی دلیلین پیش کیا کرتا ہے جسکو ہر دانا اور نادان اچہی طرح سمجہہ لے اور عام بندون کے خیالات اور
طلب کی بموجب اونپر اسطرح حجت تمام ہو جاوے کہ اوسکے مقابلے سے عاجز ہو جاوین اسطرح جسے

اندلسی جو اپنے زمانہ مین فصاحت و بلاغت مین بے نظیر تہا اوس نے قرآن کے مقابلے
کچہہ عبارت بنانے کا ارادہ کیا جب اوس نے سورہ اخلاص پر غور کیا اور اوسکی شکل ایک سورت
چاہی تو اوس پر ایسا خوف اور رعب طاری ہوا کہ اوس ارادہ سے اوس نے توبہ کی اور اللہ کی
رجوع کیا۔ اور اوسی کتاب مین لکھا ہے کہ ابن المقفع[1] جو اپنے زمانے کا بڑا فصیح تہا اوس نے
قرآن کے مقابلہ کا ارادہ کیا اور جدا جدا چند سورتین تصنیف کین ایک روز اوس نے ایک لڑ
کو مکتب مین یہ پڑہتے سنا وقیل یا ارض ابلعی ماءک ویاسماء اقلعی وغیض الماء وقضی الامر واستوت
علی الجودی وقیل بعدا للقوم الظالمین ۔ یہ سنتے ہی وہ لوٹا اور جو کچہہ اوس نے لکہا تہا وہ دہو ڈالا
کہا مین گواہی دیتا ہون کہ اسکا معارضہ نہین ہوسکتا۔ یہ آدمی کا کلام نہین۔ ان روایتون پر غور
کرنے سے یہ نتیجہ ظاہر ہوتا ہے کہ عربی زبان کے بڑے بڑے فصحا قرآن کی فصاحت کو شا
اس امر کا اقرار کر لیتے تہے کہ یہ آدمی کا کلام نہین بیشک خدا کا کلام ہے۔ صحیح بخاری مین روایت
ہے کہ ابتداے اسلام مین حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حبشہ کی طرف ہجرت کا ارادہ
کیا راستہ مین سے ایک شخص ابن دغنہ[2] اونکو پہر مکہ مین واپس لے آیا اور مشرکین مکہ کو اوس نے
سمجہا دیا اور ابوبکر کو اپنی پناہ مین لے لیا مشرکین مکہ نے ابن دغنہ سے کہا کہ ابوبکر سے یہ کہہ
کہ اپنے رب کی [illegible] گہر مین ہی عبادت کرین۔ اور گہر مین ہی نماز پڑہین اور وہین جتنا چاہین
قرآن پڑہین۔ [illegible] چیزون سے ہمکو ایذا دین اور ان چیزون کا اعلان کرین
اسلئے کہ ہمکو خوف ہے کہ کہین ہماری عورتین اور اولاد فتنہ مین نہ پڑ جاوین۔ چنانچہ ابوبکر رضی اللہ عنہ
نے اپنے گہر مین ایک مسجد بنالی وہین نماز پڑہتے تہے۔ اور وہین قرآن پڑہتے تہے اوس وقت
مشرکین کی عورتون اور بچون کا اونکے گرد ایسا ہجوم ہوجاتا تہا کہ گویا اونپر گرے پڑتے تہے
اور وہ تعجب مین آتے تہے اون سے اور دیکہا کرتے تہے اونکی طرف ابوبکر بہت رونیوالے آدمی تہے

[1] ابن المقفع ایک مجوسی تہا خلیفہ منصور کا کاتب تہا جب سفیان [illegible] حاکم ہوا تو اوسکی ناک [illegible] سفیان [illegible] ابن المقفع [illegible] اس بات پر [illegible] ابن المقفع [illegible] جلکر خاک ہوگیا ۱۲

[2] [illegible]

[3] [illegible] ۱۲

ہم سخن فہم ہین غالب کے طرفدار نہین ✤ دیکہین اس سہرے سے کہدے کوئی بڑہکر سہرا ✤

اب سید صاحب خود بھی انصاف کرلین اور جس سے چاہین اوس سے پوچھ لین کہ اس شعر مین شاعر صرف فصاحت وبلاغت مین اپنے کلام کا معارضہ چاہتا ہے یا کسی اور صفت مین حالانکہ کوئی اشارہ اس شعر مین اس امر پر نہین کہ معارضہ فصاحت مین مطلوب ہی **قولہ** بلکہ صاف پایا جاتا ہی کہ جو ہدایت قرآن سے ہوتی ہی اوس مین معارضہ چاہا گیا ہے **اقول** اگر قرآن کا معارضہ ہدایت مین طلب کیا جاتا تو عرب مین جو اہل کتاب تہے وہ کبہی عاجز نہوتے اور اونپر حجت ہرگز تمام نہوتی اسلئے کہ وہ اسکے جواب مین بعضے مضامین توریت وانجیل کے پیش کردیتے جو تحریف سے محفوظ تہے اور ظاہر ہے کہ جمیع کتب سماوی جو منزل من اللہ ہین ہدایت مین قرآن کے ساتہہ شریک ہین ثانیا یہ کہ قرآن کی ہدایت مین تو معارضہ اوس سے طلب کیا جاے جو قرآن کی ہدایت کو مانتا ہو اگر وہ قرآن کو ہادی سمجہتے تو انکار کیون کرتے بلکہ وہ تو بت پرستی کے مضامین کو ہی ہدایت سمجہتے تہے پس اگر اون سے کہا جاتا کہ ایک سورت تو ایسی بناؤ جسمین قرآن کی مثل ہدایت ہو تو وہ اپنے گمان باطل کی بموجب صاف کہدیتے کہ قرآن مین تو کچہہ بھی ہدایت نہین۔ ہدایت تو اوس کتاب مین ہوگی جسمین بتونکی تعریف ہو۔ اور کوئی عبارت بتونکی تعریف مین بنا کر پیش کردیتے اور اوسکی ہدایت قرآن کی ہدایت سے بڑہکر بتادیتے پس یہ دلیل اونکے مقابلے مین کیا فائدہ دیتی اور وہ عاجز کیونکر ہوتے البتہ فصاحت وبلاغت ایک ایسی چیز تہی جسکے انکار کی اونکو مجال نہتہی اور اسی کے معارضہ مین عاجز ہونے سے اونپر حجت تمام ہوئی **قولہ** سورۂ قصص مین آنحضرت کو صاف حکم دیا گیا ہے کہ تو کافرون کو کہدے کہ کوئی کتاب جو توریت اور قرآن سے زیادہ ہدایت کرنیوالی ہو وہ لاؤ **اقول** بحث اوس آیت مین تہی جہان صرف قرآن کا معارضہ طلب کیا گیا ہے اس بحث مین ایسی آیت کا ذکر کرنا جسمین قرآن کے ساتہہ توریت بھی شریک ہے محض بے محل ہے سورۂ قصص کی اصل آیت یہ ہے

رسول اللہ علیہ وسلم نے قرآن کی فصاحت کو پیش کر کے منکرین پر حجت تمام کی واللہ یہدی من یشاء الی صراط مستقیم **قولہ** بہت سے کلام انسانونکے دنیا مین ایسے موجود ہین کہ اونکی مثل فصاحت وبلاغت مین آجتک دوسرا کلام نہین ہوا۔ **اقول** قرآن کے سوا دنیا مین اور کوئی بے مثل کلام ایسا ہرگز موجود نہین کہ کسی ایسے شخص نے جو دعوے نبوت کرتا ہو اپنی قوم کے سامنے پیش کیا ہو جو اوسکے منکر اور دشمن ہون اور سخت عناد او تعصب رکھتے ہون اور اوس کی تکذیب کی کوشش کرتے ہون اور نیز اوس زبان کے جسمین وہ کلام ہے ماہر او فصیح ہون اور اوس پیش کرنے والے نے یہ کہا ہو کہ اگر تم اس کلام کو منزل من اللہ نہین سمجھتے تو ایک چہوٹی سی عبارت تو اس کی مثل بناؤ۔ اور پہر بھی اوس کی قوم اوس کے معارضے سے عاجز آئی ہو۔ اگر قرآن کے سوا اور کوئی کلام ایسا دنیا مین ہو تو سید صاحب نشان دین انشاء اللہ ہرگز نہ بتا سکین گے۔ باقی رہی یہ بات کہ اگر کوئی فصیح کلام ایسا ہو کہ اور فصحا نے اوس سے معارضہ نہین کیا اور کوئی وجہ ایسی پیدا نہین ہوئی کہ خواہ مخواہ اور فصحا اوس مصنف کی فصاحت کا دعوے توڑنے کا قصد کرتے تو ایسے کلام کو یہ نہین کہہ سکتے کہ اوسکا جواب نہین ہو سکتا **قولہ** ان آیتون مین کوئی ایسا اشارہ ہے جس سے فصاحت وبلاغت مین معارضہ چاہا گیا ہو۔

اقول اشارہ کی کوئی ضرورت نہین جب ایک کلام کا دوسرے کلام سے عموما معارضہ طلب کیا جاتا ہے تو عام استعمال کی بموجب یہی سمجہا جاتا ہے کہ فصاحت وبلاغت مین معارضہ مطلوب ہے جب یہ نہین کہے گے کہ ایسی عبارت تم تو بنا دو تو اوسکے معنی یہی ہونگے کہ ایسے فصیح وبلیغ عبارت بناؤ یہی استعمال قدیم سے آجتک جاری ہے جسکا کوئی انکار نہین کر سکتا۔ اگرچہ یہ استعمال ایسا مشہور اور متعارف ہے کہ محتاج سند نہین۔ مگر پہر بھی ہم غالب دہلوی کا ایک شعر اس موقع پر اس محاورے کے ثبوت کے لئے نقل کرتے ہین جو اردو زبان کا استاد کامل سمجہا جاتا ہے۔ اور وہ یہ ہے

اوتم کوئی کتاب اس سے پہلی یا کوئی بقیہ علم سے اگر ہو تم سچے - یہان سے صاف ظاہر ہو گیا کہ
کفار بت پرستی کے مضمون کو اسطرح نہین ثابت کرسکتے تہے کہ اوسکی سند مین کوئی اللہ کی کتاب
پیش کردین - پس بخوبی ثابت ہو گیا کہ یہ دو نو معارضے جدا جدا طلب کئے گئے ہین - جہان صرف قرآن
کا معارضہ چاہا گیا ہے وہان فصاحت و بلاغت مین معارضہ چاہا گیا ہے اور جہان قرآن کے
ساتہہ توریت بہی شامل کی گئی ہے وہان معارضے مین کوئی کتاب منزل من اللہ طلب کی گئی ہے
جو دو نو سے اہدی ہو ایک معارضے کی طلب کو دوسرے معارضے کی طلب سے کوئی تعلق
نہین **قولہ** وہ تمام قوم ایک لٹیری چور قزاق الخ حاصل یہ کہ عرب کے سارے آدمی جہالت
اور فحش اور فسق و فجور مین مبتلا تہے اور اونکی حالت بالکل نادان وحشیونکی سی تہی ایسے لوگون مین اوسی
قوم کے ایک شخص نے جو چالیس برس تک امی نہین ہین رہا وہ نصیحتین پیش کین جو قرآن مین موجود ہین
یہ امر بجز فطرت نبوت کے ممکن نہین اور وہ نصیحتین ایسے لفظون مین بیان کین جو ہر قسم کے لوگون کے
لئے یکسان مفید تہی - یہ امر بہی بجز اس کے ممکن نہ تہا کہ وہ خدا کی طرف سے ہون لیکن ایسے وحشیون
مین ایسا ہادی بجز نبی کے اور کوئی نہین ہو سکتا تہا اس لئے اللہ نے فرمایا کہ اگر تم کو اوس کے
خدا کی طرف سے ہونے مین شک ہو تو فاتو بسورۃ من مثلہ الخ **اقول** سید صاحب نے جو دلیل
اثبات نبوت کے واسطے بیان کی وہ اس آیت سے مستنبط نہین ہوتی جیسی تفسیر مین ہماری یہ تمام بحث سے
چنانچہ یہ امر ہماری سابقہ بیانات سے بخوبی واضح ہو چکا - ثانیا یہ دلیل اگر ہے تو مومنین کے سمجہنے
کے واسطے ہے منکرین پر اسکی حجت تمام نہین ہوتی اسلئے کہ نہ وہ اپنا جاہل و وحشی ہونا تسلیم کرتے
تہے اور نہ قرآن کو ہادی مانتے تہے پہر اس دلیل سے وہ ساکت کیونکر ہوتے ثالثا اگرچہ اوس قوم
مین شرک اور فسق کی بہت کثرت تہی اور اکثر خیالات اونکی جاہلانہ تہے مگر ہر زمانہ مین کچہہ لوگ ایسے
بہی اوسی قوم مین پیدا ہوتے تہے جو اللہ کو وحدہ لاشریک کہتے تہے اور شرک سے بالکل بیزار

وقالوا انا بکل کافرون فاتوا بکتاب من عند اللہ ہو اہدی منہما اتبعہ ان کنتم صادقین یعنی اور کہا کافرون نے کہ ہم قرآن اور توریت وغیرہ سب کے منکر ہین تو کہدے کہ لاؤ کوئی کتاب جو اللہ کیطرف سے ہو وہ زیادہ ہدایت کرنیوالی ہو اون دونو سے پیروی کرونگا مین اوس کی اگر ہو تم سچے - اب میدنا غور کرین کہ سورہ بقر کی اس آیت مین جسکے تحت مین ہماری یہ بحث ہے اور اوس کے علاوہ اون سب آیات مین جہان قرآن کی ایک سورت یا چند سورتون سے معارضہ طلب کیا گیا ہے وہان یہ نہین کہا گیا کہ اس کی مثل اللہ کی کتاب لاؤ - بلکہ یہ کہا گیا ہے کہ اوس کے ایک ٹکڑے کی مثل تم عبارت بنا لاؤ یا اپنے مددگارون سے بنوا دو اور سورہ قصص مین جہان توریت بھی قرآن کے ساتھہ شامل کی گئی ہے وہان یہ کہا گیا ہے کہ کوئی کتاب منزل من اللہ ایسی لاؤ جو ہدایت مین ان دونو سے زیادہ ہو پس یہان اونکی بنائی ہوئی کتاب نہ مانگی گئی بلکہ کتاب منزل من اللہ مانگی گئی ہے اسکی وجہ یہی ہے کہ جہان صرف قرآن سے معارضہ چاہا گیا ہے وہان صرف فصاحت بلاغت مین معارضہ چاہا گیا ہے - اور جہان اوس کے ساتھہ توریت بھی شامل کی گئی وہان معارضہ ہدایت مین چاہا گیا اس لئے کہ توریت بے مثل فصاحت مین قرآن کے ساتھہ شریک نہ تھی اور چونکہ ہدایت کے معارضے مین منکرون کو یہ گنجایش تھی کہ اپنی بت پرستی کے مضمونکو ان دونو کتابون سے اہدی کہدیتے لہذا کتاب من عند اللہ کی قید لگائی گئی اس لئے کہ اگرچہ کفار بت پرستی کو اچھا سمجھتے تھے مگر اونکا یہ اعتقاد نہ تھا کہ بت پرستی کا حکم منزل من اللہ ہے چنانچہ یہ مضمون سورہ احقاف سے بخوبی ظاہر ہوتا ہے جہان اللہ نے فرمایا - قل ارایتم ما تدعون من دون اللہ اروني ماذا خلقوا من الارض ام لہم شرک فی السموات ایتونی بکتاب من قبل ہذا او اثارۃ من علم ان کنتم صادقین یعنی تو کہدے کیا دیکھا تم نے جن چیزونکو پکارتے ہو تم اللہ کے سوا مجھے تو دکھاؤ کیا پیدا کیا اونہون نے زمین مین یا اونکو شراکت ہے آسمانون مین

علیہ وسلم کی نبوت سے پانچ برس پہلے اونکا انتقال ہوگیا تہا **تُبَّع** ایک شخص قبیلہ بنی حمیر
مین سے تہا اسکا ذکر قرآن مین بہی موجود ہے مورخین نے لکہا ہے کہ وہ یمن کا بادشاہ تہا اوسکی
ساری قوم کافر تہی مگر وہ مومن تہا۔ عبدالرزاق نے حضرت عائشہؓ سے روایت کی ہے کہ تبع ایک
رجل صالح تہا یہی مضمون حاکم کی روایت مین بہی ہے **ورقہ بن نوفل** اسکا ذکر اس کتاب
مین پہلے گذر چکا ہے وہ بہی شرک اور بت پرستی سے بیزار تہے۔ اور راہ اونکی بہت درست ہوگئی
تہی **لبید بن ربیعہ** عرب کے مشہور شاعرون مین سے ہے جسکا یہ مصرع بہت مشہور ہے
الا کل شئی ما خلا اللہ باطل یعنی بیشک سب چیزین اللہ کے سوا باطل ہین۔ یہ مصرع اوس نے
قبل اسلام جاہلیت کے زمانہ مین تصنیف کیا تہا صحاح کی حدیثون مین وارد ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم بہی اس مصرع کو اکثر پڑہا کرتے تہے **ابوطالب** حضرت علیؓ کے باپ اور رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا اگرچہ مسلمان نہوئے مگر حقیقت دین اسلام کی اونکو معلوم ہوگئی تہی
وہ مشرک نتہے مرتے وقت مذہب عبدالمطلب پر ہونے کا اقرار کیا۔ اونہون نے جو حالت نزع
مین اپنی قوم کو وصیتین کین ہین جنکی محمد بن السائب کلبی نے روایت کی ہے ہم اوس کے بعض
فقرات کا ترجمہ شرح مواہب سے نقل کرتے ہین اور وہ یہ ہے کہ اونہون نے اہل عرب کی فضیلت
اور خانہ کعبہ کی تعظیم بیان کرنے کے بعد قریش سے یہ کہا کہ صلہ رحم کا حق ادا کرو اسلئے کہ اوسمین عمر
کی درازی ہوتی ہے اور جماعت کی ترقی ہوتی ہے۔ بغاوت اور والدین کی نافرمانی کو چہوڑ دو پچہلی امتین
انہین دونو باتونکی وجہ سے ہلاک ہوگئین اور پناہ مانگنے والونکو پناہ دو اور سائل کی حاجت پوری
کرو اسلئے کہ ان دونو مین دونو جہان کی بزرگی ہے اور سچ بولنا اور امانت کو ادا کرنا اپنے اوپر
لازم کر لو انہین دونو باتونکی وجہہ سے خواص کو محبت اور عوام مین مکرمت ہوتی ہے۔ اور مین تم کو
محمد صلعم کے ساتہہ نیکی کرنے کی وصیت کرتا ہون وہ قریش مین امین اور عرب مین بہت سچ بولنے والا ہے

ہوتے تھے اور اخلاق ذمیمہ سے پاک ہوتے تھے حالانکہ نہ وہ نبوت کے مدعی ہوئے نہ اور
کوئی اونکی نبوت کا قائل ہوا پس اس صورت مین یہ دلیل بالکل ناتمام سمجھی جاوے گی اس لئے کہ یہ
ظاہر ہو جاوے گا کہ اوس جاہل قوم مین ایسے لوگونکا پیدا ہونا کچھہ نئی اور عجیب بات نہتی کہ خواہ مخواہ
اونکی نبوت کی دلیل سمجھی جاوے چنانچہ اس موقع پر ہم بعض اہل عرب کا ذکر کرتے ہین جو بڑے دانشمند
اور مہذب تھے اور جنکی رائے بہت صائب تہی **قس بن ساعدہ ایادی** اونکی عمر تین سو
اسّی برس کی ہوئی اور اکثر اہل علم کا یہ قول ہے کہ اونکی عمر چھہ سو برس کی ہوئی رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم نے اونکو دیکھا ہے ازدی وغیرہ نے ابوہریرہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ قس پر رحم کرے گویا میری نگاہونکے سامنے ہے کہ وہ اونٹ پر سوار تہا
اور ایسی باتین کرتا تہا جن مین حلاوت تہی مجھکو وہ یاد نہین حاضرین مین سے ایک شخص نے کہا کہ
مجھکو یاد ہین حضرت نے فرمایا کہ بیان کرو تو اوس نے ایک ایسا خطبہ ذکر کیا جو حکمتون اور نصیحتون
سے بھرا ہوا تہا طبرانی نے روایت کی ہے کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
کہ اللہ قس پر رحم کرے صحابہ نے پوچھا کہ آپ قس کے لئے رحمت کی دعا مانگتے ہین حضرت نے
فرمایا ہان بیشک وہ میرے باپ اسمٰعیل کے دین پر تہا اہل جاہلیت مین سے سب سے پہلے
قیامت پر وہی ایمان لائے تھے **زید بن عمرو بن نفیل** یہ حضرت عمر کے چچا تھے شرک
اور بت پرستی سے اونکو سخت نفرت تہی اللہ کو وحدہ لا شریک جانتے تھے ابن سعد نے عامر بن[1]
ربیعہ سے روایت کی ہے کہ زید بن عمرو نے مجھسے کہا کہ مین اپنی قوم کا مخالف ہو گیا اور ابراہیم اور
اسمٰعیل کا مذہب مین نے اختیار کیا ہے وہ دو نون بتونکو نہین پوجتے تھے اور اسی قبلہ کیطرف نماز
پڑھا کرتے تھے یہ ملک شام مین یہود ہی یا ونکو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خبر ملی اور حضور کی ملاقات
کے قصد پر اونہون نے سفر کیا راستے مین مارے گئے بعض کا قول یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ

[1] عامر بن ربیعہ جلیل القدر صحابی ہین ابتدا مین اسلام لائے تھے مہاجرین مین سے ہین۔ بدر مین اور ہر ایک مشہد مین وہ تھے حضرت عثمان کی شہادت ہوئی اوسی ہفتہ مین اونکا انتقال ہوا ۱۲

کہ صدر اول یعنی صحابہ اور تابعین کے زمانے مین کسی کا اس تفسیر سے خلاف منقول نہین ہوا۔
سیاہ گندک کی آگ مین تیزی زیادہ ہوتی ہے اور دیرپا ہوتی ہے اور بدبو اوس مین بہت ہوتی ہے
اور بدن کو چپک جاتی ہے۔ جب دنیا کی گندک مین یہ صفتین ہین تو جو گندک بالخصوص عذاب کیواسطے
بنائی جائے گی اوس کی آگ کیا قیامت ہوگی۔ متاخرین مین سے اکثر مفسرین کی رائے یہ ہے
کہ یہان پتھر سے وہ بت مراد ہین جن کی دنیا مین پرستش ہوتی تھی اونکے جلانے مین ایک مصلحت
تو یہ ہے کہ اونکی ذلت بت پرستون پر کھل جاوے کہ جن کو اونہون نے معبود بنایا تھا وہ ایسی ذلیل
چیزین تھین دوسرے یہ کہ بت پرستون کے معبود ہی اونکے لئے باعث عذاب بنین۔ تیسرے
یہ کہ جسطرح بت پرستون نے پتھرونکی مصاحبت دنیا مین اختیار کی تھی اس مصاحبت کو خدا نے
دوزخ مین بھی باقی رکھا۔ بخاری مین ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ تمہاری آگ دوزخ کی آگ کے ستر حصون مین سے ایک حصہ ہے صحابہ نے
عرض کیا کہ یا رسول اللہ یہی آگ کافی تھی آپنے فرمایا کہ دوزخ کی آگ دنیا کی آگ سے انہتر درجے
غالب ہے جنمین سے ہر درجے کی گرمی مثل اس آگ کے ہے۔ امام غزالی نے لکھا ہے کہ درحقیقت
دوزخ کی آگ کو دنیا کی آگ سے کوئی نسبت نہین ہوسکتی اور یہ نسبت جو حدیث مین مذکور ہے یہ صرف
سمجھانے کے واسطے ہے اس لئے کہ دنیا مین اس آگ سے بڑھکر کوئی عذاب نہ تھا اسلئے آتش دوزخ کی
سختی اسی کے ساتھ نسبت دیکر سمجھائی گئی۔ اہل دوزخ اگر دنیا کی آگ کو پا دین تو اوس آگ سے بھاگ کر
خوشی سے اوس کے اندر گھس جاوین اور بڑی راحت سمجھین۔ ترمذی اور ابن ماجہ وغیرہ نے
ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ دوزخ کی آگ ایکہزار برس تک دہکائی گئی تو وہ سفید ہوگئی
پھر ایکہزار برس تک دہکائی گئی تو سرخ ہوگئی۔ پھر ایکہزار برس تک دہکائی گئی تو سیاہ ہوگئی اب
وہ اندھیری رات کی طرح سیاہ ہے۔ صحیحین مین نعمان بن بشیر سے روایت ہے کہ اہل دوزخ مین سے

ف نعمان بن بشیر انصاری خزرجی ہیں
سنہ ۲ ہجری ... صحابی ہیں آنحضرت ...
نعمان بن بشیر ... کی عمر ...

اور جتنی مین نے تمکو نصیحتین کین ہین وہ سب صفتین اوس مین موجود ہین اوس نے ایک ایسا امر ظاہر کیا ہی
جسکو دل نے قبول کرلیا مگر طعن کے خوف سے زبان انکار کرتی ہی۔ کتاب ملل و النحل بن بن قسم کے
بہت سے آدمیونکا تذکرہ لکھاہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نبوت کے زمانہ سے پہلے بھی
اونکی رای درست تہی اور اخلاق مہذب تھے پس ان حالات پر غور کرنیسے یہ بات بخوبی معلوم ہوتا
ہے کہ اگرچہ اہل عرب کے اخلاق مین بہت سی خرابیان تہین اور شرک اور بت پرستی کا رواج اونمین
بہت تہا مگر اونمین ہمیشہ کچھہ لوگ عقلمند اور دانا بہی ہوتے رہتے تہے پس ایسے لوگون مین کسی تہذیب
سکہانے والے کا پیدا ہونا کچھہ ایسی عجیب بات نہتی کہ خواہ مخواہ اوسکی نبوت کی دلیل مانی جاوے اب
ہم اس بحث سے فارغ ہوکر بفضلہ تعالے پہر تفسیر کیطرف متوجہ ہوتے ہین **فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا**
وَلَنْ تَفْعَلُوْا فَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِیْ وَقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ ۚ
اُعِدَّتْ لِلْكٰفِرِیْنَ ۝ پہر اگر تم نہ کرسکے اور ہرگز آیندہ بھی نہ کرسکوگے تو اوس آگ
سے ڈرو جسکا ایندہن آدمی اور پتہر ہین تیار کی گئی ہے کافرون کے لیے **ف** یعنی جب
قرآن کی فصاحت کا معجزہ ایسا ظاہر ہے کہ تم اوسکی برابری نہین کرسکتے تو اوسکو منزل من اللہ
سمجہو اور ایمان لاؤ اور دوزخ کے عذاب سے بچو جو اللہ نے فرمادیا کہ کبہی آیندہ بہی نہ کرسکوگے یہ
غیب کی خبر دی یعنی کبہی آیندہ بہی ایسا نہین ہونے کا کہ کوئی شخص قرآن کی مثل ایک سورت بناسکے
ایندہن معنے ترجمہ وقود کا کیا ہے وقود سے مراد وہ چیز ہے جس سے آگ روشن کیجاے یعنی ایندہن
کے بدلے اوسمین آدمی اور پتہر جلائے جاوینگے آدمی وہ ہونگے جنپر خدا کا غضب ہوگا۔ پتہر مین مفسرین
کا بڑا اختلاف ہے عبد الرزاق اور سعید بن منصور اور ابن جریر اور ابن منذر اور بیہقی وغیرہم نے ابن مسعود سے
روایت کی ہے اور حاکم نے اوسکو صحیح بہی کہا ہے کہ مراد پتہر سے سیاہ گندہک ہے اور ابن جریر نے
ابن عباس سے اور ابن ابی حاتم نے مجاہد وغیرہ سے بہی یہی روایت کی ہے اور محققین نے تصریح کی

ف یعنی تشخیص در / زبان فن نقص کم / ن روایت ہے تو / بن صاحب اتقان / این مسعود و / سے بہی یہ روایت / اشتغال ہوا ۱۲

جو سرکش اور نافرمان ہوتے ہین اور اللہ کے ساتھ سرکشی کرتے ہین اور لا الہ الا اللہ کہنے سے
انکار کرتے ہین **ف** یہ جو اللہ نے فرمایا کہ وہ آگ کافرونکے واسطے تیار کی گئی ہی اس سے
یہ لازم نہین آتا کہ صرف کافرونکے سوا اور کوئی اوس آگ مین نہ ڈالا جائیگا مثلاً قیدخانہ کو اگر یہ کہا جاے
کہ یہ گھر چورون کے واسطے بنایا گیا ہی تو اوس سے یہ لازم نہین آتا کہ چورون کے سوا اور مجرم اوسمین
مبتلا نہونگے اس لئے کہ یقینی دلیلون سے یہ بات ثابت ہوگئی ہی کہ مومنین مین سے بھی بعض گناہگار
دوزخ کے عذاب مین مبتلا کئے جاوینگے لیکن کبھی نہ کبھی اونکو اوس عذاب سے نجات ضرور ملجاویگی
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت بہت قسم کی ہوگی منجملہ اوس کے یہ بھی ہی کہ گنہگار جو دوزخ کے
عذاب مین مبتلا ہین وہ آپکی شفاعت کی بدولت عذاب سے نجات پاوینگے۔ چنانچہ بخاری کی
روایت مین ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہی کہ اول مرتبہ میری شفاعت کے
لئے ایک حد مقرر ہوجاے گی اوس حد تک مین لوگون کو شفاعت کرکے دوزخ کی آگ مین سے
نکالونگا اور جنت مین داخل کرونگا۔ پھر مین سجدہ مین جاونگا پھر شفاعت کی اجازت ملے گی غرض یہی
طور تین مرتبہ بلکہ چار مرتبہ واقع ہوگا یہانتک کہ دوزخ مین وہی باقی رہجائیگا جسکی شفاعت کا باب قرآن
نے بند کردیا ہی یعنی مشرکین جنکی نسبت قرآن سے ثابت ہوچکا ہی کہ اونکی مغفرت نہوگی۔ اور ہمیشہ وہ
دوزخ مین رہین گے۔ اور نیز بخاری کی روایت مین ہی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہی کہ جب
جنتی لوگ جنت مین اور دوزخی آگ مین داخل ہوچکین گے اوسوقت اللہ کہیگا کہ جسکے دل مین رائی
کے دانے کی برابر بھی ایمان ہو اوسکو بھی دوزخ سے نکال لو اوسوقت وہ نکالے جاوینگے اور
یہ حالت ہوگی کہ جھلس کر کوئلہ ہوگئے ہونگے پھر وہ نہر حیات مین ڈالے جاوینگے تو دوبارہ اون کو
نشو ونما ہوگا۔ اور نیز بخاری مین حضرت انس سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا ہے کہ آگ سے نکالی جاے گی ایک قوم بعد اس کے کہ آگ نے اثر کردیا ہوگا اومین اون کو

جو سب مین کم عذاب والا ہوگا وہ ایسی حال مین ہوگا کہ اوسکے دونو پانو مین جوتیان آگ کی ہونگی
اور اوسکے بانہنے کے تسمے بہی آگ کے ہونگے اون آگ کی جوتیون کی وجہ سے اوسکا دماغ
ایسا جوش کرتا ہوگا جیسے ہانڈی جوش کرتی ہے۔ دنیا مین کوئی اوس سے زیادہ سخت عذاب والا
نہوگا۔ دوزخ مین وہ سب سے کم عذاب والا ہو **ف** اس آیت مین دوزخ کے عذابون مین
سے صرف آگ کے عذاب کا اللہ نے ذکر کیا ہے۔ حالانکہ وہان آگ کے سوا اور بھی قسم قسم کے
عذاب ہونگے منجملہ اوس کے یہ ہوگا کہ زقوم اونکے کہانے کے لیئے ملیگا ابن ماجہ نے ابن عباس
سے روایت کی ہے کہ اگر زقوم کا ایک قطرہ زمین پر گر جاے تو اہل دنیا کا عیش برباد ہو جاے پہر
کیا حال ہوگا اونکا جنکو زقوم کے سوا اور کوئی چیز کہانے کو نہ ملیگی **ف** ابن ماجہ نے عبد اللہ
بن عمر سے روایت کی ہے وہ کہتے ہین کہ ہم بعض غزوات مین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے
ساتھ تھے ہمارا گذر ایک قوم پر ہوا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اونسے پوچھا تم کون لوگ ہو
اونہون نے جواب دیا کہ ہم مسلمان ہین ان مین سے ایک عورت تنور مین ایندہن ڈال رہی تہی
اوس کے پاس اوسکا بچہ بھی تھا جب تنور کی آگ اوپر کو بہڑکتی تو وہ عورت اپنے بچے کو ہٹا لیتی
پہر وہ عورت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی اور اوس نے کہا کہ یا حضرت آپ اللہ کے
رسول ہین حضرت نے فرمایا ہان مین اللہ کا رسول ہون پہر اوس نے کہا کہ آپ پر سے میرے مان
باپ قربان یہ بتلایئے کہ کیا اللہ ارحم الراحمین نہین حضرت نے فرمایا بیشک وہ ارحم الراحمین ہے
پہر اوس نے کہا کہ جسطرح ما اپنے بچے پر رحم کرتی ہے کیا اس سے زیادہ اللہ اپنے بندون پر
رحم نہین کرتا حضرت نے فرمایا بیشک اللہ اس سے زیادہ اپنے بندون پر رحم کرنے والا ہے تب
اوس عورت نے کہا کہ ما اپنے بچے کو کبھی آگ مین نہین ڈالتی یہ سنکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
روتے رہے پہر نیچے کو جہکا لیا پہر سر اوٹھایا اور فرمایا کہ اللہ بھی اونہین بندون پر عذاب کرتا ہے

کوئی پہل تو کہا اونہوں نے یہ وہی ہے جو دیے گئے تھے ہمکو پہلے اور دیے گئے وہ
ایک سے وَلَهُمْ فِيهَا أَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ وَهُمْ فِيهَا خَالِدُونَ اور او نکے
لئے اوس میں بی بیاں ہین پاک اور وہ اوسمین ہمیشہ رہنی والی ہین ف اللہ تعالی نے
توحید اور نبوت کے ذکر کے بعد آخرت مین جو بندونکا ٹھکانا ہے اوسکا بیان فرمایا اول نافرمانونکو
دوزخ سے ڈرایا مطیعونکو جنت کی بشارت دی اس آیت سے یہ بھی معلوم ہوگیا کہ اعمال ایمان سے
جدا چیز ہین اسلیئے کہ اعمال کو ایمان سے جدا بیان کیا۔ اعمال صالحہ وہ اعمال ہین جنکی خوبی
شریعت سے ثابت ہوئی ہے اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ اعمال صالحہ وہ ہین جو ریا سے
خالی ہون۔ یہان سے یہ بھی معلوم ہوگیا کہ جنت کی بشارت اوسکے لئے ہے جو ایمان بھی رکھتا ہے
اور اوسکے اعمال بھی صالحہ ہون اور مومن فاسق کی حالت اللہ کی مرضی پر موقوف ہے چاہے اوسکی
گناہ بخشدے اور چاہے بقدر اوسکے گناہونکے عذاب دوزخ کی سزا دے اور پھر جنت مین
داخل کرے۔ ایمان معتبر وہی ہے کہ اوسی پر خاتمہ ہوجاوے اور جو شخص آخر کو مرتد ہوگیا اوسکا
ایمان معتبر نہین۔ جنت کے نیچے نہرونکے جاری ہونے کے معنی یہ ہین کہ اوسکے درختون کے
نیچے نہرین جاری ہونگی اور جو ایوان اوسمین اہل جنت کے رہنے کے واسطے بنائے گئے
ہونگے اونکے نیچے نہرین جاری ہونگی۔ باغین نہرونکا جاری ہونا بہت بڑی رونق اور زینت کا
باعث ہوتا ہے۔ یہان اللہ نے جنت کی نہرونکا مجملاً ذکر کیا اور سورۂ محمدؐ مین اسکی تفصیل مذکور
ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ جنت کی نہرین چار قسم کی ہونگی صاف پانی کی اور دودھ کی
جسکا مزا کبھی نہ بدلے گا اور شراب کی جسکے پینے والونکو لذت ملے گی اور شہد مصفے کی اہل جنت جو
کہین گے کہ یہ پھل وہی ہے جو پہلے ملا تھا اسکی تفسیر مین بہت اقوال ہین۔ ایک قول یہ ہے
کہ صورت مین دنیا کے پھلون سے اونکو تشبیہ دینگے یعنی یون کہین گے کہ صورت تو ان پھلونکی

اہل جہنم مین کہین گے ۔ اور نیز بخاری کی ایک طویل روایت جو پلصراط کے ذکر مین ہے اوسکے
آخر مین یہ مذکور ہی کہ جب اللہ بندونکے فیصلے سے فارغ ہوجاویگا اور یہ ارادہ کریگا کہ دوزخ سے
نکالے اون لوگونکو جنکا نکالنا منظور ہی جن لوگون نے لا الٰہ الا اللہ کی گواہی دی ہی تو ملائکہ کو
اونکے نکالنے کا حکم کریگا ملائکہ اون لوگون کو سجدے کے نشانون سے پہچانینگے اسلئے کہ
اللہ نے آگ پر یہ امر حرام کردیا ہی کہ وہ ابن آدم کے اون اعضا مین اثر کرے جہان سجدے
کے نشان ہین پس ملائکہ اونکو نکالینگے اور حال یہ ہوگا کہ وہ جلکر کوئلے بنگئے ہونگے پھر نہر
آب حیات مین ڈالا جاویگا ۔ یہ روایتین ہمنے اس امر کے ظاہر کردینے کیواسطے نقل کین ہین کہ مومنین
مین سے بھی بعض بدنصیب گنہگار ضرور دوزخ مین داخل ہونگے اور دوزخ صرف کافرون سے
مختص نہین البتہ مشرکین ہمیشہ دوزخ مین رہینگے ۔ اور مومنین آخر کو نجات پاوینگے لیکن اونکو
عذاب کی مدت کی کچھ انتہا نہین ممکن ہے کہ کسی کی مدت ہزار برس ہو کسی کی لاکھ برس کسی کی
کروڑ برس ۔ پس اے مسلمانو بہت ڈرجاؤ اور اوس عذاب سے بچنے کی فکر کرو وہ ایسا سخت عذاب
ہے جسکا تحمل ایک لحظہ بھی نہین ہوسکتا الٰہی ہم سب کو اپنے غضب سے بچا ۔ **ف** اعدت
کا لفظ جو اللہ نے فرمایا ماضی کا صیغہ ہے اسکے معنی یہ ہوئے کہ دوزخ کی آگ تیار ہوچکی
اور یہی لفظ قرآن مین جنت کے واسطے بھی آیا ہے اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ دوزخ اور جنت
دونو پیدا ہوچکے ۔ اور وہ قول غلط ہے جو یہ کہتے ہین کہ قیامت کے دن پیدا ہونگے

وَبَشِّرِ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ أَنَّ لَهُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا
الْأَنْهَارُ اور بشارت دے اونکو جو ایمان لائے اور نیک کام کئے یہ کہ اون کے لئے
باغ ہین بہتی ہین اونکے نیچے نہرین كُلَّمَا رُزِقُوا مِنْهَا مِنْ ثَمَرَةٍ رِزْقًا قَالُوا
هَٰذَا الَّذِي رُزِقْنَا مِنْ قَبْلُ وَأُتُوا بِهِ مُتَشَابِهًا جب دیئے گئے اوسمین سے

دیے گیے۔ یعنی جیسا عمل کیا تھا ویسا پھل پایا۔ یہ جو اللہ نے فرمایا کہ اونکے لیے وہان پاکیزہ بیبیان
ہونگی۔ اس سے مراد حورین ہین اونکے پاک ہونے کی تفسیر ابن مردویہ اور حاکم نے ابو سعید
خدری سے یہ روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ وہ حیض اور پاخانہ
اور پیشاب اور تھوک سے پاک ہونگی۔ بخاری نے اپنی صحیح مین ابوالعالیہ سے یہ تفسیر نقل کی ہے
کہ وہ پاک ہونگی حیض سے اور پیشاب سے اور تھوک سے۔ اور ابن ابی حاتم نے جو اپنی سند کو
ساتھ ابوالعالیہ سے اسکی تفسیر نقل کی ہے اوسمین ان امور کے ذکر کے بعد اتنا اور بڑھایا ہے
کہ منی اور اولاد سے بھی پاک ہونگی۔ اولاد سے پاک ہونے کے مسئلہ مین روایتین مختلف ہین ابن ماجہ
نے ابو سعید خدری سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ مومن جنت
مین جب اولاد کی آرزو کریگا تو اوسکی آرزو کے مطابق ایک ہی ساعت مین مدت حمل بھی پوری
ہوجائیگی اور بچہ بھی پیدا ہوجائیگا اور کمال عمر بھی اوسکو حاصل ہوجائیگی۔ محدثین نے کہا ہے
کہ کمال عمر سے تینتیس برس کی عمر مراد ہے۔ اس روایت کے مخالف ابی رزین عقیلی کی یہ روایت
ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اہل جنت کے اولاد نہوگی۔ ان دو روایتون
مین مطابقت اسطرح ہوسکتی ہے کہ پہلی روایت کا حاصل یہ سمجھا جاوے کہ اگر اہل جنت آرزو
کرینگے تو ایک ہی ساعت مین یہ مراد اونکی پوری ہوجاوے گی پس اس مراد کا پورا ہونا آرزو کرنے پر
موقوف ہوا اور دوسری روایت کا نتیجہ یہ سمجھنا چاہیے کہ خدا اس قسم کی آرزو اونکے دل مین نہ ڈالیگا
پس دونو روایتین اپنے اپنے محل مین درست ہوگئین۔ جنت مین مردون کو دو قسم کی عورتین
ملینگی اول وہ مومنہ عورتین جو اونکو دنیا مین ملی تہین۔ دوسرے جنت کی حورین جنکا
حسن وجمال اور ادائین اور سنگھار اور لباس سب کے سب ایسے عجیب وغریب ہونگے کہ اس سے
پہلے کبھی ایسے نرالے معشوق خواب وخیال مین بھی کسی نے نہ دیکھے ہونگے تیسرے مومنین کو

وہی ہے جیسے دنیا مین پھل ہمکو ملے تھے بلکہ وہ اور ہین لذت عجیب و غریب پائینگے اور

سے جو تفسیر منقول ہے وہ یہ ہے کہ جنت مین سب پھلون کی صورت ایک ہی ہوگی اور مزے

مختلف ہونگے جب ایک پھل کہانے کے بعد دوسرا پھل طلب کرینگے اور صورت مین پہلے

پھل کی مثل وہ پھل بھی ملیگا تو کہینگے یہ تو وہی ہے جو پہلے ہمکو ملا تہا اور یہ نہایت عجب بات ہوگی کہ صورت

سب پھلونکی ایک سی ہوگی اور مزا نیا نیا ہوگا امام بخاری نے اپنی صحیح مین ابو العالیہ سے اسکی تفسیر

نقل کیا ہو کہ صورت اون پھلونکی ایک سی ہوگی اور مزے مختلف ہونگے اور یہی قول ہے

مجاہد کیطرف بھی منسوب ہے حسن اور قتادہ کا یہ قول ہے کہ وہانکے سب پھل لذت میں ایک جیسے

ہونگے نہ دنیا مین کہ ایک پھل بڑھکے بہت سے پھل کہاو تو اونکے مزون مین کچھ کمی ضرور ہوتی

ہے کہ جنت مین سب پھل ایک سے ہونگے کوئی پھل مزے مین کم ہوا ہوگا بعض مفسرین

نے اس آیت کی تفسیر یون کی ہے کہ جنت والے جب جنت مین پھل پاوینگے تو کہینگے

کہ یہ وہ پھل ہے جو پہلے سے ہمکو دیا گیا تہا یعنی یہ جنت کے پھل حقیقت مین

اعمال صالحہ ہین جنکی توفیق ہمکو دنیا مین ملی تہی جس طرح اللہ نے اہل دوزخ کے حق مین فرمایا

ذوقوا ما کنتم تعملون چکہو جو عمل کرتے تہے یعنی اہل دوزخ سے کہا جاویگا کہ یہ عذاب بہی

تمہارے اعمال ہین اسی طرح اہل جنت کہینگے کہ یہ پھل وہی ہمارے اعمال ہین جو پہلے

ہمکو دنیا مین دیے گئے تہے اسی تفسیر کی مطابق ترمذی نے ابن مسعود سے روایت کی ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جنت پاک مٹی میٹھے پانی والی ہے اور وہ ایک

میدان ہموار ہے اور اوسکی کہیتی تسبیح اور تحمید اور تکبیر ہے یعنی بندے جو سبحان اللہ والحمد للہ

و اللہ اکبر کہتے ہین یہی وہان جاکر درخت بن جاتے ہین جنکا پھل آخرت مین ملے گا اور

اور اس تفسیر کی بموجب واتوا بہ متشابہا کے معنی یہ ہونگے کہ جنت مین پھل انکو مشابہ انکے اعمال

واقف ہوئے اور انکی لذتین ہمارے خاطر نشین ہوچکین لہذا انہین ان لذتونکی آرزو ہمارے
دلون مین بہت پیدا ہوتی ہے اسیوجہ سے خداوند کریم نے انہین نعمتون کو تفصیل کو ساتھ
بیان کیا اس کے سوا وہان بہت سی لذتین ایسی ہونگی جنکے نمونہ سے ہم دنیا مین واقف
نہین ہوئے اونکی نسبت صحیحین مین روایت ہے کہ اللہ فرماتا ہے کہ تیار کی ہین مین نے اپنے
نیک بندون کے لئے وہ چیزین کہ نہ اونکو کسی آنکھہ نے دیکھا اور نہ کان نے سنا اور نہ کسی کے
دل مین اونکا خیال گذرا۔ انہین نعمتون مین سے دیدار الہی کی نعمت بھی ہے جسکی لذت سے
اہل معرفت واقف ہین اور وہ اس نعمت کو اور سب نعمتون پر غالب سمجھتے ہین۔ جبکہ ہم عذاب
دوزخ اور نعمات جنت کی تفصیل معلوم کرنے کے بعد اپنے اعمال کی خرابات پر غور کرتے
ہین تو یہ سمجھ مین آتا ہے کہ ایسے سخت عذاب سے بچنا اور ایسی عمدہ نعمتون کے ملنے کو لئے چند روزہ زندگی میں
تہوڑی سی تکلیف اوٹھانا کچھہ بات نہین۔ حالانکہ دین مین بہت آسانی کی گئی اور اتباع شریعت
مین بھی ہماری ساری خواہشین بند نہین ہوجاتین باایہمہ سب لوگ جو اس مراد کے حاصل
کرنے کے لئے ہمہ تن متوجہ نہین ہوجاتے اسکی وجہہ یہی ہے کہ تقدیر الہی پوری ہونیوالی ہے
اور ہر شخص اوسی ٹہکانے مین پہونچنے والا ہے جو اوسکے لئے مقرر ہوچکا ہے اے اللہ ہمکو
اعمال صالحہ کی توفیق دے اور اپنے عذاب سے بچا اور جنت کی نعمتین نصیب کر۔ دوزخ کی
عذاب اور جنت کی لذتون کی جو کیفیتین ہمنے ذکر کین یہ بعینہٖ ترجمہ قرآن و حدیث کا ہے یہی چیزین
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تعلیم فرمائین اور صحابہ اور تابعین اور تمام سلف صالحین
اور متقدمین و متاخرین یہی سمجھتے رہے اور آجتک بالاجماع تمام مسلمانونکا یہی اعتقاد رہا اس
زمانے مین سید احمد خان اس مسئلہ کو بدلنا چاہتے ہین وہ یہ کہتے ہین کہ یہ چیزین وہان ہرگز
نہونگی بلکہ ان نعمتون کو جو بالتصریح قرآن و حدیث مین مذکور ہین نہایت توہین کے ساتھہ

وہ مومنہ عورتین بہی ملین گی جنکے کافر شوہر دوزخمین جائینگے چنانچہ ابن ماجہ کی روایت
مین مذکور ہے کہ ہر مومن کو ستر عورتین اہل نار سے میراث مین ملین گی۔ وہ عورتین ایسی
ہونگی جیسے فرعون کی بی بی تھی جو خود جنتی ہے اور اوسکا شوہر دوزخی۔ پھر اللہ نے
ان سب نعمتون کو ذکر کیے بعد یہ فرمایا کہ وہ اوس مین ہمیشہ رہنے والے ہین۔ درحقیقت بہت بڑی خوبی
جنت کی نعمتون مین یہ ہوگی کہ اونکو کبھی زوال نہوگا۔ دنیا کی جتنی نعمتین ہین بہت جلد زائل
ہوجانے والی ہین ہمیشگی کی صفت جنت کی ہی نعمتون سے مختص ہے۔ صحیحین مین روایت ہے
کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جب جنت والے جنت مین داخل ہوجاوینگے اور
دوزخ والے دوزخ مین پہونچ چکین گے اوسوقت موت لائی جاویگی اور اوسکو جنت دوزخ
کے درمیان مین ذبح کیا جاے گا اور یہ منادی کیجاے گی کہ اے اہل جنت اب موت نہین اور
اے اہل نار اب موت نہین۔ اسکے سننے سے اہل جنت کے نئے خوشی کے ساتھ اور خوشی
بڑھ جاوے گی اور اہل نار کے لئے رنج کے ساتھ اور رنج بڑھ جاوے گا جنت مین ایک
اور بہت بڑی نعمت یہ ہوگی کہ اہل جنت جس چیز کی خواہش کرینگے وہ فورا موجود ہوجاوے گی
اس آیت مین اللہ نے جنت کے باغون اور نہرون اور بیبیونکا مجملاً ذکر کیا آیندہ قرآن کی
آیتون مین وہانکے فاخرہ لباس اور زیور اور شراب اور ظروف طلائی ونقرئی اور اہل جنت کا
آمنے سامنے تختون پر بیٹھنا بھی مذکور ہوگا اور اچھوتی حورون کے دلربا جمال کی صفتین بھی
بیان ہونگی۔ جنت مین جو اللہ نے نعمتین پیدا کی ہین وہ کئی قسم کی ہین ایک قسم وہ ہے جسکا
نمونہ دنیا کی نعمتین نہین۔ جیسے لذیذ پھل اور کہانے پینے کی مزیدار چیزین۔ اور باغ اور نہرین
اور معشوق وغیرہ اگرچہ یہ چیزین جنت مین ایسی کمال لذت کے ساتھ ہونگی کہ دنیا کی نعمتون
سے اور اون سے کچھ نسبت بہی نہولی۔ مگر چونکہ ان نعمتون کے نمونہ سے ہم لوگ دنیا مین

ہو گیا کہ جو نعمتین سمجھ مین نہین آسکتین وہ اون نعمتون کے علاوہ ہین جنپر اللہ نے مطلع کیا ہے
اور انہین مخفی نعمتونکا وعدہ اللہ نے آیہ فلا تعلم نفس مین کیا ہے پس یہ دونو قسمین جدا جدا ہین
اس حدیث سے سید صاحب نے دلیل پکڑی تھی اوسی سے اونکا خیال باطل ہو گیا سوم وہ
ہین جو اللہ نے فرمایا ہو کہ لہم ما یشاؤن فیہا ولدینا مزید یعنی اہل جنت کیلئے جو چاہین گے وہ وہان ہوگا
اور ہمارے پاس زیادتی ہے اس سے صاف ظاہر ہو گیا کہ وہ نعمتین ہونگی جنکی ہم آرزو کرینگے اور
ہماری آرزو ظاہر ہے کہ اونہین نعمتون کے لیے ہوگی جنکے نمونہ سے ہم واقف ہین اور اللہ کیطرف سے
زیادتی بھی ہوگی اور یہ زیادہ وہ نعمتین ہونگی جنکے نمونہ سے بھی ہم واقف نہین۔ ایک نہایت
افسوس کے قابل یہ بات ہو کہ سید صاحب نے صاحب تفسیر بیضاوی کی عبارت کا مطلب غلط
سمجہا اور غلط ترجمہ کیا اور یہ دعوے کیا کہ صاحب بیضاوی نے بھی ثمر سے درختون کے پہل
مراد نہین لئے تاکہ عوام کو یہ وہم ہوجاوے کہ صاحب بیضاوی کا قول بھی سید صاحب کے
قول کے مطابق ہے حالانکہ صاحب بیضاوی ان خیالات سے بالکل پاک ہے اصل عبارت
بیضاوی کی یہ ہے ان مستلذات اهل الجنة فی مقابلة ما رزقوا فی الدنیا من المعارف
والطاعات متفاوتة فی اللذة بحسب تفاوتها فیحتمل ان یکون المراد من هذا الذی رزقنا
انه ثوابه ومن تشابههما تماثلهما فی الشرف والمزیة اس عبارت کا لفظی ترجمہ یہ ہو کہ
لذتین اہل جنت کی معاوضہ اون معارف و طاعات کی ہین جو طاعات دنیا مین نصیب ہوئین
اور نعمات جنت لذت مین بھی اوسی طرح باہم کم و بیش ہونگی جسطرح عبادات اجر مین کم و بیش
ہین تو ہو سکتا ہے کہ ہذا الذی رزقنا من قبل کے معنے یہ ہون کہ یہ ثواب اون طاعات کا ہے
جو ہمکو پہلے نصیب ہوئی تھین یعنی اونکے ادا کرنے کی ہمکو پہلے توفیق ہوئی تھی اور اونکے
باہم ایک سے ہونے سے یہ مراد ہو کہ وہ بزرگی اور مرتبہ کی بڑائی مین ایک سے ہین بیضاوی کی

لکھے ہین نعوذ باللہ منہا اونکی ساری تقریر کا خلاصہ

اونہون نے ذکر کیا ہے اور تحقیر کے کلمات

یہ ہے کہ یہ وعدے صرف سمجھانے کے واسطے ہین تاکران کے شوق مین لوگون کو اعمال صالحہ

کی رغبت ہو در حقیقت وہان صرف ایک قسم کی لذت روحانی ہوگی جسکا سمجھانا محال تہا پس جیسا عقلا کا

اور بادریونکا مذہب ہے کہ وہان ایک روحانی راحت ہوگی وہی سید صاحب کی تقریر سے تراوش

کرتا ہے سید صاحب اپنے قول پر کوئی قوی دلیل نہین لکہہ سکتے بلکہ اپنے خیالات کے مطابق

قرآن وحدیث کے معانی کی زبردستی تحریف کرتے ہین۔ اونہون نے صرف اوس حدیث سے

تمسک کیا ہے جو ہمنے جنت کی نعمتون کی قسم ثانی کے بیان مین صحیحین کی روایت سے بطور اختصار نقل

کی ہے کہ اللہ نے اپنے بندونکے لیے ایسی نعمتین تیار کی ہین جونہ آنکہون نے دیکہین اور

نہ کانون نے سنین اور نہ کسی کے دل مین اونکا خیال گذرا اس حدیث سے وہ یہ ثابت کرنا چاہتے

ہین کہ جنت مین باغ اور نہرین اور حورین اور عمدہ مکانات نہونگے حالانکہ اسی حدیث سے اونکا

یہ خیال رد ہوتا ہے۔ پوری حدیث یا تو سید صاحب کی نظر سے نہین گذری یا اونہون نے اوسکو

عمداً چہپایا۔ ہم صحیح مسلم سے اصل حدیث نقل کرتے ہین۔ صحیح مسلم مین بروایت ابوہریرہؓ

منقول ہے قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول اللہ عز وجل اعددت لعبادی الصالحین

ما لا عین رات ولا اذن سمعت ولا خطر علے قلب بشر بلہ ما اطلعکم اللہ علیہ ثم قرء فلا تعلم نفس ما اخفی

لہم من قرۃ اعین الخ یعنی فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ کہتا ہے اللہ عز وجل

کہ تیار کین مین نے اپنے نیک بندونکے لیے وہ چیزین جو نہ آنکہون نے دیکہین

نہ کانون نے سنین اور نہ گذرین کسی آدمی کے دل پر سوا اون چیزون کے جنپر تمکو اللہ نے

[illegible] کیا پہر پڑہی حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ آیت جسکا ترجمہ یہ ہے پس نہین جانتا ہے کوئی

[illegible] کہ کیا چہپا رکہا ہے ہمنے اونکے لئے آنکہون کی ٹہنڈک سے۔ اس حدیث سے صاف

يُضِلُّ بِهٖ كَثِيْرًا وَّيَهْدِيْ بِهٖ كَثِيْرًا ۚ وَمَا يُضِلُّ بِهٖٓ اِلَّا الْفٰسِقِيْنَ ۙ

گمراہ کرتا ہے اوس سے بہت سے آدمیون کو اور ہدایت کرتا ہے ساتھہ اوس کے بہت کو
اور نہین گمراہ کرتا ہے اوس سے مگر حد سے نکلجانے والونکو ف اول اللہ نے اون
لوگونپر حجت تمام کی جو قرآن کو منزل من اللہ نہین سمجھتے تھے اور اون سے کہدیا کہ اگر تمکو قرآن کے
اللہ کیطرف سے نازل ہونے مین شک ہو تو ایک سورت تو اوسکی مثل بنالو اور اگر نہین بنا سکتے تو
تو دوزخ سے بچنے کی تدبیر کرو اور جو لوگ قرآن کے معتقد تھے اور اوسپر عمل کرتے تھے اونکے
واسطے اللہ نے جنت کی بشارت بیان فرمائی اس کے بعد اللہ تعالے اون شکوک کے جواب دیتا ہے
جو کفار نے قرآن پر پیش کیئے تہے ۔ کافر ہمہ تن اس امر مین مصروف تھے کہ کسیطرح قرآن پر کوئی اعتراض
کرین مگر اون سے کچھہ بن نہین پڑتا تھا اور کوئی اعتراض نہین کرسکتے تھے مجبور ہو کر اونہون نے فضول
باتین کہنا شروع کین ۔ واحدی نے ابن عباس سے روایت کی ہے کہ قرآن مین جو مکھی اور
مکڑی کا ذکر کافرون نے سنا تو وہ متعجب ہو کر کہنے لگے کہ اللہ نے ایسی حقیر چیزون کی مثال اپنے
کلام مین کیون ذکر کی ۔ گو اونہون نے بمقتضاے تعصب قرآن مین یہ ایک قسم کا عیب نکالا اس شبہہ کا
جواب اللہ نے یہ دیا کہ اللہ کے کلام مین ان چیزونکا مذکور ہونا کوئی تعجب کی بات نہین اللہ مچھر
یا اوس سے بھی زیادہ حقیر چیزونکی مثال بیان کرنے مین حیا نہین کرتا ۔ مومنین کے دل مین ان
مثالونکی وجہہ سے کوئی شبہہ نہین وارد ہوتا البتہ منکر اپنے تعصب کی وجہہ سے شبہہ کرتے ہین مگر یہہ
شبہہ منکرونکا انصاف کے بالکل خلاف تہا اس لئے کہ مثال ٹھیک اوسوقت ہوتی ہے جب مطابق
اوس کے بیان کیجائے جسکی مثال دیجیتی ہے پس جس کی حقارت ظاہر کرنا منظور ہوگی اوس کی
مثال مین ضرور ہے کہ حقیر ہی چیزین بیان کیجائین ورنہ مثال ٹھیک نہوگی یہ جو اللہ نے فرمایا کہ مثال
مچھر کی ہو یا اوس سے زیادہ کی ظاہر یہی ہے کہ زیادتی سے یہان حقارت مین زیادتی مراد ہے

اس عبارت سے ہرگز یہ ثابت نہین ہوتا کہ اوس نے ثمر سے درختون کے پہل مراد نہین لئے
بلکہ جنت کے درختون کے پہلونکو بہی اوسنے ان عبادتونکا ثواب بتایا ہے جو دنیا مین
ادا کیہین ہین۔ سید صاحب اپنی غلطی سے اس عبارت کا مطلب یون لکہتے ہین کہ (بیضاوی
مین لکہا ہے کہ اس آیت کا یہ مطلب ہے کہ جو لذت دنیا مین خدا کی طاعت اور اوسکی معرفت
مین چکہی تھی تو جنت مین وہ لذت بڑہکر ہوگی اسلئے ان الفاظ سے کہ یہی ہے جو ہمکو پہلے ملا تہا
ثواب مراد ہوسکتا ہے اور ایک ہی سے ہونے سے بزرگی اور علو مدارج مین ایک سا ہونا)
اب اہل انصاف غور فرمائین کہ سید صاحب نے جو ثمر سے خدا کی اطاعت مراد لی ہے بیضاوی
کی عبارت سے کیونکر ثابت ہوتا ہے یہ اونکی فاش غلطی بلکہ خیانت ہو۔ درحقیقت سید صاحب نے
جو نعیم جنت کے اعتقاد مین اہل اسلام سے مخالفت کی اسکی اصل وجہ یہ ہے کہ وہ ان جسمون کے
دوبارہ زندہ ہونے کے قائل نہین اور پہلون اور باغون اور نہرون اور حورون وغیرہ کی
لذتین سب جسمانی لذتین ہین اور سب مسلمان قیامت کے دن انہین جسمونکے دوبارہ زندہ ہونے
کے قائل ہین اس لئے وہ جسمانی عذاب و ثواب کے کبھی معتقد نہین بہرحال عذاب دوزخ اور
نعیم جنت کی تفصیل ظاہر الفاظ قرآن و حدیث سے ثابت ہے اسکو نہ ماننا قرآن اور حدیث کا
انکار کرنا ہے واللہ یہدی من یشاء الی صراط مستقیم إِنَّ اللَّهَ لَا يَسْتَحْيِي أَن يَضْرِبَ
مَثَلًا مَّا بَعُوضَةً فَمَا فَوْقَهَا ۚ فَأَمَّا الَّذِينَ آمَنُوا فَيَعْلَمُونَ أَنَّهُ الْحَقُّ
مِن رَّبِّهِمْ ۖ وَأَمَّا الَّذِينَ كَفَرُوا فَيَقُولُونَ مَاذَا أَرَادَ اللَّهُ بِهَٰذَا
مَثَلًا ۘ بیشک اللہ حیا نہین کرتا اس امر مین کہ بیان کرے مثال مچھر کی یا اوس چیز کی جو اس سے
بڑہکر ہو پھر جو ایمان والے ہین وہ جانتے ہین کہ وہ سچی بات اونکے رب کی طرف سے ہے
اور جنہون نے کفر کیا وہ کہتے ہین کہ کیا ارادہ کیا اللہ نے ساتھ اسکے مثال بیان کرنے مین

انعام کو حقیر نہین کہہ سکتے دوسرے یہ کہ جو تفصیل جنت کی نعمتونکی مذکور ہوئی اوسکے ساتھ کوئی قرینہ اونکی مثال ہونیکا مذکور نہین بلکہ الفاظ قرآن سے یہی سمجھ مین آتا ہے کہ بعینہٖ یہی نعمتین جنت مین ملینگی

ٱلَّذِينَ يَنقُضُونَ عَهْدَ ٱللَّهِ مِنۢ بَعْدِ مِيثَٰقِهِۦ وَيَقْطَعُونَ مَآ أَمَرَ ٱللَّهُ بِهِۦٓ أَن يُوصَلَ وَيُفْسِدُونَ فِى ٱلْأَرْضِ ۚ أُو۟لَٰٓئِكَ هُمُ ٱلْخَٰسِرُونَ ۝

جو لوگ توڑتے ہین خدا کے عہد کو بعد اوسکے پکے ہو جانے کے اور کاٹ دیتے ہین اوسکو حکم کیا ہی اللہ نے جسکے ملانے کا اور فساد برپا کرتے ہین زمین مین وہی لوگ ٹوٹا پانے والے ہین ف اب اللہ اون فاسقین کا بیان کرتا ہے کہ وہ لوگ ایسے ہین کہ اونہون نے اللہ کے عہد کو اوسکے مضبوط ہو جانے کے بعد توڑ دیا اس باب مین مفسرین کا اختلاف ہی کہ یہان عہد سے کیا مراد ہی بعض کا قول ہی کہ توریت مین جو اللہ نے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کی خبر دی تھی اور حضرت موسیٰ کی معرفت یہود سے اونپر ایمان لانیکا مستحکم عہد لے لیا تہا وہ عہد مراد ہے اور جب یہود نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت سے انکار کیا اور مسلمان نہوئے تو اس عہد کو توڑا اس تفسیر کی بموجب اس آیت مین صرف یہود یا اہل کتاب مراد ہونگے اور بعض کہتے ہین کہ اس آیت مین وہ لوگ مراد ہین جو مسلمان ہو کر کلمہ توحید و رسالت کا اقرار کرتے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا اونکے نائبون کی خدمت مین حاضر ہو کر دلائل حقانیت اسلام پر واقف ہوتے تھے اور پہر مرتد ہو جاتے تھے بعض کا قول یہ ہی کہ اللہ کا عہد یہی ہی کہ اللہ نے انسان کو اتنی سمجھ دی ہی کہ وہ اللہ کو ایک جان لے اور اتنی لیاقت اللہ نے ہر شخص کی عقل مین امانت رکھی ہی اور پہر اسکی مضبوطی اللہ کی کتابون و رسولونکے معجزات سے ہو جاتی ہی باینہمہ جو لوگ شرک مین مبتلا ہوتے ہین وہ اللہ کے عہد کو اوس کے مضبوط ہو جانے کے بعد توڑتے ہین اور اس تفسیر کے بموجب یہ آیت اہل کتاب سے مختص نہوگی بلکہ تمام مشرکین مراد ہونگے — دوسری خصلت فاسقین کی اللہ نے یہ بیان کی کہ وہ ان چیزون کو

اور بعض کا قول یہ بھی ہے کہ جسامت مین زیادتی مراد ہے جیسے مچھر کے مقابلے مین مکھی اور [illegible]
یہ جو کافرون کا قول اللہ نے نقل کیا کہ کیا ارادہ کیا ہے اللہ نے اس مثال کے ذکر کرنے سے
جواب اللہ نے یہ فرمایا کہ گمراہ کرتا ہے ساتھ اوس کے بہت سے آدمیونکو اور ہدایت کر دیتا ہے اور
بہت سے آدمیونکو ف فاسق لغت مین نکلجانے والے کو کہتے ہین اور اس آیت مین مراد
باہر نکلجانے والا مراد ہے اصطلاح شریعت مین فاسق اوسکو کہتے ہین جو کبیرہ گناہون مین مبتلا ہو
اللہ کی اطاعت سے باہر نکلجاوے اوس کے تین مرتبہ ہین اونے مرتبہ یہ ہو کہ کبھی اوس سے
کبیرہ گناہ صادر ہوا ہو اوسکو برا جانتا ہو۔ دوسرا مرتبہ یہ ہے کہ رات دون کبیرہ گناہ عمل مین ڈوبا
ہوا اور اونکا ایسا عادی ہو گیا ہو کہ اوسکو اون گناہونکی کچھ پروا نہو۔ تیسرا مرتبہ جو اعلے مرتبہ فسق کا
یہ ہے کہ کبیرہ گناہونکو اچھا سمجھتا ہو۔ جب اس مرتبہ کی حد پر انسان پہنچکر دو قدم چلتا ہے تو ایمان سے
خارج ہو کر کفر مین مبتلا ہو جاتا ہے۔ اور جبتک نیچے کے دو درجون مین رہتا ہے مومن کا لفظ اوسپر
بولا جاتا ہے۔ مسلمانونکو ہر وقت بہت خوف چاہئے اسلئے کہ فسق کے مراتب مین ترقی بہت جلد
ہو جاتی ہے۔ جو تفسیر اس آیت کی ہمنے نقل کی اسکو سید احمد خان نہین مانتے اور کہتے ہین کہ اس تقدیر پر
اس آیت کو ما قبل سے کچھ تعلق نہین رہتا۔ اسکا جواب اول تو ہم یہ دیتے ہین کہ قرآن کا ہر جگہ ما قبل پر
تعلق ہونا کچھ ضرور نہین قرآن ٹکڑے ٹکڑے ہو کر بتدریج نازل ہوا ہے اور ہر وقت کی ضرورتون
اور مصلحتون کی مطابق اوسمین مطالب بیان ہوتے تھے۔ دوسرے یہ کہ جو تفسیر ہمنے بیان کی
یہ لفظون سے متبادر ہے اور اوسکا ربط ما قبل سے نہایت مناسب موجود ہے اسلئے کہ ما قبل کی آیتون مین
قرآن کی فصاحت کا معجزہ منکرونکے مقابلہ مین پیش کیا گیا تھا اوسکے بعد قرآن کی فصاحت پر
منکرون نے شکوک پیش کئے تھے اونکا جواب دیا گیا۔ سید صاحب کہتے ہین کہ حقیر مثال سے جنت کی
نعمتین مراد ہین جو پہلے مذکور ہوئین۔ مگر یہ قول اونکا کسی طرح صحیح نہین ہو سکتا اسلئے کہ اول تو [illegible]

ں ہے هُوَ الَّذِي خَلَقَ لَكُم مَّا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا ثُمَّ اسْتَوَىٰ
إِلَى السَّمَاءِ فَسَوَّاهُنَّ سَبْعَ سَمَاوَاتٍ ۚ وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ وہ اللہ
جسنے پیدا کیا تمہارے لئے جو کچھ زمین مین ہے سب پہر متوجہ ہوا آسمان کی طرف تو بنا دیا اونکو سات
ن اور وہ ہر شے کا جاننے والا ہے **ف** پہلی آیت مین اللہ نے اون نعمتونکا بیان کیا تہا
سان کی ذات سے متعلق تہین ۔ اب اون نعمتون کا بیان کرتا ہے جو انسان کی ذات سے جدا ہین
ن مین جتنی چیزین ہین سب اللہ نے انسان کے ہی فائدے کے لئے پیدا کین ہین۔ یہانتک
ہر اور گندگیان بہی بالکل بیکار نہین کبہی انسان کے کام آتی ہین ۔ یہان اللہ نے صرف
ن کی چیزونکا ذکر کیا اور سورہ جاثیہ مین یون فرمایا ہے کہ زمین و آسمان مین جتنی چیزین ہین سب
ے لئے مسخر کر دین ہین ۔ اس آیت مین اللہ نے یون فرمایا کہ اول زمین کی چیزون کو پیدا کر لیا
للہ نے آسمان کو درست کیا اور سورہ والنازعات مین یون فرمایا ہے کہ اول اللہ نے آسمان کو
ت کر لیا اور رونرات کو پیدا کر لیا پہر زمین کو پہیلایا ۔ ان دونو آیتونکو مطابق کرنے مین مفسرین کے
سے اقوال ہین بغوی نے ابن عباس سے یہ روایت کی ہے کہ اللہ نے آسمان سے پہلے
ن کو مع اون روزیونکے جو اوس مین ہین پیدا کیا ۔ مگر اوسکو پہیلایا نہین پہر آسمانونکو پیدا کیا اوسکو
مین کو پہیلایا اس روایت کی بموجب ان دونون آیتون مین جو تناقض تہا وہ رفع ہو گیا ۔ اسکے
ہ مفسرین نے اور اقوال جو ان دونون آیتون کی تطبیق مین نقل کئے ہین اون مین سے ایک
ہے کہ اس آیت مین ثم سے زمانہ مین آگے پیچہے ہونا مراد نہین بلکہ ثم صرف واو عطف کے معنی
ہے یعنی ثم استوے الی السماء کے معنی یہ ہین اور متوجہ ہوا طرف آسمان کی ۔ یعنی یہ ترتیب
ن زمین کی چیزون کو پیدا کیا پہر آسمان کیطرف متوجہ ہوا مقصود نہین بلکہ مقصود یہ ہے کہ زمین
ب چیزونکو پیدا کیا اور آسمان کو درست کیا ۔ آئندہ بعضی آیتون مین یہ بہی ذکر آوے گا کہ زمین کے

قطع کرتے ہین جنکے ملانے کا اللہ نے حکم کیا ہے جیسے صلہ رحم یعنی حقوق قرابت
چھوٹ کر مومنین کی جماعت سے ملجانا۔ اور نماز کی جماعتون مین جمع ہونا اور اللہ کی اطا
کامون مین سب کا ایکدل اور متفق ہوجانا اور سب پیغمبرون پر ایمان لانا ایسا نہین کہ کسیکو ماننا او
کرنا ان سب امور مین وہ لوگ تفرقہ ڈالتے تھے اور زمین مین فساد یعنی لوگون کو اللہ و ر
اطاعت سے روکتے تھے اور دین اسلام کے ساتھہ تمسخر کرتے تھے كَيْفَ تَكْفُرُ
وَكُنْتُمْ أَمْوَاتًا فَأَحْيَاكُمْ ثُمَّ يُمِيتُكُمْ ثُمَّ يُحْيِيكُمْ ثُمَّ إِلَيْهِ تُرْجَ
کسطرح کفر کرتے ہو تم اللہ کے ساتھہ اور حال یہ ہے کہ تھے تم بیجان پھر زندہ کیا تم
تمکو پھر زندہ کرے گا تمکو پھر اوسکی طرف رجوع کرائے جاؤگے تم ف اب اللہ کا فردا
کرکے اونکو سمجھاتا ہے کہ تم اپنی ابتدا کو اور موجودہ حالت اور انتہا کو غور کرو تو کسی وقت ا
اختیار سے باہر نہین اور ہر وقت اوسکے محتاج ہو پھر تم اوس سے کسطرح کفر کرتے ہو ا
بیجان تھے اوسنے تم مین جان ڈالی پھر وہ تمکو موت دیگا پھر قیامت مین زندہ کرے گا ا
حساب کتاب کے لئے اوسی کے سامنے تمکو جانا پڑے گا پس جب تمہاری ہستی اور ہستی
اختیار مین ہے اور انجام کو بھی اوسی سے کام پڑے گا پھر اوس سے کفر کرنا عجیب حماقت
ف یہ جو فرمایا کہ تم بیجان تھے اس سے وہ حالت مراد ہے جو جسم مین جان پڑنے سے پ
ابتدا مین وہ منجملہ عناصر تھا پھر ماں باپ کی غذا بنا پھر نطفہ بنا پھر خون بستہ۔ پھر گوشت کا ٹکڑا
حیات سے مراد یہی دنیا کی حیات ہے اوسکے بعد موت بھی ایک معمولی چیز ہے جسکو معلو
اوسکے بعد جو حیات کا ذکر ہے اوس سے وہ حیات مراد ہے جو قیامت کے دن صور کی
حاصل ہوگی موت ثانی اور حیات ثانی کے درمیان مین جو زمانہ ہے اوسمین اگرچہ
کیفیت ثواب یا عذاب کا حاصل ہوگا مگر چونکہ روح کو بدن سے کوئی تعلق نہوگا اسلئے وہ زمانہ

بعض علما کو تامل ہے ۔ یونانیونکا یہ قول کہ آسمان پیاز کے چھلکون کی طرح تہ بہ تہ لپٹے ہوئے ہین مسلمانونکے نزدیک صحیح نہین بلکہ اون مین باہم بہت سا فاصلہ ثابت ہوا ہے ترمذی اور احمد نے آسمانونکے بیان مین ایک طویل حدیث نقل کی ہے جسمین ایک آسمان سے دوسرے آسمان تک پانسو برس کا فاصلہ مذکور ہے ۔ معراج کے واقعے مین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا سب آسمانون پر تشریف لیجانا بھی صحاح کی حدیثونسے ثابت ہوا ہے ۔ اور جب آسمانونکا وجود صریح قرآن اور حدیث سے یقینی طور پر ثابت ہو گیا تو یہ معلوم ہو گیا کہ اس زمانہ مین جو آسمان کے انکار کا قول مشہور ہوا ہے یقیناً غلط ہے **ف** سید احمد خان نے اپنی تفسیر مین اسموقع پر اول تو مسلمانونپر بہت برا طعن یہ کیا ہے کہ وہ آسمانونکے مسئلے مین یونانیونکا قول مانتے ہین ۔ اور اسی کی مطابق قرآن کی تفسیر کرتے ہین مگر یہ اونکا محض افترا ہے ۔ مسلمانونکو یونانی حکیمونکے مسئلون سے کچھہ غرض نہین وہ قرآن حدیث کے ماننے والے ہین اور جو اوس سے ثابت ہوا وسپر اعتقاد رکھتے ہین اور جو مخالف ہو اوسکو یقیناً غلط سمجھتے ہین ۔ پھر اونھون نے یہ دعوے کیا ہے کہ سما کا لفظ قرآن مین کہین معنی مین مستعمل ہوا ہے اس وسعت پر جو ہمارے سرونپر ہے اور اس نیلی نیلی گنبدی چھت پر دوسر بادلون پر مگر اونھون نے قرآن کی آیتونکو نقل کر کے یہ دعوے ثابت نہین کیا پھر وہ لکھتے ہین کہ (اس مقام پر سما کے لفظ سے وہ وسعت مراد ہے جو ہر شخص اپنے سر پر دیکھتا ہے ۔ پس آیت کے معنی یہ ہین کہ خدا اوس وسعت کی طرف متوجہ ہوا جو انسان کے سر پر بلند دکھائی دیتی ہے اور پہلے اوسکو سات بلندیان کر دین) سات بلندیون سے اونھون نے سات کو اک مراد لئے ہین اور اس سے ظاہر ہو گیا کہ مسلمان جن آسمانونکے معتقد ہین اوسکے وہ منکر ہین ۔ والسماء بناء کے لفظ سے ظاہر ہے کہ آسمان مثل چھت یا گنبد یا ڈیرہ کے بنا ہوا ہے اور سورۂ انبیا مین اللہ نے اسکی صاف تصریح کر دی ہے اور فرمایا ہے وجعلنا السماء سقفاً محفوظاً ۔ اور بنایا ہمنے آسمان کو چھت محفوظ ۔ اور پھر

آسمان اور اون سب چیزونکو جو اونکے درمیان ہین ہین اللہ نے چھ دن مین پیدا کیا ہے۔ اس
آیت سے یہ معلوم ہو گیا کہ آسمان سات ہین اور اسکے علاوہ عرش اور کرسی کا ذکر بھی آیندہ آئیگا
بعض علما کا قول یہ بھی ہے کہ عرش اور کرسی دو چیزین نہین بلکہ یہ دونو نام ایک ہی چیز کے ہین
اللہ نے اپنی ان صنعتون کے ذکر کے بعد جو یہ فرمایا کہ اللہ ہر چیز کو جاننے والا ہے گویا یہ اپنی صنعت
کے کامل ہونے کا سبب بیان کیا یعنی چونکہ اللہ ہر چیز کو جاننے والا ہے اسی وجہ سے اوس نے
یہ سب چیزین ایسی عمدگی کے ساتھہ پیدا کین اور اس بیان مین کافرونپر بھی ظاہر کر دیا کہ تم ایسے اللہ
کے ساتھہ کفر کیونکر کر سکتے ہو جسکے اختیار مین تمہاری موت اور زندگی ہے اور انجام کو اوسی کے حضور
مین تم جانے والے ہو اور اوسنے تمہارے فائدے کے لئے زمین کی تمام چیزین پیدا کین اور
آسمانونکو بنایا اور وہ ہر چیز کا جاننے والا بھی ہے یعنی تمہارا کفر بھی اوس سے چھپا نہین رہسکتا
پس ایسی قدرت والا جب تمہارے کفر سے واقف ہی ہے تو سخت سزا دے گا۔ ف
سات آسمانونکا وجود تو قرآن سے ثابت ہو گیا ممکن ہے کہ آسمان اس سے زیادہ بھی ہون
اس لئے کہ قرآن مین سات آسمانونکا جو ذکر ہوا ہے اس سے زیادہ کی نفی ثابت نہین ہوتی
لیکن اگر کوئی زیادتی کا دعوے کرے تو سواے مخبر صادق کے بیان کسی کا اعتماد کے لائق
نہین۔ یونانی حکیمونکا یہ قول تہا کہ نو آسمان ہین اور وہ پیاز کے چھلکون کی طرح تلے اوپر لپٹے
ہوئے ہین مگر نو کا عدد معہ عرش و کرسی کے مسلمانون کے نزدیک بھی ثابت ہو جاتا ہے۔ اس
امر مین بحث باقی رہے گی کہ اون دونون کو بھی آسمان کہہ سکتے ہین یا نہین۔ کرسی کی صفت
قرآن سے یہ ثابت ہوئی ہے کہ زمین و آسمان کو گھیرے ہوئے ہے اس لئے اوس کو آسمان
کہدینا نامناسب نہوگا مگر عرش کے معنے لغت مین تخت کے ہین اور قرآن و حدیث سے یہ ثابت
ہوتا ہے کہ اوسکے پائے بھی ہین جنکو فرشتے اوٹھائے ہوئے ہین پس اوسکو آسمان کہنے مین

فرشتے بولے کہ کیا تو پیدا کرے گا زمین پر ایسے شخص کو جو فساد اور خونریزی کریگا اور ہم
تسبیح پڑہتے ہین تیری حمد کی اور پاکی بیان کرتے ہین تیری اللہ نے کہا مین جانتا ہون
جو تم نہین جانتے **ف** آیت سابقہ مین اللہ نے مجملاً یہ بیان کیا تہا کہ تمہارے نئے
زمین کی سب چیزین پیدا کین اب اسکی زیادہ تفصیل کرتا ہے کہ تمہارے باپ آدم کو تمام
زمین کی خلافت اللہ نے دی اور اوس کے مقابلہ مین ملائکہ نے جو خلافت کی تمنا ظاہر کی
تہی اوسکو قبول نکیا۔ اور ملائکہ پر اوس کو ترجیح دی اور علم مین غالب کیا بلکہ ملائکہ کو حکم کیا کہ آدم کو
سجدہ کرین اور ابلیس نے جو سجدہ سے انکار کیا تو اوسکو مردود کیا۔ اس بیان کی تمہید اللہ
نے اوس قصہ سے شروع کی جو آدم کے پیدا کرنے سے پہلے اس باب مین ملائکہ نے
گفتگو کی اس آیت کی تفسیر مین سب سے پہلے ملائکہ کی حقیقت جان لینی چاہیے۔ ملائکہ
اللہ کی ایک مخلوق ہے اونکے جسم لطیف نورانی ہین اونکو اللہ نے یہ اختیار دیا ہے کہ جیسی
چاہین ویسی صورت بنالین اون مین نر و مادہ نہین ہوتے۔ بہوک پیاس شہوت وغیرہ سب
جسمانی خواہشون سے پاک ہین اللہ کی اطاعت مین کبہی سستی نہین کرتے ہر وقت اوس کی
عبادت مین مشغول ہین اونکو سہو اور نسیان بہی نہین ہوتا یہ بات کہ وہ کسقدر ہین اور اونکی عمرین
کتنی ہوتی ہین اور عبادت کسطرح کرتے ہین اللہ کے سوا کسیکو معلوم نہین اون مین سے بعض کو
عبادت کے سوا کوئی کام نہین کچہہ اون مین اللہ کے عرش کو اوٹہائے ہوئے ہین اور کچہہ اونمین
سے عرش کے گرداگرد رہتے ہین۔ کچہہ اون مین سے پیغام لیجانے کے کام پر ہین اون کے دو دو
اور تین تین اور چار چار بازو بہی ہوتے ہین وہ دم بہر مین جہان چاہین وہان پہونچ جائین کچہہ اونمین
سے جنت کے اہتمام کے واسطے ہین کچہہ دوزخ کے محافظ ہین کچہہ زمین آسمان کے امور کا
انتظام کیا کرتے ہین۔ ہر انسان کے ساتہہ دو فرشتے نیک و بد اعمال لکہنے کے واسطے مقرر ہین

یہ جو اللہ نے قرآن مین فرمایا اذا السماء انفطرت واذا الکواکب انتثرت یعنی جسوقت آسمان پہٹین اور
کواکب بکہرین۔ اس سے ظاہر ہوگیا کہ آسمان کواکب سے جدا چیز ہین۔ پہر سید صاحب نے
یہ دعوے کیا ہے کہ صاحب بیضاوی بہی اونکے قول سے موافق ہے اسلئے کہ اوس نے
یون لکہا ہے کہ سماء سے یہ اجرام علوی مراد ہین یا اوپر کی طرفین درحقیقت سید صاحب اجرام علوی
کا لفظ بیضاوی کی عبارت مین دیکہکر یہ دہوکا دینا چاہتے ہین کہ اجرام علوی مین کواکب بہی شامل ہیںکیونکہ
ہین حالانکہ بیضاوی کی مراد اجرام علوی سے صرف یہی ساتون چہتین ہین جو عموماً سماء کے لفظ سے
سمجہی جاتی ہین اور یہی حقیقی معنے لفظ سماء کے ہین اور پہر بیضاوی نے دوسرا احتمال یہ جو
نکالا کہ یا اوپر کی طرفین مراد ہین اسکا مآل بہی آسمان کی ہی طرف ہے اسلئے اوپر کی طرفون کی
حد آسمان پر ہی ہوتی ہے یا اوس نے اسوجہ سے یہ احتمال پیدا کیا کہ اللہ کے پیدا کرنے سے
پہلے آسمان موجود نہ تہے پس یہ معنی کہنے چاہئین کہ اللہ اوپر کی طرفونکی طرف متوجہ ہوا اور اون
مین سات آسمان بنا دئے۔ پس اس صورت مین اوس نے سماء کے معنے جو اوپر کی طرفون کے
لئے یہ معنی مجازی ہین اور قرینہ مجاز اوسوقت آسمانونکا موجود نہونا ٹہیرایا مگر اوس نے سموات کے
لفظ سے یہی ساتون چہتین مراد لین ہین اور صاف لکہدیا ہے اگر کوئی کہے کہ رصد والون نے
نو آسمان ثابت کیئے ہین تو ہم یہ جواب دینگے کہ اونکے بیان مین بہت سے شکوک ہین اور اگر اونکا قول
صحیح بہی ہو تو آیت مین زیادہ کی نفی بہی نہین اور اگر ان سات آسمانونکے ساتہہ عرش و کرسی بہی ملا لیو
جائین تو کچہہ اختلاف باقی نہین رہتا۔ وَاِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّیْ جَاعِلٌ
فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَةً ط اور جب کہا تیرے رب نے فرشتون سے کہ مین بنانیوالا ہون
زمین پر ایک خلیفہ قَالُوْٓا اَتَجْعَلُ فِیْهَا مَنْ یُّفْسِدُ فِیْهَا وَیَسْفِكُ الدِّمَآءَ
وَنَحْنُ نُسَبِّحُ بِحَمْدِكَ وَنُقَدِّسُ لَكَ ط قَالَ اِنِّیْٓ اَعْلَمُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ

اور تمہید اللہ نے اسی گفتگو کو بنایا پس اس گفتگو کے ان عمدہ نتائج پر غور کرنے کے بعد اس سوال
کی ضرورت نہین رہتی کہ یہ گفتگو اللہ نے فرشتون سے کیون شروع کی چونکہ مخلوق کا علم ناقص اللہ
کی ساری حکمتون اور مصلحتون پر حاوی نہین ہو سکتا۔ اور دستور ہے کہ جب کوئی شخص کسی ایسے کام
کرنے کا ارادہ ظاہر کرے جسمین سامعین کو بظاہر مضرت معلوم ہوتی ہو تو اگرچہ سامعین اوس شخص
کی حکمت اور دانشمندی کی حد سے زیادہ معتقد ہون اور اس بات پر یقین کامل رکھتے ہون کہ اس کے
کام مین کچھہ ایسی مصلحتین ہین جنکو ہم نہین سمجھتے اور اس بات کا اونکو وہم اور شبہہ بھی نہو کہ یہ دانشمند
شخص کوئی کام خلاف حکمت و مصلحت کریگا بلکہ اپنی ہی قصور فہم کا یقین ہو مگر با اینہمہ سامعین جبتک
اوس کام کی مصلحتون کو معلوم نہ کرلین اوسوقت تک اونکی طبیعت کا خلجان رفع نہین ہوتا خصوصاً قوی
عالیہ کو علم کی طلب اور تشنگی ایسی ہوتی ہے کہ وہ کسی امر مین اپنی جہالت معلوم کرکے سخت بیچین
ہو جاتے ہین اور جب تک اوسکی مصلحت اور حکمت معلوم نہ کرلین اونکو چین نہین ہوتا خضر اور
موسے کے قصے کو غور کرو کہ جب خضر کے بعض افعال کی مصلحتین حضرت موسے کی سمجھہ مین نہ آئین
تو اونکو ضبط کی تاب نہوئی اسی قسم کی بیچینی اس خبر کو سنکر ملائکہ پر طاری ہوئی اور وجہ اوسکی یہ تھی کہ
انسان کے بعض افعال کی کیفیت بھی اللہ نے ملائکہ کو بتا دی تھی اسلئے اونکو یہ معلوم تھا کہ بعض انسان
فساد اور خونریزی بھی کرینگے پس اونکو یہ تعجب ہوا کہ ایسی قوم کو زمین کی خلافت کیون دیجاتی ہو جس سے
ایسی نافرمانیان ظاہر ہونے والی ہین اس تعجب کی حیرت ملائکہ پر ایسی غالب ہوئی اور اوسکی حکمت
اور مصلحت معلوم کرنے کی خواہش مین ایسے تشنہ ہو گئے کہ اونسے ضبط نہو سکا آخر اونہون نے اللہ سے
یون پوچھا کہ زمین کی خلافت مفسدون اور خونریزون کو کیون دیجاتی ہے پس یہ سوال اونکا بطور مباحثے
اور اعتراض کے نتہا بلکہ بالکل ایسی کیفیت تھی جیسے کوئی شاگرد اپنے شبہات کو جب اپنی استعداد سے
حل نہین کر سکتا تو اونکے حل کی طلب مین بیقرار ہوتا ہے آخر اپنے اوستاد سے پوچھتا ہو اور اس قسم کے

کچھہ انسانونکی محافظت کے واسطے ہین اسیطرح اللہ اون سے جو کام چاہتا ہے لیتا اور
اونمین سے جبرئیل اور میکائیل اور اسرافیل اور عزرائیل جو اکابر ملائکہ ہین اونکے نام بھی معلوم
ہین جبرئیل انبیا پر وحی لانیوالے ہین میکائیل بندونکے رزق کی انتظام پر مقرر ہین عزرائیل روح
قبض کرتے ہین۔ اسرافیل صور پھونکنے والے ہین۔ جس روز سے اسرافیل نے دوزخ
کی آگ دیکھی ہے اوس روز سے کبھی نہین ہنسے۔ ملائکہ پر اللہ کی ہیبت اور خوف بھی بے انتہا غالب ہے جب
اللہ کا کوئی حکم نازل ہوتا ہے تو ہیبت کے مارے بیہوش ہو کر گر پڑتے ہین بعض رحمت نازل
کرنے کے کام پر ہین بعض غضب اوتارتے ہین۔ جنپر اللہ مہربان ہوتا ہے اونکے لئے دعا
مانگا کرتے ہین کبھی مسلمانونکے ساتھہ شریک ہو کر کافرون سے جنگ بھی کرتے ہین جس قوم پر
خدا کا غضب نازل ہوتا ہے اوسکو دم بھر مین غارت کر دیتے ہین لیلۃ القدر وغیرہ مبارک راتو نمین
معمول سے زیادہ رحمت کے فرشتے آسمان سے زمین پر نازل ہوتے ہین۔ ملائکہ کا اعتقاد ایمان
مین شرط ہے اور اونکا منکر کافر **ف** اللہ نے آدم کے پیدا کرنے سے پہلے فرشتون سے
یہ گفتگو کی کہ مین زمین مین ایک اپنا خلیفہ پیدا کرنے والا ہون خلیفہ کے معنے نائب کے ہین اوس
سے مراد آدم اور اولاد آدم ہے اسلئے کہ وہ زمین پر احکام الٰہی کے جاری کرنے مین اوسکے نائب ہین
اور اونکو اللہ نے اشرف المخلوقات بنایا ہے اور اونکے علاوہ جتنی مخلوقات ہے سب کو اونکا خادم
بنایا ہے چنانچہ سورۂ جاثیہ مین فرمایا ہے کہ زمین و آسمان مین جتنی چیزین ہین سب اللہ نے اپنے
فضل سے تمہارے لئے مسخر کر دی ہین اگرچہ اللہ محتاج مشورہ کا نہ تھا مگر فرشتون سے یہ گفتگو
اسلئے کی کہ اپنی مخلوق کو مشورے کا طریقہ سکھاوے۔ اور اس سوال و جواب مین انسان کی شرافت
بھی فرشتون پر ظاہر کر دی اور علم الٰہی مین جو نتیجے اس قصہ سے پیدا ہونے والے تھے یعنی
آدم کا علم مین ملائکہ پر غالب ہونا اور مسجود ملائکہ ہونا اور شیطان کا مردود ہونا اون سب کا قصہ

خلافت کے لائق نہ سمجھا۔ اور یہ خبر نہ تھی کہ منشا فساد یعنی ابلیس خود اونھین کے گروہ مین موجود ہے۔ اور یہ بھی خیال نہ کیا کہ بعض آدمی اللہ کے ایسے مقرب بھی ہین کہ اونکے مراتب قرب کے مقابلہ مین ملائکہ کا مرتبہ کچھہ بھی نسبت نہین رکھتا۔ دوسرے اونھون نے اون موانع عبادت اور مشکلات امتحان کا لحاظ نہین کیا جنمین انسان مبتلا کیا گیا ہے جیسے بھوک اور پیاس اور شہوت اور فریب ہی شیطان اور عوارض جسمانی اور زن و فرزند کی محبت اور حق و باطل کو اپنی راے سے پرکھنے کا امتحان ان سب مشکلات سے ملائکہ بری تھے پھر اونکی عبادت کو ایسا کمال نہین ہوسکتا کہ اون کے مرتبہ کو انسان کے مرتبہ سے بڑہا دے البتہ ان موانع اور مشکلات مین مبتلا ہوکر انسان کی تھوڑی سی عبادت بھی بہت سے اجر کا باعث ہوسکتی ہے اسیوجہ سے اللہ نے فرمایا کہ مین جانتا ہون جو تم نہین جانتے۔ یعنی بعض کا شریر او مفسد ہونا کل نوع انسانی کو استحقاق خلافت سے محروم نہین کرسکتا اسلیئے کہ جو اونمین مقبول بندے ہین وہ مراتب قرب مین بھی ملائکہ سے سبقت لیجائینگے اس کے علاوہ مشکلات امتحان کی متحمل بھی نوع انسانی ہی جن مین ملائکہ مبتلا نہین کیئے گئے پس مستحق خلافت بھی وہی ہے نہ ملائکہ **ف** اگر خلیفہ سے مراد حضرت آدم کی ذات خاص ہو تو فرشتو نکے قول کا مطلب یہ ہوگا کہ اے اللہ کیا تو ایسے شخص کو خلیفہ کریگا جسکی اولاد فساد اور خونریزی کرے گی اور اگر خلیفہ کل نوع انسانی کو سمجھا جاے تو اتنی تاویل کی بھی ضرورت نہین رہتی **ف** حاکم نے ابن عباس وغیرہ بعض مفسرین صحابہ سے روایت کی ہے اور اسکو صحیح بھی کہا ہے آدم کے پیدا کرنے سے دو ہزار برس پہلے اللہ نے جنونکو زمین مین پیدا کیا تھا مگر اونھون نے زمین مین فساد کیا تو اللہ نے اونپر ملائکہ کا لشکر بھیجا ملائکہ نے اونکو مار کر جزائر کیطرف نکالدیا جب اللہ نے خلافت آدم کی خبر دی تو ملائکہ نے کہا کہ کیا تو خلیفہ کرتا ہے زمین مین ایسے کو جو فساد کریگا اوسمین جیسا کہ قوم جن نے فساد کیا تھا۔ اس روایت کو بغوی نے اپنی تفسیر مین اسطرح نقل کیا ہے کہ اللہ نے زمین و آسمان کو پیدا کر کے ملائکہ کو آسمان مین رکھا اور جنون کو زمین مین

سوال میں عقلاً اور عرفاً کوئی گستاخی نہیں سمجھی جاتی۔ ورنہ فرشتوں کی یہ مجال نہ تھی کہ اللہ کے کسی کام پر کچھ اعتراض نہیں کر سکتے حضرت موسیٰؑ علیہ السلام جو اللہ کے مقرب بندے ہے اونہوں نے بھی اللہ سے پوچھا تھا جیسا کہ سورہ اعراف میں مذکور ہے کہ اے اللہ کیا تو ہمکو ہلاک کرتا ہے اون افعال پر جو ہم میں سے بعض سفہا نے کیے ہیں۔ پس جسطرح یہ استفسار حضرت موسیٰؑ کا کوئی گستاخی نہیں سمجھا جاتا اسی طرح یہ ملائکہ کا پوچھنا بھی جو صرف اسکی مصلحت معلوم کرنے اور اپنا خلجان دفع کرنے کے واسطے تھا گستاخی نہیں ہو سکتا۔ اس سے پہلے ملائکہ خود بھی اس مرتبہ عظیم یعنی خلافت زمین کے امیدوار تھے اور اس موقع پر جو اونہوں نے اللہ کو اپنی طرف متوجہ پایا اور خطاب خاص کی دولت سے مشرف ہوئے اور حسن اتفاق ہے۔ خلافت کا تذکرہ شروع ہوا اس لیے ملائکہ نے اس موقع کو غنیمت جانکر اپنی اس تمنا کو بھی در پردہ ظاہر کر دیا یعنی بالتصریح یہ آرزو پیش نہ کی بلکہ وہ عرض کر دیا جسکی وجہ سے وہ اپنی ذات کو مستحق خلافت سمجھتے تھے یعنی یوں کہا کہ ہم تیری تعریف کیا کرتے ہیں اور پاکی بیان کرتے ہیں۔ اگرچہ بنظر ظاہر یہ شبہ ہوتا ہے کہ ملائکہ نے انسان کی برائی بیان کی جو غیبت ہے اور اپنی مدح کی جو تکبر اور خود پسندی کی نشانی ہے مگر چونکہ یہ دونو باتیں بضرورت تھیں لہذا غیبت اور خود پسندی میں داخل نہیں اس لیے کہ ضرورت کے وقت اس قسم کی باتیں قبیح نہیں ہوتیں۔ اب ایک شبہ یہ باقی رہتا ہے کہ جب ملائکہ کو معلوم ہو گیا کہ خلافت آدم کے لیے مقرر ہو چکی پھر اونہوں نے کس امید پر اپنا استحقاق ظاہر کیا اسکا جواب یہ ہو سکتا ہے کہ اوسوقت تک اونکو یہ معلوم نہ تھا کہ یہ قضائے مبرم ہے یا معلق لیس اس امید پر کہ شاید قضائے معلق ہو اونہوں نے اپنی تمنا عرض کی اور استحقاق پیش کیا۔ یہ بھی سمجھ لینا چاہیے کہ ملائکہ نے جو خلافت آدم کی تجویز پر اتنا تعجب کیا اور اپنے آپ کو مستحق خلافت سمجھا اس میں اونکی رائے کی غلطی اور اجتہاد کی خطا بیشک تھی اسلیے کہ اونہوں نے بعض شریر انسانوں کے افعال قبیحہ کا لحاظ کر کے کل نوع انسانی کو استحقاق

یہ ہے کہ اللہ نے ملائکہ کو بتا دیا تھا کہ خلیفہ کی اولاد آپس مین ایک دوسرے سے حسد او قتال کرینگے اس قول کی نسبت ابن مسعود وغیرہ صحابہ کی طرف کیجاتی ہے۔ بعض کا خیال یہ ہے یہ مضمون فرشتون نے لوح محفوظ کے دیکہنے سے معلوم کیا تہا بعض نے یہ کہا ہے کہ اونہون نے خلیفہ کے لفظ سے یہ مطلب سمجھ لیا تہا اس لئے کہ خلیفہ کے واسطے حکومت لازم ہے اور حاکم اسی قوم پر مقرر کیا جاتا ہے جس مین فساد او خونریزی ہو تاکہ حاکم کے سامنے ایک دوسرے کے ظلم کی فریاد کر سکین **ف** بعض مفسرین نے نقدس لک کے معنے یہ لکھے ہین کہ ہم پاک کرتے ہین اپنے نفسون کو گناہون سے تیرے لئے **ف** اس تمام مضمون کے معلوم کر لینے کے بعد سید احمد خان کا یہ ستم بہی غور کرنے کے قابل ہے کہ وہ ملائکہ کے وجود کا ہی انکار کرتے ہین حالانکہ اول سے آخر تک قرآن مین جا بجا ملائکہ کا تذکرہ ہے اور اونکی تمام صنعتین مفصل بیان ہوئی ہین۔ مگر سید صاحب کی جرأت دیکہئے وہ کہتے ہین کہ قرآن سے ملائکہ کا ایسا وجود جیسا کہ مسلمانونکا اعتقاد ہے ہرگز ثابت نہین ہوتا۔ ملائکہ کے مسئلہ مین مسلمانون مین اور اہل کتاب مین بہی کوئی اختلاف نہین حضرت آدم سے لیکر ابتک جتنے فرقے آسمانی کتابون کے ماننے والے گذرے ہین سب ملائکہ کے مسئلہ مین مسلمانون کے ساتہہ اتفاق رکہتے ہین۔ سب آسمانی کتابون مین ملائکہ کے اسی وجود کا ذکر ہے یہ محرف توریت و انجیل جو اب یہود و نصاریٰ کے ہاتہہ مین ہے اس مین بہی ملائکہ کا تذکرہ اسی طرح موجود ہے جیسا کہ مسلمانونکا اونکی نسبت اعتقاد ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جو ہمیشہ ملائکہ کو بچشم خود ملاحظہ فرماتے تہے اونہین کے بیان کے موافق مسلمان ملائکہ کے معتقد ہوئے ہین احادیث صحیحہ متواترہ مین اونکا ذکر موجود ہے صحابہ اور تابعین اور تمام سلف صالحین کا یہی اعتقاد رہا متاخرین بہی آجتک یہی کہتے رہے پس جو امر ایسا اتفاقی اور تمام کتب آسمانی خصوصاً قرآن و حدیث سے نہایت صراحت کے ساتہہ ظاہر ہو تو ایسے کہلے مسئلے کے یقین مین سید صاحب کی رائے کی مخالفت کوئی شبہ

جبکہ وے مدتون وہ زمین مین رہے پھر اونمین حسد اور بغاوت پیدا ہوئی تو اونہون نے فساد اور قتال شروع کیا اوسوقت اللہ نے اونکی طرف لشکر ملائکہ کا بھیجا ان ملائکہ کو بھی جن کہتے تھے اسلیے کہ وہ جنت کے خازن تھے پس اونکا نام جو جن تھا وہ جنت سے مشتق تھا اونکا افسر ابلیس تھا اون سب مین رئیس اور مرشد اور زیادہ علم والا وہی تھا جب وہ ملائکہ زمین پر اوترے تو اونہون نے زمین والے جنونکو پہاڑکی گھاٹیون اور سمندر کے جزیرون مین بھگا دیا اور خود زمین مین رہنے لگے اللہ نے اونپر عبادت مین تخفیف کی تھی اور ابلیس کو زمین اور آسمان اول کی بادشاہت اور جنت کی حفاظت سپرد کی تھی وہ اللہ کی عبادت کبھی زمین مین کرتا تھا کبھی آسمان مین کبھی جنت مین۔ پھر اوسکے دل مین یکایک غرور پیدا ہوا اور وہ یہ سمجھا کہ اللہ نے مجھکو یہ مرتبہ اسلیے دیا ہے کہ مین تمام ملائکہ مین افضل ہون اوسوقت اللہ نے ابلیس اور اوس کے لشکر سے یہ کہا کہ مین زمین مین خلیفہ بنانیوالا ہون ان روایتون سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ ابن عباس وغیرہ صحابہ کے قول کی بموجب یہ گفتگو اللہ نے صرف اون ملائکہ سے کی تھی جو جنونکو نکالنے کے بعد زمین پر رہتے تھے اور بغوی کی روایت کی بموجب ابلیس اونکا سردار تھا اور اونہین ملائکہ نے یہ استفسار کیا تھا کہ کیا تو ایسی قوم کو خلیفہ کرتا ہے جو فساد اور خونریزی کریگی۔ مگر اکثر متاخرین کا قول یہ ہے کہ ملائکہ سے عموماً جمیع ملائکہ مراد ہین اسلیے کہ ظاہر الفاظ قرآن اسی پر دلالت کرتے ہین واللہ اعلم بالصواب **ف** اس امر مین مفسرین کے اقوال مختلف ہین کہ ملائکہ کو یہ کیونکر معلوم ہوا کہ انسان دنیا مین فساد اور خونریزی کریگا ابن عباس رضی اللہ عنہ کیطرف یہ قول منسوب ہے کہ ملائکہ نے جنون کے حال پر انسان کے حال کو قیاس کیا چنانچہ ابن عباس سے حاکم کی روایت جو اول منقول ہو چکی اوسکے آخر مین یہ بھی مذکور ہو کہ ای اللہ کیا تو خلیفہ کرتا ہے تو ایسی قوم کو جو فساد کرینگے زمین مین جیسا کہ قوم جن نے فساد کیا تھا یہی فقرہ قرینہ اس امر کا ہے کہ اونہون نے انسان کے حال کو جنون کے حال پر قیاس کیا تھا اور بعض کا قول

بہت تعجب کی نگاہ سے دیکھتے تھے اور اوسکی خوبصورتی پر حیران ہوتے تھے ابلیس بھی اوسکو دیکھنے
آیا اور اوس کے آس پاس پھرا اور کہا کہ قالب سے کیون تعجب کرتے ہو جا بجا اوسمین خلو ہین
جب تک اوسکو پُر نکرو سیر نہووے اور اگر پُر کرینگے تو اوسکے خیمے کھچ جاوینگے اور حرکت مین کاہلی
کریگا پس اس کالداک پتلے سے کچھ نہین ہوسکے گا مگر اوسکے سینہ مین بجانب چپ ایک بند حجرہ ہی
معلوم نہین کہ اوسمین کیا ہے شاید لطیفہ ربانی کا مقام وہی ہو جسکی وجہ سے وہ خلافت کا مستحق ہوا۔
پھر روح کو اوس پتلے مین داخل ہونے کا حکم ہوا جب وہ اوس پتلے کے پاس آئی تو اوسنے دیکھا
کہ ایک تنگ و تاریک مقام ہے اس لئے اوس کے اندر جانے سے رکی تھی اوسکو بحکم الٰہی بجبر و کرہ
اوس پتلے کے اندر داخل کیا ابھی روح سر کے اندر تھی کہ آدم نے چھینک لی اور بالہام الٰہی الحمد للہ
اونکی زبان پر جاری ہوا اللہ نے جواب مین فرمایا کہ یرحمک اللہ اسیطرح حاکم نے ابن عباس سے
اوسکی روایت کی ہے اور اوسکو صحیح بھی کہا ہے ۔ بیہقی نے کتاب الاسماء والصفات مین ابن مسعود وغیرہ
ایک جماعت صحابہ سے یہ روایت لی ہے کہ جب حضرت آدم کی روح کمر تک پہونچی اوسیوقت
جنت کے لئے اوٹھ بیٹھے اور چونکہ نیچے کو بدن مین روح ابھی نہین پہونچی تھی اسلئے گر پڑے تو اللہ نے
فرمایا کہ پیدا کیا گیا ہے انسان جلد باز جب سارے بدن مین روح پہونچ گئی تو حکم ہوا کہ فرشتون کی
جماعت پر گذر کرو اون سے سلام علیک کہو حضرت آدم نے فرشتون سے السلام علیکم کہا اونہون
نے جواب دیا کہ وعلیک السلام ورحمۃ اللہ تو اللہ کا حکم ہوا کہ انہین کلمات کو ہمنے تیرے اور تیری
امت کے لئے کلمہ تحیت بنایا یہ سنکر حضرت آدم نے پوچھا کہ اے اللہ میری ذریت کیا ہی جواب ملا کہ
تیری ذریت ہمارے دست راست اور دست چپ مین ہے جسطرف کی ذریت کو تو دیکھنا چاہے اوسی کو
اول دکھا دین حضرت آدم نے اول اپنی اوس ذریت کو دیکھنا چاہا جو اللہ کے دست راست
مین تھی چنانچہ اللہ نے اول اپنا دست راست اونکی پشت پر رکھا اور اونکی اولاد مین جتنی نیکبخت

اونکو ہم اول بطور تلخیص کے نقل کرتے ہین۔ ابو الشیخ وغیرہ محدثین نے رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم سے یہ روایت کی ہے کہ جب اللہ نے آدم کے پیدا کرنے کا ارادہ کیا تو جبرئیل کو بھیجا
کہ تمام سطح زمین سے سفید اور سیاہ اور سرخ اور شور اور شیرین اور نرم اور سخت ہر قسم کی مٹی
مٹھی بھر کر لے آوین جب جبرئیل نے زمین سے مٹی لینے کا قصد کیا تو زمین نے پوچھا کہ کیون مجھ
مین نقصان پہونچاتا ہے جبرئیل نے جواب دیا کہ اللہ تجھ سے ایک ایسی مخلوق پیدا کریگا جو زمین
کی خلافت دیگا اور وہ ثواب بھی پاویگا اور عذاب مین بھی مبتلا ہوگا یہ سنکر زمین نے کہا مین
اللہ کی عزت کی پناہ لیتی ہون اس بات سے کہ تو مجھ سے ایسی مٹی لیجاوے جس سے کچھ دوزخ مین
بھی جلے یہ سنکر جبرئیل علیہ السلام اوسی طرح لوٹے اور عرض کیا کہ اے اللہ زمین نے تیری عزت کی پناہ
لی مین تیرے نام اور تیری عزت کے ادب سے لوٹ آیا اور پھر وہ سے کچھ عرض نہ کیا پھر اللہ
نے میکائیل کو بھیجا اونکے ساتھ بھی یہی معاملہ ہوا پھر اللہ نے اسرافیل کو بھیجا وہ بھی اسی طرح
لوٹ گئے پھر اللہ نے عزرائیل کو بھیجا اونہون نے زمین کی فریاد سنی اور کہا کہ مین اللہ کے حکم کا
مطیع ہون تیری گریہ وزاری کی وجہ سے مین اللہ کے حکم کی تعمیل سے باز نہین رہسکتا تب اللہ
نے قبض ارواح کا کام اونکو سپرد کیا اور یہ حکم دیا کہ اس خاک کی مٹی کو اوس موضع پر جہان اب
خانہ کعبہ ہے جمع کرے پھر فرشتون کو حکم ہوا کہ اوسکو گلابہ بنا کر چالیس روز تک اوسپر مینہ برسا
اونتالیس روز غم کا مینہ اور ایک روز خوشی کا۔ اسی وجہ سے انسان پر غم و اندوہ کے اوقات خوشی
سے زیادہ ہوتے ہین پھر وہ گلابہ خشک ہوکر کوزہ گرون کے سفال کی شکل ہوگیا جبکہ بجنے کی صدا
سے بجتا تھا اسی وجہ سے اللہ نے قرآن مین اوسکو صلصال کا لفظ فرمایا ہے پھر اللہ کے حکم سے
فرشتون نے اوسکو مکہ و طائف کے درمیان وادی نعمان مین جو عرفات کے متصل ہے ڈالدیا
اور اللہ نے اپنی قدرت کے ہاتھ سے اوس سفال سے آدم کی صورت بنائی فرشتے اوسکو

نوٹ اس روایت مین یہ شبہ ہوتا ہے کہ جبرئیل و میکائیل اور اسرافیل وغیرہ اکابر ملائکہ [illegible]

١٣٨

کہ ان کو جب موت کا حال معلوم ہوگا تو جینا دشوار ہو جاے گا اور موت کے یاد آنے سے اونکا عیش تلخ ہوجاے گا حقتعالے نے فرمایا کہ مین اون مین غفلت ڈالنے کے لیے اونکی امیدونکی رسی دراز کردونگا کہ بسبب اوس کے موت سے غافل رہین گے ۔ صحاح کی سب کتابون مین روایت ہے کہ حضرت آدمؑ کے خمیر مین اللہ نے تمام روے زمین سے ہر ایک قسم کی مٹی کے اجزا شامل کئے اسیوجہ سے کوئی سفید کوئی نرم کوئی سخت کوئی خبیث کوئی طیب ہوتا ہے ۔ دیلمی نے ابوہریرہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ حرص اور مصیبت اور شہوت کو چالیس روز تک آدمؑ کے گلابہ مین خمیر کیا ۔ صحیح مسلم وغیرہ صحاح کی کتابون مین مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ دنون مین افضل جمعہ کا دن ہے ۔ اوسی روز اللہ نے آدمؑ کو پیدا کیا اور اوسی روز اونکو بہشت مین داخل کیا اوسی روز اونکو زمین پر اوتارا اور اوسی روز آدمؑ کی روح قبض ہوئی اور اوسی روز قیامت قائم ہوگی ۔ امام احمد اور طبرانی وغیرہ محدثین نے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جب اہل جنت بہشت مین داخل ہونگے تو اونکے موںہہ پر ڈاڑہی مونچہہ اور بدن پر بال نہونگے اور رنگ اونکے سرخ و سفید ہونگے اور اونکے بال پیچ در پیچ اور آنکھین سرمگین ہونگی اور جوانی اونکی تینتیس برس کی سی ہوگی اور وہ سب حضرت آدمؑ کی صورت پر ہونگے طول قد کا ساٹہہ ہاتہہ ہوگا اور عرض بہی اوسی کے مناسب ہوگا

یہانتک یہ قصہ بطور تلخیص تفسیر فتح العزیز سے لکھا گیا ۔ حکیم ترمذی نے روایت کی ہے کہ جب اللہ آدمؑ کو پیدا کر چکا تو ایک تخت پر بٹہایا جو سونے کا یا یاقوت سرخ کا تہا اور اوس کے نو سو پائے تہے ۔ اللہ کے حکم سے اوس تخت کو جبرئیل اور میکائیل اور اسرافیل اور عزرائیل نے اپنے کاندہے پر اوٹہایا اور حکم ہوا کہ اونکو تمام آسمانون مین پہراؤ اور تمام عجائبات دکہاؤ اسیوجہ سے اولاد آدمؑ کے جنازے کو چار آدمی اوٹہاتے ہین ۔ بغوی نے لکہا ہے

قیامت تک پیدا ہونیوالے والے تھے سب نقاط ظاہر ہو گئے اولاد اونکی جو دونون حضرت آدم کے
سامنے آگئین پھر اللہ نے دست چپ اونکی پشت پر پھیرا اور سارے بدبخت آدمی اونکی پشت
سے نکالے اور اونکی صورتین آدم کو دکھائین آدم نے اپنی ساری اولاد کو دیکھا تو اونمین باہم
بڑا اختلاف نظر آیا۔ کوئی خوبصورت کوئی بدصورت کوئی غنی کوئی فقیر کوئی دراز کوئی پست قد کسی کے
سب اعضا سلامت کسی مین کچھ نقصان۔ حضرت آدم نے عرض کیا کہ اے اللہ یہ سب تیرے ہی
بندے ہین پھر تو نے ان سب کو ایکسا کیون نہ پیدا کیا۔ جواب ملا کہ اگر مین ان سب کو ایکسا پیدا کرتا
تو میرا شکر کوئی نکرتا اب جو سب کا حال مختلف ہے تو ہر شخص جتنی نعمت اوس کو ملی ہے اوسکی
قدر کریگا اور ہمارا شکر ادا کریگا۔ پھر آدم نے انبیا کو ملاحظہ کیا اونکی پیشانیون مین ایک نور چمکتا تھا
اون سب مین حضرت داؤد کا جمال اونکو بہت پسند آیا پوچھا کہ اے اللہ یہ کون ہے اور اسکا کیا
نام ہے ارشاد ہوا کہ یہ تیرا بیٹا داؤد ہے پھر آدم نے کہا اے اللہ اوسکی عمر تو نے کتنی مقرر
کی ہے ارشاد ہوا کہ ساٹھ برس آدم نے پوچھا کہ میری عمر کتنی ہے ارشاد ہوا کہ ہزار برس آدم
نے عرض کیا کہ اے اللہ میری عمر سے چالیس برس کم کر کے اسکی عمر مین بڑھا دے چنانچہ جب
حضرت آدم کی عمر سے چالیس برس باقی رہے ملک الموت قبض روح کیواسطے آیا اور آدم کو مطلع کیا
کہ تمہاری وفات کا وقت آپہونچا آدم نے کہا کہ ابھی میری عمر کے چالیس برس باقی ہین فرشتون
نے کہا کہ وہ چالیس برس تو تم اپنے بیٹے داؤد کو دے چکے آدم نے کہا مجھکو یاد نہین جو مین نے اپنی
عمر کسیکو دی ہو۔ اور کوئی شخص اپنی عمر کسیکو نہین دے سکتا۔ امام احمد اور ابن ابی شیبہ نے
حسن بصری سے روایت کی ہے کہ جب اللہ تعالے نے حضرت آدم کے سامنے اونکی تمام
ذریت کو پیش کیا تو ملائکہ نے عرض کیا کہ اے اللہ اس جماعت کثیر کی زمین مین گنجایش کیونکر ہوگی
حق تعالے نے فرمایا کہ مینے جگہ خالی کرنے کے لئے ان مین موت کو مقرر کیا ہے۔ فرشتون نے عرض کیا کہ

آدم گندم رنگ تھے اور اونکی کنیت ابو محمد و ابو البشر ہے۔ قسطلانی نے شرح بخاری
مین ابن عطیہ کا یہ قول نقل کیا ہے کہ حضرت آدم کے ڈاڑھی نہین نکلی تھی اونکے بعد اون کی
اولاد کے ڈاڑھی نکلنا شروع ہوئی۔ اسکے بعد اللہ نے آدم کو علم ملائکہ سے زیادہ عطا
فرمایا پھر مباحثہ کیواسطے ملائکہ کے سامنے پیش کیا۔ جسکا قصہ اس آیت مین مذکور ہے **ف**
یہ جو اللہ نے فرمایا کہ آدم کو کل اسما سکھلائے اکثر مفسرین کا قول یہ ہے کہ یہ سکھانا بطور الہام کے
تھا چونکہ ملائکہ نے بھی استحقاق خلافت اپنے واسطے عرض کیا تھا اسلئے مقصود یہ تھا کہ اونپر ظاہر
کردیا جاوے کہ مستحق خلافت آدم ہے نہ تم۔ خلیفہ کیواسطے ضرور ہے کہ جن چیزون پر خلیفہ مقرر ہے
اونکے حالات سے واقف ہو اور اونکے حالات معلوم ہونے سے پہلے اونکے نام اوسکو معلوم
ہونے چاہئین کیونکہ ایک دوسرے کا امتیاز ناموں ہی سے ہوتا ہے اسلئے اللہ نے اول کل
چیزون کے نام آدم کو سکھائے۔ ابن عباس سے منقول ہے کہ آدم کو ہر چیز کا نام سکھایا یہانتک
کہ چھوٹے اور بڑے پیالے کا نام بھی بتایا۔ اور سعید بن جبیر کا قول ہے کہ اونٹ اور گاے اور بکری کا
نام بھی بتایا۔ مجاہد اور قتادہ کا بھی یہی قول ہے۔ یہان یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کس زبان مین
سکھائے اس باب مین کوئی صحیح روایت آجتک اس فقیر کی نظر سے نہین گذری مگر بعض علما کی
تحریر سے یہ مراد ہے کہ حضرت آدم کو کل زبانین سکھائی گئین پھر اونکی اولاد مین ہر شخص
ایک ایک زبان مین گفتگو کرنے لگا جب وہ جا بجا متفرق ہوگئے تو ایک ایک زبان ایک ایک
فرقے سے خاص ہوگئی اگر یہ دونو قول جمع کئے جائین تو حاصل یہ ہوگا کہ آدم کو سب زبانون مین سب
چیزون کے نام سکھائے گئے واللہ اعلم بالصواب حاکم وغیرہ نے روایت کی ہے کہ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اللہ نے تعلیم اسما کے ضمن مین آدم کو مختلف صنعتون مین سے
ہزار صنعتین بھی سکھائین اور فرمایا کہ تو اپنی اولاد کو حکم کر کہ اگر تم بغیر مال دنیا کے صبر نہ کرسکو

تو دنیا کو ان صنعتون سے طلب کرو اور دنیا کو دین سے طلب نکرو اسلیے کہ دین خالص میرے لیۓ ہی
افسوس او سپر جو دنیا کو دین سے طلب کرے ف وضمیرھن جو جمع کی ضمیر ہے
وسکا مرجع وہ چیزین ہین جنکے نام آدم کو سکھلاۓ گئے یعنی ان چیزون کی صورتونکو اللہ نے
ملائکہ کے سامنے پیش کیا اور کہا کہ اگر تم استحقاق خلافت کے دعوے مین سچے ہو تو ان چیزون
کی خلافت مانگتے ہو اونکے نام تو بتاؤ بغوی نے مقاتل سے یہ روایت کی ہے کہ اللہ نے
ہر چیز جاندار اور بیجان کو پیدا کیا پھر اون سب کی صورتونکو ملائکہ کے سامنے پیش کیا قالوا سبحنک
لا علم لنا الا ما علمتنا انک انت العلیم الحکیم کہا ملائکہ نے
پاک ہے تو نہین ہے علم ہمکو مگر جو سکھا دیا تو نے بیشک تو جاننے والا ہے اور حکمت والا ہے
قال یادم انبئهم باسمائهم کہا اللہ نے اے آدم بتا دے تو اون کو
نام اونکے ف حضرت آدم نے ان سب چیزونکے نام بھی بتا دیے اور وہ حکمتین بھی
بتا دین جنکے لیۓ ہر ہر چیز پیدا کی گئی تھی فلما انبأهم باسمائهم قال الم
اقل لکم انی اعلم غیب السموت والارض جب بتا دیے آدم نے
ملائکہ کو اون چیزونکے نام تو اللہ نے کہا کہ مین نے تمسے نہین کہا تھا کہ مین جانتا ہون غیب
آسمانون کی اور زمین کی واعلم ما تبدون وما کنتم تکتمون
اور جانتا ہون جو ظاہر کرتے تھے تم اور چھپاتے تھے تم ف بغوی نے ابن عباس رضی اللہ عنہ
سے روایت کی ہے کہ ابلیس آدم کے پتلے کے پاس ہو کر گذرا وہ مکہ اور طائف کے درمیان مین بیجان
پڑا ہوا تھا تو ابلیس نے کہا کہ یہ پتلا کیون پیدا کیا گیا ہے پھر ایک طرف سے اسمین داخل ہوا اور
دوسری طرف سے نکل گیا اور کہا کہ یہ تو اندر سے خالی ہے اپنے جسم کو روک بھی نہ سکیگا پھر اپنے
اپنے ساتھ والے فرشتون سے کہا کہ اگر اللہ اسکو تم پر فضیلت دے اور تمکو اوسکی اطاعت کا

١٤٣

کسی اوسے منقول نہین مگر ہم اسی تفسیر کو پسند کرتے ہین اسلئے کہ مخلوقات کے نام یا مختلف زبانین
سیکھ لینے مین آدم کا کوئی کمال نہتا اور نہ اون چیزون کے سیکھنے سے مرتبہ کی فضیلت ثابت ہو اگر کوئی
کہے کہ اپنی رائے سے قرآن کی تفسیر کرنا منع ہے تو ہم کہینگے کہ اپنی رائے سے تفسیر جو منع ہے
اوسکے معنی یہ ہین کہ اسباب نزول کے متعلق کوئی قصہ جو بطریق نقل ثابت نہوا ہو اپنی طرف سے بنا کر کہدے
اور ایسے معنے اپنی طرف سے کہدینا جو اگلی پچھلی آیتون کے مناسب ہون اور کتاب سنت کے خلاف نہون
اہل علم کے واسطے جائز ہین اس آیت سے علمانے چند نتیجے ثابت کئے ہین۔ اول یہ کہ انسان
ملائکہ سے افضل ہین۔ اس مسئلہ کی تفصیل علمانے اسطرح لکھی ہے کہ انسانون مین سے جو خاص بندے
ہین وہ تمام ملائکہ سے افضل ہین۔ اور جو ملائکہ مین خاص ہیں وہ اوسط درجہ کے آدمیون سے افضل ہین
اور جو اوسط مرتبہ کے آدمی ہین وہ اوسط اور عوام ملائکہ سے افضل ہین اور عوام ملائکہ عوام بشر
سے افضل ہین۔ دوسری بات اس آیت سے یہ ثابت ہوئی کہ باعث فضیلت صفت علم ہے
جسکو علم زیادہ ہو وہی افضل ہے چنانچہ اللہ بالتصریح یہی فرماتا ہے۔ ہل یستوی الذین یعلمون والذین
لا یعلمون۔ کیا برابر ہوتے ہین جاننے والے اور نہ جاننے والے۔ ترمذی اور دارمی نے
روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ فضیلت عالم کی عابد پر ایسی ہے جیسے
فضیلت میری تم مین سے ادنے شخص پر اور دارمی نے حسن بصری سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو کوئی علم سیکھنے مین مصروف ہو اور اوسی حالت مین مرجاوے تو جنت مین
اوسکے اور انبیا کے مقام مین صرف ایک درجہ کا فرق ہوگا۔ جو لوگ طلب علم مین یہ عذر کیا کرتے ہین
کہ اب اونکی عمر بہت ہوگئی بوڑھے ہوگئے۔ ابتداء عمر مین پڑھنے کا اتفاق نہین ہوا اب اگر بڑھاپے مین
پڑھنا شروع کرین تو امید تکمیل کی نہین۔ اونکو چاہیے کہ اس حدیث کے مضمون پر غور کرکے طلب علم
دین مین مرجاوین اور اس فضیلت کو حاصل کرین۔ ومن اللہ التوفیق۔ تیسری بات

حکم کرے تو تم کیا کرو گے فرشتون نے کہا کہ ہم اللہ کا حکم مانین گے ابلیس نے اپنے دل مین کہا
کہ اگر مین اوسپر مسلط ہو جاؤنگا تو بیشک اوسکو ہلاک کر دونگا اور اگر وہ مجھپر مسلط ہوا تو مین سرکشی کرونگا
پس یہ جو اللہ نے فرمایا کہ مین خوب جانتا ہون اوسکو جو ظاہر کرتے تھے تم اوس سے مراد وہ ملائکہ کا
قول ہے جسمین اونہون نے ہر حال مین اللہ کی اطاعت کا عزم ظاہر کیا۔ اور یہ جو فرمایا کہ جسکو
چھپاتے تھے تم اوس سے ابلیس کی سرکشی کا قول مراد ہو واللہ اعلم بعض مفسرین کا قول یہ ہے
کہ ملائکہ نے جس قول کو ظاہر کیا وہ یہ تھا کہ اے اللہ کیا تو زمین مین خلیفہ کرتا ہے ایسی قوم کو
جو فساد اور خونریزی کریگی اور جسکو چھپایا وہ یہ تہا کہ مستحق خلافت ہم ہین۔ قاضی ثناء اللہ صاحب
پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ نے تفسیر مظہری مین یہ لکہا ہے کہ اللہ نے آدم کو اپنے نام سکہائے تھے
اور چونکہ اللہ کے نام بے انتہا ہین اور اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ کل نام سکہائے اسلئے
اونہون نے لکہا ہے کہ کل نام بالتفصیل نہین سکہائے تھے بلکہ بالاجمال سکہائے تھے یعنی اونمین
یہ قوت پیدا کردی تہی کہ اللہ کے جس نام یا جس صفت کیطرف متوجہ ہون تو ہی اونپر منکشف ہو جاوے
پہر وہ لکہتے ہین کہ عرضہم مین ہم کی ضمیر آدم کیطرف پہرتی ہے جمع کی ضمیر یا تو بغرض تعظیم ہے
یا اسلئے کہ آدم کے ساتھ اونکی آل بھی شامل ہے پس معنی یہ ہوئے کہ پیش کیا آدم اور آل آدم کو ملائکہ پر
فقال انبئونی باسماء ھولاء کے معنے وہ یہ کہتے ہین کہ پہر اللہ نے کہا کہ اے ملائکہ خبر دو
مجھکو اون اسماکی جو انکو یعنی آدم اور آل آدم کو معلوم ہین۔ یعنی ہولاء کا مشار الیہ اونہون نے
آدم اور آل آدم کو ٹھیرایا اور اسماکی اضافت جو ہولاء کیطرف ہے اوس کے معنے یہ لئے کہ وہ اسما الہی
جو آدم اور آل آدم کو معلوم ہین پس گویا یہان اسما بمعنی معلومات کے ہوگئے اور یا آدم انبئہم
باسمائہم کے معنے وہ یہ کہتے ہین کہ اے آدم خبر دے ملائکہ کو اون اسما الٰہی پر جو ملائکہ کو معلوم ہین
قاضی صاحب نے اس موقع پر اس امر کا بھی اقرار کیا ہے کہ یہ تفسیر ہمنے اپنی طرف سے لکھی ہے

یوسف کو سجدہ کیا تھا اسلئے کہ سجدہ عبادت خدا کے سوا اور کسیکو نہین ہو سکتا۔ پس سجدہ درحقیقت
خدا کے واسطے تہا اور آدم مثل قبلہ کے تھے۔ قتادہ کا قول ہی کہ اس سجدہ سے خدمت اللہ کی
مقصود تھی اور حرمت آدم کی جیسے کہ جنازہ کی نماز مین دعا میت کے واسطے ہوتی ہی اور عبادت
اللہ کی ہوتی ہی مگر حسن بصری یہ کہتے ہین کہ اس سجدے سے عبادت اللہ کی مقصود نتھی صرف آدم کی
تحیت کیواسطے تہا اسلئے کہ اگر یہ سجدہ اللہ کی عبادت کے واسطے ہوتا اور آدم صرف بطور قبلہ کے ہوتے تو ابلیس
کبھی انکار نکرتا **فَسَجَدُوٓا** پس سجدہ کیا سب ملائکہ نے **ف** جمہور کا مذہب یہ ہے کہ یہ سجدہ
بطور سجدہ شرعی کے پیشانی زمین پر رکھکر ادا ہوا اور سورہ ص مین اللہ نے یہی حکم کیا تہا کہ گر او سکے
لئے سجدہ مین مگر ابی بن کعب اور ابن عباس کا قول یہ ہے کہ پیشانی زمین پر نہین لگائی بلکہ رکوع
کی صورت مین جھک گئے واللہ اعلم۔ امام جعفر صادق سے مروی ہی کہ یہ سجدہ سب سے پہلے جبریل
نے کیا تھا پہر میکائیل نے پہر اسرافیل نے پہر عزرائیل نے پہر اور ملائکہ مقربین نے اور ابن ابی
حاتم نے ضمرہ سے اور سلفی نے عمر بن عبدالعزیز سے یہ روایت کی ہی کہ یہ سجدہ سب سے پہلے اسرافیل
نے کیا تہا اور اسیوجہ سے وہ لوح محفوظ کے متولی مقرر کئے گئے۔ ابن عباس سے منقول ہے کہ یہ سجدہ
جمعہ کے دن ظہر سے عصر تک تھا۔ **اِلَّآ اِبْلِيْسَ** ط مگر ابلیس نے **ف** یعنی سب نے
سجدہ کیا مگر ابلیس نے سجدہ نہین کیا۔ اس باب مین علما کا اختلاف ہی کہ ابلیس اصل مین کون تھا۔
اتنا تو قرآن مین بھی دوسری جگہ موجود ہی کہ وہ زمرہ جن مین سے تہا پہر نکل گیا اپنے رب کے حکم سے
ابن عباس اور ابن مسعود وغیرہما کا قول یہ ہے کہ اون ملائکہ مین سے تھا جنکو جن کہتے تھے اس صنف
ملائکہ کی اولاد بھی ہوتی ہی۔ قرطبی نے لکھا ہے کہ جمہور کا مذہب یہی ہے نووی نے اسی کو صحیح
کہا ہے۔ اونکی دلیل اول یہ ہی کہ ملائکہ کے سوا کسی اور کو اس سجدہ کا حکم ہونا منقول نہین اور ابلیس کو
سجدہ کا حکم بیشک ہوا تھا جسکے نہ ماننے سے وہ نافرمان بنا پس معلوم ہوا کہ ابلیس منجملہ ملائکہ تہا

اس آیت سے علما نے یہ نکالی ہے کہ یہ زبانین جنمین تمام انسان باہم بات چیت کرتے ہین اللہ کی بنائی ہوئی ہین کسی انسان کی بنائی ہوئی نہین اسلئے کہ سب اسما اللہ نے آدم کو سکہا دیئے تھے وہی اونکی اولاد مین آجتک رائج ہین **مسئلہ** اگرچہ علم سکہانا اللہ کا کام ہے مگر علما نے لکہا ہے کہ اللہ کو معلم کہنا نچاہیئے اسلئے کہ اصطلاح مین معلم اوسکو کہتے ہین جو تعلیم کی اجرت لیتا ہو۔

وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ اور جب کہا ہمنے ملائکہ سے سجدہ کرو آدم کیطرف **ف** آدم کے پیدا کرنے سے پہلے اللہ نے ملائکہ کو حکم کیا تھا کہ مین مٹی کا ایک بشر پیدا کرنیوالا ہون جب مین اوسکو سنوار دون اور اوسمین اپنی روح پہونکون توتم اوسکے لئے سجدہ مین گر جائیو چنانچہ یہ مضمون سورہ ص مین مذکور ہے اب آدم کو پیدا کر لینے اور مباحثہ ملائکہ کے بعد اللہ ملائکہ کو حکم کرتا ہے کہ حکم سابقہ کو اب ادا کرو اور یہ جو سورہ ص مین اللہ نے فرمایا تھا کہ جب مین اوسمین اپنی روح پہونکون اس سے مراد آدم مین جان ڈالنا نہ تھی اس لئے کہ وہ تو آدم کی روح تھی بلکہ مراد تعلیم اسما تھی اور اس تعلیم کو اللہ نے اپنی روح کہا تھا اور بوجہ شرافت کے اپنی طرف منسوب کیا تہا۔ اسیوجہ سے ملائکہ نے بعد تعلیم اسما کے آدم کو سجدہ کیا۔ ابن عقیل نے اپنی تفسیر مین لکہا ہے کہ یہ حکم ملائکہ سے مختص نہ تہا بلکہ جتنی مخلوق اوسوقت موجود تھی سب کے لئے یہ حکم عام تھا اور خطاب صرف ملائکہ سے اسوجہ سے ہوا کہ جن سب کو سجدہ کرنیکا حکم ہوا تھا اون مین اشرف وہی تھے اور جو اون کے ماسوا تھے وہ تبعًا اس خطاب مین شامل ہوئے۔ بعض مفسرین کا قول ہے کہ یہ حکم صرف ملائکہ زمینی کے واسطے تہا۔ بعض یہ کہتے ہین کہ صرف ابلیس اور اوس کے ساتھہ والے ملائکہ کے واسطے تہا لیکن اصح قول یہ ہے کہ جمیع ملائکہ کے واسطے تہا۔ شعبی کا قول ہے کہ اسجدو لآدم کے معنی یہ ہین کہ آدم کیطرف سجدہ کرو۔ یہ سجدہ آدم کی عبادت کے واسطے نہ تہا بلکہ آدم کی تعظیم اور تحیت کے واسطے تہا جیسے کہ حضرت یوسفؑ کے بہائیون نے حضرت

ع

که ہوگیا وہ کافرین میں سے ۔ اوسکے انکار اور تکبر کا قصہ سورہ ص میں ہے تفصیل سے مذکور ہے
که الله نے ابلیس سے پوچھا کہ اے ابلیس کون مانع پیش آیا جو تو نے اوسکو سجدہ نکیا جسکو میں نے
اپنے دونوں ہاتھوں سے پیدا کیا ہے تو نے تکبر کیا یا تو کوئی بڑے مرتبہ والا ہے ۔ ابلیس نے جواب دیا
که میں اوس سے افضل ہوں اسلئے کہ مجھکو تو نے آگ سے پیدا کیا ہے اور اوسکو مٹی سے پیدا کیا ہے
فوراً الله کا حکم ہوا که ابلیس تو میری رحمت سے نکلجا اور تو مردود ہے اور قیامت تک تجھپر میری لعنت ہے
اوسوقت ابلیس نے کہا کہ ای الله مجھکو قیامت تک مہلت دے ۔ الله نے کہا کہ تجھکو قیامت تک
مہلت دی گئی اوسوقت ابلیس نے کہا کہ اے الله تیری عزت کی قسم ہے کہ تیرے خالص بندوں کے
سوا میں اون سب کو بہکاؤنگا الله نے کہا ہاں سچ ہے اور ہم بھی سچ کہتے ہیں کہ بھر دینگے جہنم کو
تجھسے اور اون سب سے جو تیری پیروی کرینگے **وَقُلْنَا يَا آدَمُ اسْكُنْ أَنْتَ
وَزَوْجُكَ الْجَنَّةَ وَكُلَا مِنْهَا رَغَدًا حَيْثُ شِئْتُمَا** ص اور
کہا ہمنے ای آدم آرام کر تو اور تیری بی بی جنت میں اور کھاؤ جنت کی نعمتیں اچھی طرح جیسے چاہو تم دونو
ف آدم کی بی بی سے حوا مراد ہیں الله نے آدم کی دل لگی کے لئے حوا کو پیدا کیا اور دونو کو جنت میں
رہنے کی اجازت دی ۔ ابن اسحق نے حضرت عباس رضی الله عنه سے روایت کی ہے کہ حوا آدم کی بائیں
طرف کی چھوٹی پسلی سے پیدا کی گئی اور آدم اوسوقت سوتے تھے حافظ ابن حجر رحمۃ الله علیہ نے فتح الباری شرح
بخاری میں لکھا ہے کہ حوا آدم کی پسلی سے اسطرح پیدا ہوئی جیسے کھجور کی گٹھلی سے اوسکا درخت جمتا ہے
اور اوس پسلی کی جو جگہ خالی ہوئی اوسمیں الله نے گوشت پیدا کیا ۔ قرطبی اور بغوی وغیرہ نے لکھا ہے
کہ حوا آدم کی پسلی سے اسطرح پیدا ہوئی کہ آدم کو مطلق خبر بھی نہوئی اور وہ سوتے ہی رہے اور ذرا بھی ایذا نہوئی
اگر کچھ ایذا ہوتی تو کبھی کوئی مرد کسی عورت سے محبت نکرتا ۔ اسامر میں مفسرین کا اختلاف ہے کہ آدم کے جنت میں
جانے سے پہلے حوا پیدا ہوئی یا جنت میں پیدا ہوئی ۔ ابن اسحق نے لکھا ہے کہ اس آیت سے یہ معلوم ہوتا ہے

[illegible] حافظ [illegible] فتح الباری [illegible] ۱۲

۱۳۹

دوسرے یہ کہ اللہ نے سب ملائکہ کے سجدہ کرنے کا حکم بیان کرکے پہر جو الّا کہکے ابلیس کا استثنا
کیا یہی قرینہ اس بات کا ہے کہ ابلیس ملائکہ کی جنس سے ہوگا قاضی عیاض کا قول یہ ہے کہ وہ ہرگز
ملائکہ سے نہتا بلکہ جن ہی تھا مگر اوسکو ابتداے عمر مین ملائکہ آسمانپر لیگئی تہی اور پرورش اونے ملائکہ کے
ساتھ پائی اور وہ سب جنون کا باپ ہے جسطرح آدم سب انسانون کے باپ مین۔ سیوطی نے قاضی
عیاض کے قول کو ہی ترجیح دی ہے اور لکھاہے کہ بہت سے آثار صحابہ سے یہی ثابت ہوتا ہے
اور نووی کی پہلی دلیل کے جواب مین اوس نے ابن عقیل کا وہ قول نقل کیاہے جسکو ہم پہلے لکھ چکے ہین
کہ اوسوقت جتنی مخلوق موجود تہی سب کو سجدہ کو حکم ہوا تہا۔ اور دوسری دلیل کے جواب مین یہہ
کہاہے کہ استثنا غیر جنس سے کلام عرب مین شائع ہے۔ اور قرآن مین بہی موجود ہے مقاتل کا قول یہہ ہے
کہ وہ جن تہا نہ وہ منجملہ ملائکہ تہا بلکہ ان دونون کے جدا ایک قسم کی مخلوق تہا اور ایسا خوبصورت تہا کہ اوسکو
طاؤس ملائکہ کہتے تہے۔ بہرحال یہ بات یقینی ہے کہ ابلیس جن تہا خواہ کسی قسم کا جن ہو اور اوسکی
ذریت بہی قران سے ثابت ہے ذریت اولاد کو کہتے ہین۔ بغوی نے لکھاہے کہ جبکہ وہ ملائکہ
مین سے نکالا گیا اوسوقت سے اوسکے اولاد پیدا ہونا شروع ہوئی۔ اور اسمین بہی شک نہین
کہ وہ آگ سے پیدا ہوا تہا۔ اور اس مین بہی شک نہین کہ سجدہ کا حکم اوس کے واسطے ہوا تہا
جس سے اوس نے انکار کیا خواہ یہ حکم عام جمیع مخلوق کے لئے ہو جس مین ابلیس بہی
داخل ہے خواہ یہ حکم ملائکہ سے مختص ہو اور ابلیس اگرچہ ملائکہ سے نہو مگر اسوجہ سے کہ ملائکہ کے
ساتہہ رہتا تہا تبعاً اس حکم سے مکلف ہو خواہ یہ ابلیس جنس ملائکہ ہو واللہ اعلم بالصواب۔

اَبٰی وَاسْتَکْبَرَ وَکَانَ مِنَ الْکٰفِرِیْنَ ۝

انکار کیا اور تکبر کیا اور تہا
کافرون مین سے **ف** کافرون مین سے ہونے سے یہ مراد ہے کہ علم الٰہی مین ہمیشہ سے
یہ مقرر تہا کہ وہ آخر کو کافر ہو جائیگا۔ اور بعض مفسرین نے کان من الکافرین کے معنی یہ لئے ہین

مبتلا ہونے والے ہین اسیوجہ سے جنت مین بھی اللہ نے باوجود اسقدر آزادی اور آسایش دینے کے کسیقدر حکم شرعی کی بہی قید لگادی تاکہ ابھی سے تکلیف شرعیت کے عادی ہون اور فرمانبرداری اور نافرمانی کے نتیجہ سے بخوبی واقف ہوجائین اور جب یہ قید لگانا صرف اس مصلحت کے واسطے تہا تو ہمکو اس تفتیش کی کوئی ضرورت نہی کہ وہ کس چیز کا درخت تہا اور نہ اللہ نے ہی اسکو ظاہر کیا اور نہ اس باب مین کوئی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد کسی سند صالح سے ہم تک پہنچا البتہ بعض صحابہ اور تابعین وغیرہ کے اقوال منقول ہین جنکو ہم نقل کرتے ہین۔ ابن عباس اور حسن بصری اور عطیہ اور قتادہ کا قول یہ ہے کہ وہ گیہون کا جہاڑ تہا ہر دانہ اوسکا گائے کے گردہ کی برابر تہا شہد سے زیادہ شیرین اور مسکہ سے زیادہ نرم تہا وہب کا قول ہے کہ جس سے آدم منع کئے گئے تہے اوسی کو اللہ نے اونکی اولاد کا رزق بنایا۔ اور ابن مسعود اور نافع اور سدی وغیرہم کا قول یہ ہے کہ وہ انگور کا درخت تہا اسیوجہ سے خمر جو انگور سے بنتی ہے اولاد آدم پر حرام ہوئی۔ کہی کا قول ہے کہ اکثر مفسرین کا یہی مذہب ہے قتادہ کا یہ قول ہے کہ وہ انجیر کا درخت تہا اور اسکو ابن جریج نے بعض صحابہ سے نقل کیا ہے اسیوجہ سے اہل تعبیر نے لکھا ہے کہ جو شخص انجیر کو خواب مین دیکھے تو اوسکی تعبیر یہ ہے کہ اوسکو کچھ ندامت حاصل ہوگی حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے یہ منقول ہے کہ وہ کافور کا درخت تہا اس کے علاوہ بھی بہت سے اقوال ہین۔ ابن جریر کا قول ہے کہ اولے یہ ہے کہ اسکی تفتیش بھی نکیجائے اس لئے کہ نہ اوس کے علم سے کوئی فائدہ اور نہ اوس کے جہل سے کوئی مضرت **ف** اس حکم میں اللہ نے اوس درخت کے پاس جانے سے منع فرمایا اور یہ زیادہ تاکید کی تہی اس لئے کہ جب پاس جانا منع ہے تو اوسکا کہانا بدرجہ اولے منع ہوگا۔ یہ جو اللہ نے فرمایا کہ ظالمین مین سے ہوجاؤ گے اس کے معنی یہ ہین کہ تم اپنے نفس پر ظلم کروگے اسلئے کہ جنت کی نعمتین تم سے چھوٹ جائینگی۔

فَأَزَلَّهُمَا الشَّيْطٰنُ عَنْهَا فَأَخْرَجَهُمَا مِمَّا كَانَا فِيْهِ پہر پہسلا دیا اونکو

کہ جنت مین جانے سے پہلے حوّا پیدا ہوئی اس لئے کہ اللہ نے یون فرمایا کہ اے آدم تو اور
حوّا دونو جنت مین رہو۔ پس معلوم ہوا کہ جب آدم کو جنت مین جانے کا حکم ہوا اوسوقت حوّا موجود تھی
اور اسی قول کو سیوطی نے اختیار کیا ہے۔ اور بعض کا قول یہ ہے کہ حوّا جنت مین پیدا ہوئی۔
چنانچہ بغوی نے لکھا ہے کہ جنت مین کوئی ایسا شخص نہ تھا کہ آدمؑ اوس سے اپنا دل بہلاتے ایکبار
وہ سوتے تھے تو اللہ نے اونکی بی بی حوّا کو اونکی بائین طرف کی چھوٹی پسلی سے پیدا کیا جب وہ
نیند سے چونکے اور اونہون نے ایک نہایت حسین عورت اپنے پاس بیٹھی دیکھی تو اوس سے پوچھا
کہ تو کون ہے حوّا نے کہا کہ مین تیری بی بی ہون اللہ نے مجھکو اس لئے پیدا کیا ہو کہ میری تسکین تجھسے ہو
اور تیری تسکین مجھسے ہو ابن عباس و ابن مسعود وغیرہ صحابہ کا یہی قول ہے اور قرطبی نے بھی تہ
اسی قول کو نقل کیا ہے۔ ابن عقیل نے کہا ہے کہ اکثر مفسرین کا یہی قول ہے اوسصورت مین
یہ سمجھا جاے گا کہ آدمؑ پہلے سے اکیلے جنت مین تھے جب اللہ نے حوّا کو پیدا کیا تو کہا کہ اب تم
دونو آرام سے جنت مین رہو اور اچھی طرح وہانکی نعمتین کہاؤ۔ جمہور اہل سنت کا مذہب یہ ہے
کہ جس جنت مین آدمؑ رہتے تھے یہ وہی جنت خلد تھی جو آخرت مین مومنین کا مقام ہوگا۔ بعض معتزلہ
اور قدریہ کی رائے یہ ہے کہ وہ جنت زمین پر تھی اس قول کو مفسرین اہل سنت نے ضعیف کہا ہے

وَلَا تَقْرَبَا هٰذِهِ الشَّجَرَةَ فَتَكُوْنَا مِنَ الظّٰلِمِيْنَ ۝ اور نہ پاس جائیو اس درخت

کے کہ ہو جاؤگے تم ظالمون مین سے **ف** اللہ نے آدمؑ و حوّا کو جنت مین ہر طرح کی نعمتین دین
مگر ایک درخت سے منع ہی کیا۔ ابن عطیہ کا قول ہے کہ یہ قید جو آدمؑ و حوّا کے لئے لگائی گئی اسی بات
اس امر کیطرف اشارہ تہا کہ جنت فی الحال اونکو ہمیشہ کے لئے نہین دی گئی اس لئے کہ جب جنت
ہمیشہ کے لئے دیجائیگی تو وہانکی کسی چیز سے روکا نہ جائیگا۔ چونکہ علم الٰہی مین یہ مقرر ہو چکا تہا کہ
آدمؑ و حوّا زمین پر آنے والے اور وہ اونکی اولاد کے لوگ تکلیف احکام شریعت کی قیدون مین

ہیئت کی ہے۔ اور باقی اور جو اقوال ہین بے سند ہین واللہ اعلم بالصواب۔ زرقانی نے شرح مواہب
مین بحوالہ کتاب عرائس کے تفصیل اس قول کی جو ابن عباس سے منقول ہے اسطرح لکھی ہے
کہ شیطان ایک شیخ کیصورت مین تین سو برس تک جنت کے دروازہ پر بیٹھا رہا اور اس انتظار مین
تہا کہ کوئی جنت سے باہر نکلے تو آدم کی خبر لے حسب اتفاق طاؤس نکلا ابلیس نے پوچھا کہ تو کہان
سے آتا ہے طاؤس نے کہا کہ آدمؑ کے باغ مین سے پھر پوچھا کہ آدمؑ کا کیا حال ہے طاؤس نے
کہا بہت اچھی طرح ہین اور بڑے عیش مین ہین ہم اوس کے خادم ہین ابلیس نے کہا کہ تو مجھکو بھی
اونکے پاس تک لیجا سکتا ہے طاؤس نے پوچھا کہ تو کون ہے ابلیس نے کہا کہ مین ملائکہ کروبین
سے ہون مین آدمؑ سے ایک خیر خواہی اور نصیحت کی بات کہنا چاہتا ہون طاؤس نے کہا کہ رضوان
سے جاکر اجازت لے۔ وہ نصیحت سے ہرگز منع نہین کریگا۔ ابلیس نے کہا کہ مجھکو وہ نصیحت رضوان
وغیرہ پر ظاہر کرنا منظور نہین۔ طاؤس نے کہا نصیحت مین چھپانے کی کیا ضرورت ہے۔ ابلیس
نے کہا کہ ملائکہ کروبین جو بات کہتے ہین مخفی ہی کہا کرتے ہین اگر تو میرا کہنا مان لیگا تو مین تجھکو ایک
ایسی دعا سکھا دونگا کہ تو پھر کبھی بوڑہا نہین ہونیکا طاؤس نے جواب دیا کہ مین تجھکو اپنے ساتھ نہین
لیجا سکتا مگر مین تجھکو یہ راہ بتاتا ہون کہ سانپ کے پاس جا جب ابلیس سانپ کے پاس گیا اور
اوس سے یہ خواہش ظاہر کی کہ کسیطرح مجھکو جنت مین آدمؑ کے پاس لیچل اوس نے کہا کہ مین
کسطرح لیجا سکتا ہون اسلئے کہ رضوان جو جنت کا داروغہ ہے روکیگا تو ابلیس نے کہا کہ مین ہوا بنجاؤن
تو مجھکو اپنے دانتون کے درمیان مین جگہ دے چنانچہ اسی طرح سانپ نے شیطان کو اپنے موہنہ
مین داخل کر کے موہنہ بند کر لیا۔ اور جنت مین درخت گندم کے پاس ابلیس کو لیگیا۔ مولانا شاہ ص ۱۵
عبد العزیز صاحب دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تفسیر مین اس قصہ کو یون لکھا ہے کہ شیطان کی
تعلیم کے موافق اول طاؤس نے آدمؑ کے سامنے جاکر رقص شروع کیا اونکو یہ تماشا حد سے زیادہ

شیطان نے اس حکم کی اطاعت سے اور نکالدیا اون دونون کو اوس مقام سے جہان وہ دونو تھے

ف جب آدمؑ و حوّا کو یہہ مرتبہ ملا تو شیطان کو حسد پیدا ہوا اور چونکہ وہ اللہ کے عذاب سے قیامت تک مہلت پا چکا تھا اور آدمؑ کا دشمن ہنکر اونکی رہزنی پر کمر باندہ چکا تہا اسلئے اب اوسکو یہ فکر ہوئی کہ کسیطرح اون دونو کو جنت سے نکلوانا چاہیے سورہ طٰہٰ مین یہ بھی مذکور ہی کہ اللہ نے آدمؑ کو یہ خبر بھی دیدی تہی کہ اے آدمؑ شیطان تیرا اور تیری بی بی کا دشمن ہی کہین ایسا نہو کہ تم دونو کو جنت سے نکالدے ۔ لیکن آخرکار بھی امر واقع ہوا غرض شیطان جب اس فکر مین مصروف ہوا تو وہ اول ان دونو سے ملا ۔ اب یہ بات کہ کیونکر ان تک پہونچا قرآن مین مذکور نہین لہذا روایات اور اقوال مفسرین کیطرف رجوع کیا جاتا ہے ۔ بغوی نے روایت کی ہے کہ ابلیس نے یہ ارادہ کیا کہ جنت مین داخل ہوکر آدمؑ سے ملے ۔ جنت کے نگہبانون نے وہان جانے سے منع کیا تب وہ سانپ کے پاس آیا وہ پہلے سے ابلیس کا دوست تہا اور جنت کی بہت خوبصورت جانور وں مین اونٹ کے پانو کے مشابہ اوسکے چار پانو تھے ابلیس نے اوس سے یہ کہا کہ تو اپنے موہنہ کے اندر مجھکو بٹھالے سانپ راضی ہوگیا اور شیطان کو اپنے موہنہ مین داخل کرکے جنت مین لے گیا ۔ جنت کے نگہبانون کو اس معاملے کی خبر بھی نہوئی ۔ یہی روایت کی ہے ابن جریر نے ابن مسعودؓ اور ابن عباسؓ اور ابن ابوالعالیہ اور وہب بن منبہ سے مگر حسنؒ بصری کا یہ قول ہی کہ آدمؑ و حوّا کبھی سیر کرنے کو باہر بھی نکل آیا کرتے تھے وہان ابلیس اون سے ملا ۔ ایک قول یہ بھی ہی کہ وہ اوپر اوڑ کر گیا اور وہین سے اوس نے آدمؑ و حوّا سے گفتگو کی صحن جنت مین نہ اوترسکا ایک قول یہ ہے کہ جنت کے دروازہ پر کھڑا ہوکر اوس نے آدمؑ و حوّا کو پکارا اور وہین سے بات چیت کی ۔ زرقانی نے شرح مواہب اللدنیہ مین لکہا ہے کہ جلال الدین سیوطی کا یہہ قول ہے کہ ابن مسعود اور ابن عباس وغیرہم سے یہی ثابت ہوا ہے کہ وہ سانپ کے موہنہ مین داخل ہوگیا اور اسطور پر پہونچکر اوسنے آدمؑ و حوّا سے گفتگو کی اسکی سند ابن جریر نے اپنی تفسیر مین

پہر اہوا اون دونو نے ہرگز نہین سمجہا کہ وہ ابلیس ہے پہر ابلیس رویا اور اس قدر رویا کہ اون دونوکا
جی دکہہ گیا۔ یہ جہان مین سب سے پہلا نوحہ تہا اون دونو نے اوس سے پوچہا کہ تو کیون روتا ہے
اوس نے جواب دیا کہ تمہاری حالت پر روتا ہون تم دونو چند روز مین مرجاؤگے یہ سب نعمتین تمسے
چہوٹ جاوینگی یہ سنکر اون دونو کو بڑا صدمہ ہوا اور شیطان وہان سے چلدیا پہر ایک مرتبہ ادہر
کو آنکلا اور کہا اے آدم مین تجہکو ایسا درخت بتادون جس سے تجہکو ہمیشگی حاصل ہوجاے
آدم نے اس بات کے ماننے سے انکار کیا پہر ابلیس نے اون دونو کے سامنے قسم کہائی کہ مین
تمہارا سچا خیرخواہ ہون تب وہ دہوکا کہا گئے اور وہ یہ نجانتے تہے کہ کسیکو بہی جرات ہوگی کہ خدا کی
قسم جہوٹی کہاے۔ اول حوا نے اوس درخت کا پہل کہایا پہر آدم کو دیا اونہون نے بہی کہایا
علامہ زرقانی نے شرح مواہب مین اس قصہ کو یون نقل کیا ہے کہ ابلیس جب سانپ کے مونہہ
مین داخل ہوا تو اوس سے کہا کہ گیہون کے درخت کے پاس لیچل جنانچہ وہین پہونچا پہر اوس نے
سانپ کے مونہہ مین سے نفیری کی آواز نکالی۔ آدم وحوا اوس کے سننے کے لئے اوسطرف کو
بڑہے اور یہ سمجہے کہ سانپ گاتا ہے ابلیس نے کہا اور آگے بڑہو اونہون نے کہا کہ ہمکو اس درخت
کے پاس جانے کی ممانعت ہے یہ سنکر شیطان خوب رویا جس سے اون دونو نکا جی دکہہ گیا
بعضی روایتون مین ہے کہ دونو نے اور بعض مین ہے کہ صرف آدم نے پوچہا کہ کیون روتا ہے
اوس نے کہا کہ مین تمہاری حالت پر روتا ہون چند روز مین تم مرجاؤگے اور یہ نعمتین تم سے
چہوٹ جاوینگی۔ تب اون دونون نے پوچہا کہ مرنا کیا ہوتا ہے اوس نے کہا کہ روح اور جسم کی
قوت اور اعضا کی حرکت آنکہونکی بینائی کانونکی سماعت سب جاتی رہیگی۔ یہ سنکر اون دونونکو
بڑا صدمہ ہوا اوس نے کہا کہ مین تمکو ایک ایسا درخت بتاتا ہون جسکی وجہ سے تمکو کبہی موت
نہ آے اور وہ سلطنت ملے جو کبہی زائل نہو تم اوس درخت کا پہل کہاو اونہون نے کہا ہمکو

بند آیا اور نہایت شوق سے دونوں اوسکو دیکھنے لگے یہ فردوس بنتہ بنتہ دیوار جنت کیطرف چلا
یہ دونوں بھی تماشا دیکھتے ہوئے اوس کے ساتھ ہوئے آخر طاؤس دیوار پر چڑھ گیا اوسکا عجب
تماشا دیکھنے کے واسطے آدمؑ و حواؑ بھی دیوار پر چڑھ گئے اوس وقت ابلیس سانپ کے مونہہ مین بیٹھا
اور سانپ دیوار پر چڑھ گیا وہان ابلیس کو آدمؑ و حواؑ سے گفتگو کا موقع ملا۔ بعد ہم ان سب مختلف اقوال
اور روایات کے ذکر کرنے کے بعد یہ کہتے ہین کہ ان اقوال مین سب سے زیادہ قریب قیاس تو
حسن بصریؒ کا قول ہے کہ آدمؑ و حواؑ جنت سے باہر آتے اور وہان ابلیس ملتا لیکن اگر صحابہ کے
اقوال کیطرف رجوع کیا جائے تو ابن عباس اور ابن مسعود وغیرہ کی اسناد سے یہ ثابت ہے
کہ سانپ اپنے مونہہ مین داخل کرکے کسیطرح ابلیس کو جنت مین لیگیا واللہ اعلم بالصواب کرہم
بعض مفسرین کا قول یہ ہے کہ ابلیس جسطرح آدمیون کے دل مین وسوسہ ڈالتا ہے اسی طرح اوس نے
آدمؑ و حواؑ کے دل مین صرف وسوسہ ڈالا اور اسی سے اونکو بہکایا اور مقابل ہو کر اون سے
نہین ملا مگر یہ قول یقیناً غلط ہے اسلئے کہ قرآن سے بالتصریح ثابت ہوتا ہے کہ اوس سے بمشافہ
ملاقات اور بات چیت کی چنانچہ سورۂ اعراف مین جو یہ قصہ مذکور ہے اوس کا خلاصہ یہ ہے کہ ابلیس نے
اون دونون سے کہا کہ اللہ نے اس درخت سے تمکو صرف اسوجہ سے منع کیا ہے کہ تم اوسکا پھل
کھاؤ گے تو فرشتے بن جاؤ گے اور ہمیشہ اسی طرح جنت مین رہو گے اور اوس نے قسم کھائی کہ مین
تمھارا سچا خیرخواہ ہون۔ اور سورۂ طہٰ مین اسطرح مذکور ہے کہ ابلیس نے کہا کہ اے آدمؑ کیا مین بتاؤن
تجھکو ایسا درخت جسکی وجہ سے تجھکو زندگی حاصل ہو جائے اور ایسی سلطنت ملجائے جو کبھی زائل
نہو یہ مضمون جو قرآن سے ثابت ہوا یقینی و قطعی ہے اب اسکی تفصیل تفسیر مین اسطرح مذکور ہے
بغوی مین لکھا ہے کہ آدمؑ جب جنت مین داخل ہوئے اور وہان کی نعمتیں دیکھیں تو اونہون نے دیکھیں تو
یہ کہا کہ یہی حالت ہمیشہ رہے تو بہت اچھا ہو۔ ابلیس نے اون کے اس خیال کو غنیمت سمجھا
اور اسی کو اونکے بہکانے کا مادہ ٹھیرایا یعنی جب شیطان جنت مین داخل ہو گیا تو آدمؑ و حواؑ کے پاس

جنت سے نیچے اوتار دیے گئے۔ جنت کی نعمتین وہ دونو بغیر وقت کے کہایا کرتے تھے
زمین پر اونکو اول لوہاری کا کام سکہایا گیا پہر لوہے سے زمین کہودنے پہر اناج بونے پہر پانی
دینے کا حکم ہوا جب وہ تیار ہوا اوسوقت کاٹین گہائین پیسین آٹا گوندہین روٹی پکائین
تب کہائین۔ بغوی نے لکہا ہے کہ سعید بن جبیر نے ابن عباسؓ سے یہ روایت کی ہے کہ جب آدمؑ نے
اوس درخت کا پہل کہالیا تو اللہ نے آدمؑ سے پوچہا کہ تو نے یہ حرکت کس وجہ سے کی آدمؑ نے
کہا کہ اے اللہ حوّا نے ترغیب دی تو اللہ نے فرمایا کہ ہمنے اوسکو یہ سزا دی کہ حمل مین بہی تکلیف ہو
اور بچہ پیدا ہونے مین بہی تکلیف ہو اور ہمہینے مین دوبار حیض کا خون آوے یہ سنکر حوّا رونے لگین تو
حکم ہوا کہ تیرے لیے بہی رونا اور تیری بیٹیون کے لیے بہی رونا۔ جب آدمؑ حوّا نے اوس درخت
کا پہل کہالیا تو جنت کا لباس اونکے بدن سے اوتر گیا اور ستر کہل گیا اور جنت سے نکالدیے گئے
زرقانی نے شرح مواہب اللدنیہ مین لکہا ہے کہ اوس دانے کا مزا آدمؑ کے حلق تک نہ پہونچا تہا
کہ مرصع تاج جو اونکے سر پر تہا وہ اوڑ گیا اور اوسمین سے یہ آواز آتی تہی کہ اے آدمؑ بہت بڑی
ہوگی حسرت تیری اور تخت جو اون دونو کے نیچے تہا وہ بہی نکلگیا اور اوسمین سے یہ آواز آتی
کہ مجہکو حیا آتی ہے کہ مین سرکش اور نافرمان بندے کا سر ہوون اور جو زیور جنت کا وہ پہنے
ہوئے تہے اسی طرح وہ بہی نکل پڑا اور اونکا لباس سات سو حلّے جنت کے تہے وہ بہی
سب اوتر گئے۔ لباس کا اوتر جانا قرآن مین بہی دوسری جگہ مذکور ہے۔ چنانچہ سورہ اعراف مین
ہے کہ جب اونہون نے وہ پہل چکہا تو اون دونو کا ستر کہل گیا اور اوسکو جنت کے پتون سے ڈہکنے لگے
اور اللہ نے کہا کہ کیا مین نے تمکو اس درخت سے منع نہین کیا تہا اور یہ نہین بتادیا تہا کہ شیطان
تمہارا کہلا ہوا دشمن ہے۔ اور سورہ طٰہٰ مین ہے کہ نافرمانی کی آدمؑ نے اللہ کی اور بہک گیا وہ۔
وَقُلْنَا اهْبِطُوا بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ ج اور کہدیا ہمنے سیا ترجاؤ

اوس سے ممانعت ہے اوس نے کہا کہ خدا نے اس لئے منع کیا ہے کہ اگر تم کہاؤ گے تو ہمیشگی
حاصل ہو جاوے گی اور اوس نے قسم کھائی کہ مین تمہارا خیر خواہ ہون - سب سے پہلے جہوٹی قسم
شیطان نے ہی کھائی ہے اور سب سے پہلے حسد بھی اوسی نے کیا - قسم کے بعد اوس نے
کہا جو پہلے کہائیگا اوس پر اثر زیادہ ہوگا - یہ سنکر پہلے حوا نے ایک دانہ کہایا پہر حوا نے آدم کو
بھی ترغیب دی - اور تین دانے وہ لائین اور آدم سے کہا کہ ایک دانہ مین نے کہا لیا مجہے
کچھ نقصان نہین ہوا اور بڑے مزے کا تھا حوا کے کہا لینے کے بعد حضرت آدم نے سو برس
تک اوس کے کہانے مین تامل کیا پہر وہ دانے حوا سے لیکر ایک دانہ منہہ مین ڈال لیا - مولوی
شاہ عبد العزیز صاحب رح نے اپنی تفسیر مین اتنی بات اور بھی زیادہ لکھی ہے کہ جب شیطان نے
اون دونو کو موت سے ڈرایا تو اونہون نے پوچھا کہ موت کیا ہوتی ہے تب وہ مردہ جانور کی صورت
بنکر زمین پر گر پڑا اور جان کنی کی کیفیت بنا کر دکھائی اور اوسی طرح ہاتھ پانون مارنے شروع کئے جیسے
دم نکلتے وقت حالت ہوتی ہے یہ حالت دیکھکر آدم و حوا ہیبت زدہ ہو گئے - پہر اوس نے یہی تدبیر بتائی کہ
اوس درخت مین سے کہاؤ - بغوی نے لکھا ہے کہ سعید بن المسیب اللہ کی قسم کہا کر کہتے ہین کہ
آدم نے اپنے ہوش مین اوس درخت کا پہل نہین کہایا بلکہ حوا نے اونکو شراب پلائی اور نشہ
کی حالت مین آدم نے اوسکو کہا لیا مگر اس قول مین یہ کلام ہے کہ جنت کی شراب مین نشہ نہین
ہوتا ابراہیم بن ادہم کا قول ہے کہ اس کہا لینے نے ہمکو بڑے رنج مین ڈالدیا - بغوی نے ابن
عباس اور قتادہ سے یہ روایت کی ہے کہ اللہ نے آدم سے پوچھا کہ یہ جنت کی ساری نعمتین کیا
تجھکو کافی نہ تہین جو اس درخت کا پہل تو نے کہایا - آدم نے کہا کہ بیشک اے اللہ وہ نعمتین
بہت تہین مگر مجھکو یہ گمان نہ تہا کہ تیری قسم کوئی جہوٹی کہاوے گا - اللہ نے کہا کہ قسم ہے
مجھکو اپنی عزت کی کہ اتار دونگا تجھکو زمین پر اور تجھکو معاش بغیر محنت کے نہ ملے گی پہر وہ

۱۵۹

اوٹہایا۔ بیہقی نے شعب الایمان مین بریدہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا کہ اگر آدمؑ کے آنسو تمام اولاد آدمؑ کے آنسوؤنکے ساتھ تولے جاوین تو آدمؑ کے آنسو زیادہ
نکلین گے۔ غرض حضرت آدمؑ کی ندامت اور گریہ وزاری حد سے زیادہ گذر گئی تھی۔
فَتَلَقّٰٓی اٰدَمُ مِنْ رَّبِّهٖ كَلِمٰتٍ پھر سیکھ لئے آدمؑ نے اپنے رب کیطرف سے کچھ کلمے
ف بخاری نے ابو العالیہ سے روایت کی ہے کہ وہ کلمات یہ ہین رَبَّنَا ظَلَمْنَآ اَنْفُسَنَا وَاِنْ لَّمْ
تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ۝ **فَتَابَ عَلَيْهِ** پھر رجوع کیا اللہ نے
اوسپر **ف** یعنی آدمؑ کی توبہ قبول کرلی **اِنَّهٗ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ** بیشک
وہی توبہ قبول کرنیوالا ہے اور رحیم ہے **ف** حضرت آدمؑ کو ایک گناہ کی ندامت مین سیکڑون برس
گریہ وزاری کرنا پڑی تب اونکی توبہ قبول ہوئی پس ہر شخص کو اپنی حالت پر غور کرنا چاہئے اور بہت
ڈرنا چاہیے کہ رات دن کتنی نافرمانیون مین مبتلا ہے اور گناہونکی ایسی عادت ہوگئی ہے کہ اوسکے
بعد ندامت بھی اللہ کے خاص ہی خاص بندونکو حاصل ہوتی ہے آدمؑ کے اس تمام قصے پر غور
کرنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اللہ نے جب انسان کو پیدا کیا تو سب سے اول اس امر کو ظاہر
کردیا کہ بندے گنہگار ہین اور ہم غفور الرحیم ہین اور یہ بھی بتادیا کہ گناہ بخشوانے کی تدبیر یہ ہے
کہ نادم اور شرمندہ ہوکر ہمارے سامنے عاجزی کرو اور اپنے گناہونکی مغفرت طلب کرو۔
سورہ زمر مین اللہ کا ارشاد یون ہے کہ اے میرے ایسے بندو جنہون نے اپنے نفس پر ظلم کیا ہے اللہ کی
رحمت سے مایوس نہو جاؤ اللہ سب گناہ بخشدیتا ہے وہ بڑا غفور الرحیم ہے اور عذاب آنے سے پہلے
اللہ کیطرف رجوع ہوجاؤ۔ مسلم نے انسؓ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا ہے کہ اگر ایک مسافر کی سواری کا اونٹ جنگل مین بہاگ جاوے اور اوس مسافر کا تمام سامان
اور پانی اور توشہ جو اوس اونٹ پر تہا وہ سب گم ہوجاوے اور وہ اپنی سواری اور سامان کے

بعض تمہارے دشمن بنے ہوئے ہون بعض کے **ف** تفسیر جلالین کی عبارت سے ظاہر ہوتا ہے
کہ یہ حکم فقط آدم اور حوا کے لئے تہا اور جمع کا صیغہ اسواسطے لایا کہ اون دونو کا وجود اونکی اولاد کو
بھی شامل تھا اور اسی کو بیضاوی نے بھی ترجیح دی ہے اور دلیل اونکی یہ ہے کہ سورۂ
طٰہٰ مین اللہ نے اہبطا کہا ہے یعنی گرجاؤ تم دونو۔ امام فخر الدین رازی نے تفسیر کبیر مین
لکھا ہے کہ مراد آدم اور حوا اور ابلیس ہین اور انھون نے یہ بھی لکھا ہے کہ اکثر مفسرین کا قول یہی ہے
صاحب تفسیر بغوی نے لکھا ہے کہ مراد آدم اور حوا اور ابلیس اور سانپ ہین چنانچہ آدم سراندیپ
مین گرے اور حوا جدہ مین اور ابلیس ایلہ مین اور سانپ اصفہان مین۔ اور یہ جو فرمایا اللہ نے
کہ بعض تمہارے دشمن بنے ہوئے ہون بعض کے مفسرین لکھتے ہین کہ اس سے مراد وہ دشمنی ہے
جو ہمیشہ بنی آدم آپسمین لڑتے رہتے ہین اور اگر ابلیس بھی اس حکم مین شامل ہو تو اوس کی
عداوت جو وسوسہ ڈالنے اور بہکانے کی ہے وہ بھی مراد ہوگی۔ اور اگر سانپ بھی شامل ہو تو
اوسکی اور بنی آدم کی دشمنی بھی ظاہر ہے وہ بھی انسان کو کاٹ کہاتا ہے اور انسان بھی اوسکو
مار ڈالتا ہے۔ **وَلَكُمْ فِي الْأَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَمَتَاعٌ إِلَىٰ حِينٍ ۝**
اور تمہارے لئے زمین مین ٹہرنا ہے اور کمائی ہے ایک وقت تک **ف** وقت سے
مراد یا تو موت ہے یا قیامت سورہ اعراف مین اتنا مضمون اور زیادہ بھی مذکور ہے کہ اللہ نے کہا
کہ اسی مین زندہ ہوگے تم اور اسی مین مروگے تم اور اسی مین سے نکالے جاؤگے تم **ف** بغوی نے
ابن عباس کا یہ قول نقل کیا ہے کہ جب آدم و حوا سے جنت کی نعمتین چھوٹ گئین تو چالیس روز
تک اونہون نے نہ کچھ کھایا نہ پیا اور دو سو برس تک برابر روتے رہے اور سو برس تک آدم
و حوا مین جدائی رہی اور نیز بغوی نے لکھا ہے کہ شہر بن حوشب نے کہا ہے کہ مجھکو یہ خبر
پہونچی ہے کہ آدم جب زمین پر گرے تو تین سو برس تک شرم کے مارے اپنا سر اوپر نہ

[حاشیہ] شہر بن حوشب ... اشعری شامی تابعی ... مین صدوق ہین ... وہم ... جس کی ... کیا ہے ... طبقۂ تابعین مین شامل ہین ... ۱۱۲ھ مین ... انتقال ہوا ۱۲

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ مومن جب گناہ کرتا ہے تو ایک سیاہ نقطہ اوسکے
دل میں پیدا ہوجاتا ہے پھر جب وہ توبہ کرلیتا ہے اور اللہ سے مغفرت طلب کرتا ہے تو دل اوسکا
صاف ہوجاتا ہے اور اگر گناہ بڑہتے رہتے ہیں تو وہ سیاہی بڑہتی رہتی ہے یہانتک کہ تمام دلپر
سیاہی چڑہ جاتی ہے پس یہی ہے وہ زنگ جسکا قرآن میں اللہ نے ذکر کیا ہے کہ اون کے اعمال اونکے
دلپر زنگ ہوگئے ہیں۔ ترمذی اور ابن ماجہ نے ابن عمر سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم نے فرمایا ہے کہ اللہ اوسوقت تک توبہ قبول کرتا ہے جبتک حالت غرغرہ کی نہیں پہونچتی
غرغرہ کا وقت وہ ہے جب مرتے وقت آدمی کی جان حلق میں آجاتی ہے۔ اور گلے سے غرغر آواز
نکلتی ہے۔ بعض علما کا قول یہ ہے کہ گناہونکی توبہ اوس حالت مین بھی قبول ہوجاتی ہے مگر کفر
کی توبہ اوس حالت مین قبول نہیں ہوتی۔ امام احمد نے ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت
کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ شیطان نے کہا کہ ای اللہ قسم ہے تیری ١٧١
عزت کی میں ہمیشہ تیرے بندونکو بہکایا کرونگا جب تک اونکے بدن مین جان رہے گی اللہ نے
فرمایا کہ مجھکو اپنی عزت اور جلال اور بلند مرتبہ کی قسم ہے کہ مین اونکے گناہ بخشا کرونگا جب تک کہ وہ
مجھسے مغفرت طلب کیا کرینگے۔ اور سورہ حجرات میں اللہ نے فرمایا ہے کہ جو توبہ نہیں کرتے وہی
ظالم ہیں پس کیا اچھی بات ہو کہ ہم سب کو یکایک اپنے گناہونپر ندامت ہو اور فوراً ہم اللہ کیطرف
رجوع ہوجاتیں کہیں ایسا نہو کہ اسی حالت موجودہ مین وقت غرغرہ آپہونچے بخاری نے عبد اللہ
بن مسعود رضی اللہ عنہ کا قول نقل کیا ہے کہ مومن اپنے گناہونکو یون سمجھتا ہے کہ گویا وہ ایک پہاڑ
کے نیچے بیٹھا ہے اور پہاڑ اوسکے اوپر گرا پڑتا ہے اور فاجر یون سمجھتا ہے کہ گویا ایک مکھی اوسکی
ناک پر گذرگئی اور اوسنے ہاتھ کے اشارے سے اوسکو ہٹا دیا۔ پس ہر شخص اپنی حالت پر غور کرسکتا
ہے کہ اوسکی ان دونو حالتون میں سے کونسی حالت ہے۔ اگر غور کیا جائے تو شیطان اور آدم

سامان سے مایوس ہوکر ایک درخت کے سایہ مین آپڑے اسی حالت مین یکایک اوسکا اونٹ
مع سامان کے پہر اوس کے سامنے آکھڑا ہو اور اوسکی مہار تھام کے ایسا خوش ہوا کہ خوشی سے
بہکنے لگے اور فرط خوشی کی مستی مین اوسکی زبان سے یون نکلے کہ لے اللہ تو میرا بندہ ہے
اور مین تیرا رب ہون ایسے شخص کی اس حالت مین جیسے خوشی ہو اس سے زیادہ اللہ کو خوشی اوسوقت
ہوتی ہے جب کوئی اوسکا بندہ اوسکی طرف توبہ کرتا ہو صحیحین مین ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ
رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ بندے نے گناہ کیا پہر کہا کہ اے رب مجھسے گناہ ہوگیا
تو معاف کر تو اللہ کہتا ہے کہ میرا بندہ جانتا ہے کہ اوسکا رب گناہونکے بخشنے اور سزا دینے دونو
صفتون سے موصوف ہے مینے اوسکا گناہ بخشدیا پہر وہ بندہ کچھ دنون ٹھہرا پہر گناہ مین
مبتلا ہوا پہر اوسنے کہا کہ اے رب مجھسے گناہ ہوگیا تو معاف کردے تو اللہ کہتا ہے کہ بندہ جانتا ہے
کہ اوسکا رب گناہونکو بخش بھی سکتا ہے اور اوسپر گرفت بھی کر سکتا ہے مین نے اپنے بندے کا
گناہ معاف کردے۔ پہر تیسری بار بندے سے گناہ ہوتا ہے اور وہ پہر توبہ کرتا ہے تو اللہ کہتا ہے
کہ معاف کرونگا مین اپنے بندے کے لئے کیسے ہی گناہ کرے۔ امام احمد اور ابوداود اور ابن ماجہ
نے ابوذر سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو شخص اپنے گناہونکی
مغفرت طلب کرنے کو لازم کرلے (یعنی اللہ سے اپنے گناہونکی مغفرت کی دعا صدق دل
سے مانگا کرے اور آیندہ گناہ نکرنے کا عزم کرلے) اللہ اوسکو ہر تنگی سے نکالدیتا ہے اور اوسکے رنج
کو کہولدیتا ہے اور ایسی جگہ سے رزق دیتا ہے جہان سے اوسکو گمان بھی نہتہا۔ ترمذی اور ابوداود نے
ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو شخص
اپنے گناہونپر مغفرت طلب کرلیتا ہے تو وہ اگرچہ ایک دن مین ستر بار گناہ کرے تب بھی گناہ پر
اصرار کرنیوالا نہین سمجہا جاتا۔ امام احمد اور ترمذی اور ابن ماجہ نے ابوہریرہؓ سے روایت کی ہے کہ

جبوقت وسوسہ ڈالا تہا اوسوقت تو وہ حکم اونکو یاد تہا اور اگرچہ طبیعت اوسطرف راغب ہوئی مگر
باطاعت امر الہی اوس سے پرہیز کیا مگر ایک مدت کے بعد اونکو سہو ہوگیا اور بہولکر اوس کو کہا گئے
چوتھا قول یہ ہے کہ اونکی رای مین خطا ہوئی یعنی سمجھہ مین فرق پڑا اللہ نے بالتخصیص ایک درخت
خاص سے منع کیا تہا اور مراد یہ تہی کہ اس میوے کے جتنے درخت ہین اونکا پہل نہ کہائیو آدمؑ
یہ سمجھے کہ خاص اسی درخت کا پہل منع ہے اور اسی میوے کے جو اور درخت ہین اونکا پہل
منع نہین اسلئے اونہون نے اوس میوے کے اور درخت کا پہل کہالیا ۔ مولانا شاہ عبد العزیز
رحمۃ اللہ علیہ کی راے یہ ہے کہ منصب نبوت اونکو وقت ولادت سے حاصل تہا وہ یہ سمجہے
تہے کہ اس درخت سے مجہکو صرف اس لیے منع کیا گیا ہے کہ میرے واسطے خلافت زمین کی تجویز
کی گئی ہے اور اگر مین اس درخت کا پہل کہا لونگا تو مجہکو خلافت زمین سے بڑہکر کوئی اور مرتبہ
مل جاے گا اسیوجہہ سے اوس پہل کے کہا لینے کی اونہون نے جرات کی مگر جب لباس اور زیور
اونکے بدن سے اُترنے لگا اوسوقت سمجہے کہ غلط فہمی تہی اور یہ امر اللہ کی ناراضی کا باعث ہوا
بہرحال سب مفسرین یہ کہتے ہین کہ یہ گناہ یا ترک اولے یا صغیرہ تہا مگر بہت سے عتاب کیوجہہ
یہ ہوئی کہ انبیاء و مقربین پر تہوڑی سی لغزش پر بہی زیادہ عتاب ہوتا ہے سے نزدیکانرا
بیش بود حیرانی ۔ مسلم نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ حضرت آدمؑ اور حضرت موسےؑ مین باہم مباحثہ ہوا اور اوس بحث مین
حضرت آدمؑ غالب ہے موسےؑ نے آدمؑ سے پوچہا تہا کہ تم وہ آدمؑ ہو کہ تمکو اللہ نے اپنے ہاتہہ
سے پیدا کیا اور تم مین اپنی روح پہونکی اور ملائکہ کو تمہارے سجدہ کا حکم کیا اور تمکو جنت رہنے کو
دی پہر تم نے اپنے گناہ کیوجہ سے سارے آدمیونکو جنت سے نکلوا کر زمین پر گرایا آدمؑ نے
جواب مین آدمؑ نے کہا کہ اے موسےؑ تم وہی ہو کہ تمکو اللہ نے اپنی رسالت اور کلام سے بزرگی دی

کی حالت مین فقط دوباتون کا فرق ہے اول یہ کہ شیطان کو گناہ پر ندامت نہوئی بلکہ ضد بڑہی اور اسیوجہ سے آئندہ اوراوسنے نافرمانی اور سرکشی پر کمر باندہی اور آدم کو اپنی خطا پر سخت ندامت ہوئی سیکڑون برس روتے رہے اور اللہ سے مغفرت طلب کرتے رہے آخر اللہ نے توبہ قبول کرلی۔ بخاری نے شداد بن اوس سے روایت کی ہو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ سید الاستغفار یعنی استغفار کی دعاؤن مین افضل یہ ہو کہ انسان یون کہے

اَللّٰهُمَّ اَنْتَ رَبِّي لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ خَلَقْتَنِي وَاَنَا عَبْدُكَ وَاَنَا عَلٰى عَهْدِكَ وَوَعْدِكَ مَا اسْتَطَعْتُ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ شَرِّ مَا صَنَعْتُ اَبُوْءُ لَكَ بِنِعْمَتِكَ عَلَيَّ وَاَبُوْءُ بِذَنْبِي فَاغْفِرْ لِي اِنَّهُ لَا يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اَنْتَ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص ان کلمات کو دن مین کہے اور سچے دل سے اونپر یقین رکھتا ہو اور اوسی دن شام سے پہلے مرجاوے تو وہ اہل جنت مین سے ہے اور جو رات مین پڑہے اور سچے دل سے اونپر یقین رکھتا ہو اور وہ صبح سے پہلے مرجاوے تو وہ اہل جنت مین سے ہے۔ یہ جو سچے دل سے یقین رکھنے کی قید حدیث مین مذکور ہے اس سے یہ بھی ظاہر ہوگیا کہ صرف الفاظ کا پڑہنا کافی نہین بلکہ جو زبان سے کہتا ہے اوسکا مطلب بھی سمجھتا ہو اور جو کچھ زبان پر ہو وہ دل مین بھی ہو **ف** اگرچہ ذکر آدم کی توبہ قبول کرنیکا ہے مگر مراد حوا بھی ہین اسلیے کہ دونو کا ایک ہی حال تہا قرآن مین اکثر جگہ مردون کے ذکر پر اکتفا کیا ہے اور اوسی مین عورتین بھی شامل سمجھی جاتی ہین۔ **ف** اسباب مین علما کا اختلاف ہے کہ حضرت آدم سے یہ خطا ہوئی اوسوقت وہ نبی تہے یا نہتے اور اونکی اس خطا کی مفسرین نے بہت سی تاویلین کین ہین چنانچہ ہم بطریق اجمال بعض کو نقل کرتے ہین ایک قول یہ ہے کہ یہ خطا قبل نبوت ہوئی تہی۔ دوسرا قول یہ ہے کہ یہ نہی تنزیہی تہی۔ اور مراد یہ تہی کہ اولے یہ ہے کہ اس درخت کا پہل نہ کہاوین پس ادن سے ترک اولے واقع ہوا۔ تیسرا قول یہ ہے کہ شیطان نے

۱۶۲

ف حضرت آدم و حوا کا گناہ کرنیکی ذہنی تھا...

اے اللہ تو میرا رب ہے کوئی معبود نہیں مگر تو تو نے مجھ کو پیدا کیا اور میں تیرا بندہ ہوں اور میں تیرے عہد اور وعدہ پر قائم ہوں جہاں تک مجھ سے ہوسکے میں تیری پناہ مانگتا ہوں اپنے اعمال کی برائی سے۔ اقرار کرتا ہوں تیری نعمتوں کا جو مجھ پر ہیں اور اقرار کرتا ہوں اپنے گناہوں کا تو مجھ کو بخش دے بیشک نہیں بخش سکتا گناہوں کو کوئی مگر تو۔

تو اونکو یہ خیال ہوا ہوگا کہ جب اللہ نے ہماری توبہ قبول کرلی تو پھر ہمکو جنت ملنا چاہیے مگر حکمت
الہی کا مقتضا یہ تہا کہ وہ زمین پر بہی رہیں اسلئے اوسی پہلے حکم کو دوبارہ سنا دیا اور اوس کے ساتہہ یہ
بہی بتا دیا کہ اگرچہ پہلا گناہ تو معاف ہوگیا مگر آیندہ تم میں سے اور تمہاری اولاد میں سے جو ہماری
ہدایت کو مانیگا اوس کو کچہہ رنج و غم نہوگا اور جو نہ مانیگا وہ آگ میں جلیگا پس زمین کی خلافت
جو آدمؑ کے لئے تجویز ہوئی تہی وہ اب اونکو دیدیگئی - توبہ کے قبول کرنے کے ساتہہ ہی جو
اللہ نے فوراً آدمؑ و حواؑ کو جنت میں نہیں بہیجدیا اور چند روز اور زمین پر رہنے کا حکم دیا اس میں بڑی
مصلحت یہ تہی کہ خلافت زمین کا منصب بہی اونکو حاصل ہوجاے اور اب جو وہ جنت میں
جاوینگے تو نے انتہا اونکی اولاد بہی اونکے ساتہہ ہوا اور اب وہاں کسی چیز کے کہانے پینے کی ممانعت
نہو اور ہمیشہ کے واسطے مع اپنی اولاد کے جنت میں رہیں اور جو مادہ نافرمان اولاد کا اونکے
خمیر میں ہے وہ اون سے نہیں جدا ہوجاے ف اس قصہ سے یہ معلوم ہوگیا کہ جنت کو
اللہ آدمؑ کے زمین پر اوترنے سے پہلے پیدا کرچکا تہا - اور یہ بہی معلوم ہوگیا کہ کفار دوزخ کی
آگ میں ہمیشہ جلینگے کبہی اونکو نجات نہ ہوگی - ف ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے ابن عباسؓ
سے اور ابن عساکر نے سلمانؓ فارسی سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا ہے کہ حضرت آدمؑ جنت سے اوتارے گئے تو زمین ہند میں اوترے اور اون کے
ساتہہ کچہہ کہیتی کرنے اور کچہہ آہنگری کے آلات تہے حاکم اور بیہقی نے ابن عباسؓ سے روایت کی ہے
کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا ہے کہ ہند کی زمین میں جو خوشبوئیں زیادہ پیدا ہوتی ہیں
اوسکی وجہہ یہ ہے کہ جب حضرت آدمؑ زمین پر گرے تو بہشت کے درختوں کے پتے اون کے
بدن پر لپٹے ہوئے تہے وہ پتے ہوا سے چاروں طرف اوڑتے پہرتے تہے جس درخت کو
اون میں سے کوئی پتا چہو گیا وہی خوشبو کا درخت ہوگیا - ابن ابی حاتم نے ابن عباسؓ سے

اور توریت کی تختیاں عنایت کین جسمین ہر چیز کی تفصیل مذکور تھی تمکو معلوم ہے کہ توریت میری
پیدائش سے کتنے پہلے اللہ نے لکھی تھی حضرت موسے نے کہا کہ تمہارے پیدا ہونے سے
چالیس برس پہلے توریت لکھی گئی تھی پھر آدم نے پوچھا کہ کیا توریت مین یہ نہین لکھا کہ آدم نے
نافرمانی کی اور وہ گمراہ ہو گیا موسے نے کہا کہ ہان بیشک ہے تب آدم نے کہا کہ تم مجھے ایسے
فعل پر ملامت کرتے ہو کہ جسکو میرے پیدا کرنے سے چالیس برس پہلے اللہ نے لکھدیا تھا
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ بس حجت مین غالب ہو گئے آدم موسے پر محققین نے
لکھا ہے کہ یہ بحث عالم روحانی کی ہے مگر اس عالم اسباب مین یہ عذر حضرت آدم کا مقبول نہین
ہوسکتا ہے اسی لئے یہان انکو بھی کہنا پڑا کہ ربنا ظلمنا انفسنا قُلْنَا اهْبِطُوا مِنْهَا
جَمِيعًا فَإِمَّا يَأْتِيَنَّكُم مِّنِّي هُدًى فَمَن تَبِعَ هُدَايَ
فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ؕ کہا ہمنے کہ جاؤ جنت سے
سب پس اگر آوے گی تمکو میری طرف سے ہدایت تو جو مانے میری ہدایت کو پس نہین ہی
خوف اونپر اور نہ وہ رنج پاوین گے ۔ وَالَّذِينَ كَفَرُوا وَكَذَّبُوا بِآيَاتِنَا
أُولَٰئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ ۖ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ ؕ اور جنہون نے کفر کیا
اور ہماری آیتونکو جھٹلایا وہ آگ مین رہنے والے ہین ہمیشہ اوسی مین رہین گے ف جنت سے
گرنے کا ذکر پہلے ہو چکا تھا تاکیداً اب اوسکو اللہ نے مکرر فرمایا در حقیقت یہ اوسی پہلے حکم کا بیان
اور تاکید ہے ۔ تفاسیر مین ایک قول یہ بھی لکھا ہوتا ہے کہ پہلے جنت سے آسمان دنیا کی طرف
گرنے کا ذکر ہوا تھا اور اب آسمان دنیا سے زمین پر گرنے کا بیان ہوا مگر اس قول کو سب نے
ضعیف کہا ہے ۔ امام فخر الدین رازی نے ایک تیسری تاویل یہ کی ہے کہ اول جب آدم و حوا
سے گناہ ہوا تو اللہ نے جنت سے اوتر جانے کا حکم دیا اوس کے بعد اونکی توبہ قبول ہوگئی

۱۶۲

انگلیون مین پنجہ ڈالے ہوئے اور اون دونو ہاتہونکو اپنی تہیگاہ یعنی کوکہہ پر رکہے ہوئے تہا مونہہ آسمان کیطرف اوٹہائے ہوئے تہا ابن ابی شیبہ نے اپنے مصنف مین حمید بن ہلال سے روایت کی ہے کہ نماز مین تہیگاہ پر ہاتہہ رکہنا اسی وجہ سے مکروہ ہے کہ ابلیس زمین پر اوسوقت اسی ہیئت سے اترا تہا۔ ابن ابی الدنیا اور ابن منذر نے جابر بن عبد اللہ سے اور طبرانی نے عبد اللہ بن عمر سے روایت کی ہے کہ حضرت آدمؑ نے زمین پر اوترکر یہ کہا کہ الہی اللہ مجہہ مین اور شیطان مین عداوت قایم ہوگئی اب اگر تو میری مدد نکریگا تو مین اوسپر کیسے غالب ہونگا تو اللہ نے فرمایا کہ تیری اولاد مین جو بچہ پیدا ہوگا اوسکی محافظت کے واسطے اوسکے ساتہہ ایک فرشتہ بہی پیدا ہوگا حضرت آدمؑ نے کہا کہ اے اللہ کچہہ اور زیادتی کر اللہ نے فرمایا کہ ایک بدی کی جزا ایک بدی ہوگی اور ایک نیکی کی عوض دس نیکیان ملین گی حضرت آدمؑ نے کہا کہ الٰہی اللہ کچہہ اور زیادتی کر اللہ نے فرمایا کہ جب تک روح جسم مین رہیگی توبہ کا دروازہ کہلا ہوا ہوگا پہر ابلیس نے کہا کہ اے اللہ آدمؑ کے ساتہہ میری عداوت قایم ہوگئی اگر تو میری مدد نکریگا تو مین اوسپر کیسے غالب ہونگا حکم ہوا کہ جب آدمؑ کی اولاد مین کوئی بچہ پیدا ہوگا تیری ذریت مین سے بہی ایک شیطان اوسکو بہکانے کے لیے پیدا ہوگا پہر اوس نے کہا الٰہی اللہ کچہہ اور زیادتی کر حکم ہوا کہ تو خون کیطرح اونکی رگ رگ مین چلتا پہریگا اور اونکے سینون مین گہر بنا ئیگا پہر ابلیس نے کہا کہ اے اللہ کچہہ اور زیادتی کر حکم ہوا کہ اپنی فوج کے سوارون اور پیادونکو لیکر اونپر حملہ کر اور اونکی مال اور اولاد مین شریک ہو۔ امام احمد اور بیہقی نے سلمان فارسی سے اور ابن عساکر نے حسن بصری سے روایت کی ہے کہ اللہ نے آدمؑ سے کہا کہ چار باتون کو یاد رکہہ اور اپنی اولاد کو بہی وصیت کر اون مین کی پہلی بات تو ہمارا حق ہے جو تیرے ذمہ ہے وہ یہ ہے کہ ہماری عبادت کر اور ہمارے ساتہہ کسی کو شریک نکر۔ دوسری بات

روایت کی ہو کہ آدمؑ جب زمین پر اوترے تو تیس قسم کے میوے جنت کے اون کو ساتھہ تھے بعضے معہ پوست اور مغز کے کہائے جاتے تھے بعض کا مغز کہایا جاتا تھا پوست پہینکدیا جاتا تھا بعض کا پوست کہایا جاتا تھا اور مغز پہینکدیا جاتا تھا - ابن ابی حاتم نے سدی سے روایت کی ہے کہ جب حضرت آدمؑ بہشت سے زمین پر آئے تو طرح طرح کے تخم اونکو ساتھہ تھی مگر چونکہ حضرت آدمؑ اپنے ہی رنج مین مبتلا تھے اسلئے ابلیس نے موقع پاکر اون تخمو پر ہاتھہ ڈالا جس جس تخم پر اوسکا ہاتھہ پہونچ گیا وہی بے منفعت ہوگیا جو اوس کے ہاتھہ لگنے سے بچ رہا اوسکا فائدہ ابتک باقی ہو - ابن ابی الدنیا نے حضرت علیؓ سے روایت کی ہے کہ حضرت آدمؑ کو بہشت مین بول و براز کی حاجت کبہی نہین ہوتی تھی زمین مین سب سے پہلے اونہون نے یہی کا پہل کہایا اوسکے بعد یکایک پاخانے کی حاجت پیدا ہوئی نہایت حیران ہوکر ادہر اودہر دوڑنے لگے اس حاجت کے دفع کرنے کی تدبیر اونکو معلوم نہتی حضرت جبرئیلؑ نے آکر قضاے حاجت کا طریقہ اونکو سکہایا جب اونہون نے پاخانے کی بدبو سونگہی بہت روئے اور ستر روز تک روتے رہے ابن[عہ] عساکر نے روایت کی ہو کہ رسولؐ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اول اللہ نے زمین مین چاندی سونا پیدا نہین کیا تہا جب آدمؑ و حواؑ زمین پر اوترے تو اون کے ساتھہ چاندی سونا بھی اوترا اور اوس کے چشمے زمین مین جاری ہوگئے تاکہ اونکی اولاد اون سے فائدہ اوٹھاوے دیلمی نے مسند[عہ] الفردوس مین حضرت انسؓ سے روایت کی ہو کہ سب سے پہلے کپڑا بننے کا کام حضرت آدمؑ نے کیا ہے اور حاکم نے ابن عباسؓ سے روایت کی ہے کہ حضرت آدمؑ کہیتی بھی کیا کرتے تھے - ابن ابی حاتم نے روایت کی ہے کہ حضرت آدمؑ جب بہشت سے اوتار کر زمین پر بہیجے گئے تو دو لوٹا تہہ لونگی دو لوٹا نون پر تہے اور سر دو لوٹا نون کے درمیان مین جہکا لیا تہا شرمسار ونکی صورت بنائے ہوئے تہے - اور ابلیس جب زمین پر اوترا تو دو لوٹا تہونکی

۱۳۳

پھر اسیطرح ایک حمل مین لڑکا دوسرے حمل مین لڑکی پیدا ہوتی تہی اور اونکا باہم نکاح ہوتا۔
وہب بن منبہ کا قول ہے کہ ایکسو بیس حمل مین دوسو چالیس بچے پیدا ہوئے اور ایک قول یہ بھی ہے
کہ پانسو بطن مین ہزار بچے پیدا ہوئے ۔ طبرانی نے عبد اللہ بن عمر سے روایت کی ہے کہ جب حضرت
آدمؑ مقامات قرب الٰہی سے دور ہو گئی تو اونکو اون مراتب کے چھوٹ جانے پر حد سے زیادہ افسوس
اور وحشت تھی تب اللہ نے اونکو کعبہ کی جگہ بتائی اور حکم کیا کہ جسطرح آسمان پر بیت المعمور ہے اسطرح
یہان مکان بناؤ اور جسطرح فرشتے بیت المعمور کا طواف کیا کرتے ہین اسیطرح اوسکا طواف کیا کرو اور
جسطرح ملائکہ بیت المعمور کیطرف نماز پڑھتے ہین اوسی طرح تم اس گھر کیطرف نماز پڑھا کرو ۔ بیہقی نے
شعب الایمان مین ابن عباس سے روایت کی ہے کہ حضرت آدمؑ زمین ہند سے خانہ کعبہ تک چالیس
بار حج کے واسطے پیادہ پا گئے ۔ اس روایت پر غور کرنے سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ حضرت آدمؑ
جو جنت سے زمین ہند مین اوترے تو یہین اونہون نے سکونت اختیار کی حج کے لئے خانۂ کعبہ
تک جاتے تھے اور پھر واپس آجاتے تہے ۔ چونکہ حوا جدہ مین اوتری تہین اس لئے گمان ایسا ہوتا ہے
کہ جب خانہ کعبہ بنانے کے لئے بموجب حکم الٰہی حضرت آدمؑ آئے ہونگے وہین اون سے ملاقات
ہوئی ہوگی ۔ طبرانی نے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ حضرت آدمؑ
کی توبہ بھی خانہ کعبہ مین ہی قبول ہوئی تھی ۔ مولوی شاہ عبد العزیز صاحب نے اپنی تفسیر مین لکھا ہے
کہ جب حضرت آدمؑ کو توبہ کے لئے خانہ کعبہ مین لے گئے تو جب حج سے فارغ ہوئے اوسیوقت
حوا سے ملاقات ہوئی اور اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اوسکے بعد حوا بھی آدمؑ کے ساتھ ہندوستان
کو چلی آئی ہونگی ۔ ابن ابی شیبہ نے کعب الاحبار سے روایت کی ہے کہ لین دین چاندی سونے کا
معاوضہ کے واسطے حضرت آدمؑ نے ہی شروع کیا ۔ ابن صلاح نے امالی مین محمد بن النضیر سے
روایت کی ہے کہ حضرت آدمؑ نے جناب الٰہی مین عرض کیا کہ اے اللہ میری یہ آرزو تھی کہ ساری

169

تیرا حق ہمپر ہے وہ یہ ہے کہ تیرے اعمال کا بدلا پورا پورا دین اور کچھہ ظلم اور کمی نہ کرین ۔
تیسری بات ہمارا تیرا معاملہ ہے وہ یہ ہے کہ تیری طرف سے سوال اور دعا اور ہماری طرف سے
قبولیت اور عطا چوتھی بات مخلوق کا باہم معاملہ ہے وہ یہ ہے کہ جو کچھہ اپنے لیے پسند نہ کرے
وہ اوروں کے لئے بھی پسند نہ کرا اور جو توقع تو اوروں سے رکھے وہی خود بھی اونکے ساتھہ معاملہ کرے۔
بیہقی نے اور طبرانی نے حضرت عمرؓ سے روایت کی ہے اور حاکم نے اوسکو صحیح بھی کہا ہے کہ
جب آدمؑ سے گناہ صادر ہوگیا تو آدم نے دعا مانگی کہ اے اللہ بحق محمدؐ میری خطا معاف
کردے اللہ نے فرمایا کہ اے آدمؑ تو نے محمدؐ کو کیسے جانا ابھی تو ہم نے اوسکو پیدا بھی نہین
کیا آدمؑ نے کہا کہ اے اللہ جب تو نے مجھکو اپنے ہاتھہ سے پیدا کیا اور میرے جسم مین
اپنی روح تو نے پھونکی مین نے اپنا سر بلند کیا تو عرش کے ستونون پر یہ لکھا دیکھا ۔
لا اله الا الله محمد رسول الله یہ دیکھکر مینے یقین کرلیا کہ تو نے اپنے نام کے ساتھہ
اوسی کا نام ملایا ہوگا جو سب مخلوق مین تجھکو زیادہ محبوب ہوگا ۔ اللہ نے فرمایا سچ کہا تو نے
اے آدمؑ بیشک وہ ساری مخلوق مین مجھکو زیادہ محبوب ہے تو نے اوس کے حق کے وسیلہ
سے سوال کیا اسلیے ہمنے تیرا گناہ بخشدیا اور اگر محمدؐ کا پیدا کرنا منظور نہوتا تو ہم تجھکو بھی پیدا
نہ کرتے ۔ علامہ زرقانی نے شرح مواہب مین لکھا ہے کہ آدمؑ و حوا کا وصال مین پر اوترنے
سے سو برس کے بعد ہوا اوسی وقت سے اولاد شروع ہوئی بغوی کا قول ہے کہ بیس حمل مین
چالیس بچے پیدا ہوئے ۔ ابن اسحق کا قول ہے کہ سب سے پہلا بیٹا آدمؑ کا حارث تہا وہ
اکیلا ہی پیدا ہوا پہر دوسرے حمل مین قابیل اور اوسکی بہن ساتھہ پیدا ہوئی پہر ہابیل اور
اوسکی بہن ساتھہ پیدا ہوئی پہر اسوث اور اوسکی بہن ساتھہ پیدا ہوئی پہر شیث اکیلے
پیدا ہوئے پہر دوسرے حمل مین ایک لڑکی پیدا ہوئی شیث کا اوس کے ساتھہ نکاح ہوگیا

آدمؑ کی دعا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل قبول ہوئی ۔

فرمائش کا ذکر کیا جبرئیل نے کہا ملٹ چلو ہم خود ہی یہ سامان لیکر آئے ہین جب وہ حضرت آدم
کے پاس پہونچے تو حوا ملک موت کی صورت دیکہکر ڈر گئین اور حضرت آدم کو جا کر لپٹ گئین آدم
نے اونکو جہڑک کر ہٹا یا اور کہا کہ جو کچہہ میری حالت ہوئی تیری ہی بدولت ہوئی اب اسوقت مجہسے
دور ہو جا اور میرے اور خدا کے فرشتون کے درمیان مین حائل نہو پہر فرشتون نے حضرت آدم
کی روح قبض کی اور آدم کے بیٹون سے کہا کہ جسطرح ہم تمہارے باپ کی تجہیز و تکفین کرتے ہین
یہی معاملہ تم آیندہ اپنے مردون کے ساتہہ کیا کرو۔ پہر فرشتے بہشت کی خوشبو اور حلہ ہائے بہشتی
اور وہانکے بیر کے درخت کے پتے لائے اور حضرت آدم کو غسل دیا پہر کفن پہنایا اور خوشبو لگائی
پہر اونکو اوٹہاکر کعبہ کو لے گئے اور نماز پڑہی اور مسجد خیف کے متصل دفن کیا۔ دار قطنی نے
سنن مین ابن عباس سے روایت کی جبرئیل نے امام بنکر مسجد خیف مین جنازہ کی نماز پڑہی اور نماز
مین چار تکبیرین کہین اور قبلہ کیطرف سے اونکے جسم کو قبر مین داخل کیا قبر بغلی بنائی گئی بعد دفن کے قبر کو
اوپر سے ڈہلوان مثل کوہان شتر کے بنا دیا۔ اور ابن عساکر نے ابی بن کعب سے روایت کی ہے
کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ حضرت آدم کی قبر بغلی بنائی گئی تہی اور بعد طاق
اونکو غسل دیا گیا تہا۔ ابو الشیخ نے خالد معدان سے روایت کی ہے کہ حضرت آدم ہندوستان مین
اوترے تہے جب وہ مر گئے تو اونکا جنازہ اوٹہاکر کعبہ کو لے گئے اکسو پچاس آدمی اونکی
اولاد کے جنازہ اوٹہانے پر مقرر تہے نوبت بنوبت جنازہ اوٹہاتے تھے۔ ابو الشیخ نے مجاہد سے
روایت کی ہے کہ حضرت آدم کی قبر منا مین مسجد خیف کے پاس ہے اور حوا کی قبر جدہ مین ہے
ثعلبی نے یہ روایت کی ہے کہ حضرت آدم کے جنازہ کی نماز جبرئیل کے حکم کی موجب حضرت شیث
نے پڑہائی تہی۔ ثابت بن بنانی کا قول یہ ہے کہ حضرت آدم کو سراندیپ مین اوسی جگہ دفن کیا جہان
وہ جنت سے اوترے تہے حافظ ابن کثیر نے اسی روایت کو صحیح کہا ہے۔ علامہ زرقانی نے

عمر بہری تیری تسبیح کے دور مین گذرے لیکن تو نے مجہکو ہاتہہ پانون کی محنت یعنی تیتی وغیرہ مین مشغول کر دیا اب تو مجہکو کوئی ایسی دعا تعلیم کر کہ وہ ایک ہی دعا اوس تمام تسبیح او حمد کو جامع ہو جو تیری ساری مخلوق ادا کرے اللہ نے وحی بہیجی کہ ہر صبح کو ان کلمات کو تین بار پڑہا کرو اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ حَمْدًا یُّوَافِیْ نِعَمَہٗ وَیُکَافِیْ مَزِیْدَ کَرَمِہٖ خطیب اور ابن عساکر نے انس بن مالک سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جب حضرت آدمؑ کی عمر قریب ختم پہونچی اور اوسوقت اونکی اولاد اور اولاد کی اولاد سب ملکر چالیس ہزار آدمی ہوگئے اوسوقت سے حضرت آدمؑ نے سکوت اختیار کیا اور بات چیت بہت کم کر دی ساری اولاد نے جمع ہو کر عرض کیا کہ اے باپ ہمسے کیا خطا ہوئی ہے جو تمنے موہنہ سے بولنا چہوڑ دیا حضرت آدمؑ نے فرمایا کہ مین گناہ کی شامت مین بہشت سے نکالا گیا تہا ساری عمر میری اسی حسرت مین گذری کہ پہر کسی طرح وہین پہونچون اب اللہ کیطرف سے یہ وحی پہونچی ہے کہ بات چیت کم کر دے تو پہر ہمارے قرب مین آجاوے گا ابو الشیخ نے قتادہ سے روایت کی ہے کہ حضرت آدمؑ نے تمام عمر بارش کا پانی پیاز مین کا پانی کبہی نہ پیا۔ ابن سعد اور حاکم وغیرہ محدثین نے ابی بن کعب سے روایت کی ہے کہ جب حضرت آدمؑ کی وفات کا وقت قریب پہونچا تو یکایک اونکے دل مین بہشت کے میوے کہانے کی آرزو پیدا ہوئی چونکہ ضعف پیری سے وہ ایسے ضعیف ہوگئے تہے کہ چلنے کی طاقت نہین رکہتے تہے اسلیے اونہون نے اپنی اولاد کو حکم دیا کہ جاؤ اور میرے لئے بہشت کے میوے طلب کرو اوسوقت تک یہ دستور تہا کہ جب کسیکو کوئی حاجت ہوتی تہی اوس کے لئے خانہ کعبہ مین جاکر دعا مانگا کرتے تہے وہ قبول ہو جایا کرتی تہی لہذا اس دعا کے قصد پر حضرت آدمؑ کے چند بیٹے خانہ کعبہ کو چلے راستہ مین جبرئیلؑ وغیرہ جماعت ملائکہ سے ملاقات ہوئی اونہون نے پوچہا کہان جاتے ہو آدمؑ کے بیٹون نے اونکی

ف حضرت آدم کو یہ دعا اللہ نے تعلیم فرمائی تہی

ف خاموشی اللہ کے قرب کا باعث ہوتی ہے

ف حضرت آدم نے عمر بہر زمین کا پانی نہ پیا

ف حضرت آدم کی وفات

خیالات ہین اب ہم اونکی طرف متوجہہ ہوتے ہین وہ کہتے ہین کہ توریت مین لکھاہے کہ
خدانے فرشتون سے کہا کہ آؤ ہم آدمؑ کو اپنی صورت پر بنائین یہ مضمون مسلمان مفسرون
کے دل مین تھا اور شامل ہو دیونکے وہ اوسکو ایسا ہی سمجھتے تہے جیسا کہ ایک آدمی بات کرتا
ہے اذ قال ربک للملائکۃ کو بھی اونہون نے ویسا ہی سمجھا ہم کہتے ہین کہ یہ مضمون
کہ فرشتون سے اللہ نے یہ گفتگو کی کہ مین زمین مین ایک خلیفہ پیدا کرنے والا ہون اور مٹی سے
ایک بشر پیدا کرنے والا ہون صحیح قرآن مین موجود ہے اور یہ مضمون کہ آدمؑ کو اللہ نے اپنی
صورت پر پیدا کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے جسکو بخاری نے باب بدء السلام مین
ابو ہریرہ سے روایت کیا ہے پس قرآن اور حدیث دونو کے ملانے سے وہی نتیجہ حاصل
ہوتا ہے جو توریت سے سید احمد خان نے نقل کیا اور اس سے ظاہر ہو گیا کہ یہ مضمون مسلمان
مفسرون نے توریت سے نہین لیا بلکہ قرآن وحدیث سے ہی لیا اور مسلمان مفسر ہرگز اس مضمون کو
ایسا نہین سمجھتے کہ ایک آدمی سے ایک آدمی بات کرتا ہے بلکہ ایسا سمجھتے ہین جیسے کہ خالق مخلوق
سے بات کرتا ہے اور جب گفتگو اس امر کی قرآن مین بالتصریح منقول ہے تو اوسکو واقعی نہ سمجھنا
کلام الہی کا انکار کرنا ہے پھر سید احمد خان لکھتے ہین کہ وہ صرف انسان کی فطرت کا زبان حال سے
بیان ہے اسکا حاصل یہ ہوا کہ ایک فرضی غیر واقعی قصہ بطور مثال کے ہے مگر جو مطالب قرآن مین
مذکور ہین جب تک اونکے ساتھہ کوئی قرینہ مثال ہونے کا موجود ہو تب تک اونکو غیر واقعی کسی طرح
نہین سمجھہ سکتے اور اگر بے دلیل جس مضمون کو چاہین غیر واقعی کہدین تو قرآن کے کسی مضمون کا اعتبار
نرہیگا اور جتنے قصے قرآن مین مذکور ہین سب مین یہی احتمال جاری ہوگا پھر سید احمد خان لکھتے ہین
کہ اسطرح مخلوق کی زبان حال سے سوال وجواب مین مطالب کا بیان اور جگہہ بھی قرآن مجید مین
آیا ہے خدا نے زمین کی زبان حال سے سورہ حم سجدہ مین فرمایا کہ جب ہم نے آسمان وزمین سے

شرح مواہب مین لکھا ہے کہ ایک قول یہ بہی ہے کہ آدم علیہ السلام کو بیت المقدس مین دفن کیا اونکی وفات
کے وقت سے ایک ہفتہ تک برابر چاند سورج دونو گہن مین رہے ۔ حوا حضرت آدم علیہ السلام کے بعد
ایک سال زندہ رہین اور بعض کا قول یہ ہے کہ تین دن بعد مر گئین ۔ حضرت آدم علیہ السلام کی عمر ایکہزار
برس کی ہوئی ابن جریر نے عطا خراسانی سے روایت کی ہے کہ جب آدم علیہ السلام کا انتقال ہوا تو مخلوقات
اونکے لئے سات دن تک روتی رہی ۔ واللہ اعلم بالصواب ابن ابی الدنیا نے مکائد الشیطان مین
ابن عمر سے روایت کی ہے کہ ایک مرتبہ ابلیس حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس آیا اور کہا کہ مین چاہتا
ہون کہ توبہ کرون تم دعا مانگو کہ اللہ میری توبہ قبول کرے حضرت موسے نے اسکا کہنا قبول کیا
اور دعا مین مشغول ہوئے اوسوقت اللہ کیطرف سے وحی آئی کہ اگر ابلیس حضرت آدم علیہ السلام کی قبر کو سجدہ
کرے تو ہم اوسکی توبہ قبول کرلین اور قصور معاف کردین ابلیس نے کہا کہ مین نے آدم کو انکی زندگی
مین اونکو سجدہ نہ کیا اب اوسکی قبر کو مین کیونکر سجدہ کرون پہر ابلیس نے موسیٰ سے کہا کہ تمنے
میری شفاعت کی ہے اسلئے تمہارا حق مجہپر ثابت ہوگیا مین چاہتا ہون کہ تمکو کچہہ فائدہ پہونچاؤن
تم اپنی امت سے کہدو کہ تین حالتون مین مجہسے بہت ہوشیار رہین انہین حالتون مین آدمی
کو خراب کرتا ہون اول حالت غضب مین کہ مین اوسوقت خون کی طرح انسان کی رگون مین دوڑ
جاتا ہون اور اوسکی آنکہہ اور کان اور زبان اور ہاتہہ اور پانؤ کو اوسکے اختیار سے باہر کر دیتا ہون
اور جو کام چاہتا ہون وہ اوس سے لیتا ہون دوسرے جنگ کے وقت اسلئے کہ مین اوسوقت
گہر کا اور بیبی بچونکا خیال انسان کے خاطر مین ڈالتا ہون اور اوسکو ان خیالات مین مبتلا کرکے
میدان جنگ سے بہگاتا ہون ۔ تیسرے جب کسی نامحرم عورت کے ساتہہ خلوت ہوا وسوقت مین
دونو کی طبیعتون مین لگاوٹین پیدا کرکے گناہ ہونیکے وسوسے دل مین ڈالتا ہون ۔ جبکہ
ہم حضرت آدم علیہ السلام کا قصہ اول سے آخر تک لکہہ چکے تو اس قصہ کی نسبت جو سید احمد خانصاحب نے

واقع ہوئی ہین اور اوسے یہ ہے کہ مثالون مین وہی امور بیان کئے جائین جو درحقیقت واقع
ہوئے ہین ۔ پس یہ قول بہی سید احمد خان کو کچھ مفید نہین بلکہ ہمارے ہی مدعا کو ثابت کرتا ہے ۔
سید احمد خان نے علم آدم الاسماء کے معنے یہ لئے ہین کہ ہر طرحکی قوتین پیدا کین حال آنکہ اسماء
کے معنی قوتونکے نہین پہر بلا ضرورت حقیقی معنی کیون چہوڑے جائین اور اگر یہ قاعدہ جاری کیا جاوے
کسی لفظ سے بغیر قرینہ جو معنی چاہو وہ مراد لیلو تو قرآن کی فصاحت مین خلل آوے اور کسی معنی کا
اعتبار نرہے بلکہ وہ ایسا کلام ہو جاوے کہ ہر کوئی اپنے مطلب کے موافق جو معنی چاہے بنالے ۔
تعجب یہ ہے کہ اس مراد پر سید احمد خان نے بیضاوی کی عبارت سے استدلال کیا ہے حال آنکہ
بیضاوی کی عبارت جو اونہون نے معہ ترجمہ کے خود بھی نقل کی ہے اوسکا حاصل یہ ہے کہ اللہ نے
ہر ایک قسم کی استعداد آدم مین پیدا کی اور سب چیزونکی حقیقتین اور خواص اور نام وغیرہ اوسکو سکہائے
پس جب بیضاوی اسماء کا سکہانا تسلیم کرتا ہے تو پہر سید احمد خان اوسکی عبارت سے اپنا مطلب کیا
ثابت کرتے ہین پہر سید احمد خان لکہتے ہین کہ آدم کے لفظ سے وہ ذات خاص مراد نہین ہے
جسکو عوام الناس اور مسجد کے ملا باوا آدم لکہتے ہین بلکہ اوس سے نوع انسانی مراد ہے ۔ چونکہ
اونہون نے آدم سے باوا آدم مراد لینے کو عوام الناس اور مسجد کے ملاؤنکیطرف بطور طعن کے
منسوب کیا اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ آدم کے وجود کے قائل نہین اور آدمیونکو مثل حشرات الارض
کے بطور خود پیدا ہو جانے والے جانتے ہین ۔ اونکے اس قول مین صرف علماء مسجد نشینونکی ہی توہین
نہین بلکہ مساجد اللہ کی بھی توہین ہے نعوذ باللہ منہا سید احمد خان اس مدعا پر تفسیر کشف الاسرار
کی عبارت سے استدلال کرتے ہین جسمین یہ لکہا ہے کہ آدم کے لفظ سے اکیلے آدم ہی مقصود
نہین ۔ اسکا حاصل تو یہ ہوا کہ آدم بھی مراد ہین اور اونکے ساتھ اونکی اولاد بھی مراد ہے اور سید احمد خان
کا یہ قول غلط ہوگیا کہ وہ ذات خاص مراد نہین ۔ پہر سید احمد خان نے لکہا ہے کہ بیضاوی نے

کہا تم دونو خواہ مخواہ حاضر ہو دونو نے کہا ہم بخوشی حاضر ہین اور سورۂ ق مین ہے کہ جب ہم جہنم سے کہین گے کہ کیا تو بہر گئی تو وہ کہے گی کہ ہے اس سے زیادہ اور بھی مگر ہم کہتے ہین کہ سید صاحب نے یہ کیونکر معلوم کیا کہ یہ گفتگو زمین و آسمان کی اور جہنم کی غیر واقعی ہے کیا یہی دلیل اس گفتگو کے غیر واقعی ہونے کی ہے کہ یہ تینون چیزین مخلوق کی اون جنسون مین سے نہین جو بات چیت کیا کرتی ہین مگر جب اللہ نے انسان کو گویائی دی ہے اوسکو یہہ بہی قدرت ہے کہ جسکو چاہے گویائی عطا فرمائے سورۂ حم سجدہ مین مذکور ہے کہ جب گنہگار و نکے بدن کی کہالین قیامت کے دن اونکے گناہو نپر گواہی دینگی تو وہ اپنی کہالونسے کہین گے کہ تمنے ہمپر کیون گواہی دی وہ کہین گی جس خدا نے ہر چیز کو گویا کیا اوسی نے ہمکو بھی گویا کردیا پس جب بدن کی کہال کو گویائی حاصل ہوجائے گی تو زمین اور آسمان اور جہنم کو گویا ہوجانا کیا محال ہے ۔ پس جب تک خدا کے کلام مین کوئی قرینہ ایسا نہو کہ یہ مثال یا زبان حال کی گفتگو ہے تب تک اوسکو خلاف واقعہ سمجہنا در حقیقت قرآن کی تکذیب کرنا ہے جب ہم آپسمین بات چیت کرتے ہین تو جب کوئی مثال یا زبان حال کی گفتگو ہماری تقریر مین درج ہوتی ہے تو اوسکے قراین ایسے لگے ہوئے موجود ہوتے ہین کہ سننے والے کو دہوکا نہین ہوتا جب ہماری گفتگو کی یہ حالت ہے تو خالق کا کلام جو فصاحت مین اپنی نظیر نہین رکھتا اور بے پڑہون کے سمجہانے کے لئے اترا ہے اوس مین مثالین اور زبان حال کی گفتگو ئین ہرگز اسطرح مذکور نہین ہوسکتین کہ کوئی قرینہ اس امر کا ظاہر کرنے والا اون کے ساتہہ نہو حالانکہ اس سب کے علاوہ یہ بہی ہے کہ توریت اور انجیل اور صحیح حدیثین اور صحابہ کے اقوال اس قصے کے صحیح ہونے کی گواہی دیتے ہین ۔ کیا ان ساری دلیلو نپر سید احمد خان محض بے دلیل اپنی رائے کو غالب کرنا چاہتے ہین ۔ تفسیر کشف الاسرار کی عبارت جو سید احمد خان نے لکہی ہے اوس مین یہ لکہا ہے کہ مثالین دو قسم کی ہوتی ہین ایک فرضی ایک واقعی یعنی ایسی مثالین جو درحقیقت وجود مین

قریش بنی اسمٰعیل تھے مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت سے پہلے حضرت عیسیٰ تک چار ہزار
پیغمبر اس خاندان مین ہوئے منجملہ اونکے حضرت داؤدؑ اور حضرت سلیمانؑ بھی تھے جنکو نبوت کے
علاوہ بہت بڑی بادشاہت بھی حاصل تھی اور علم بھی تمام جہان مین بنی اسرائیل سے ہی مخصوص تھا
اسلئے کہ یہ اہل کتاب تھے اور انبیاے سابقین کی کتابین اونکے پاس تہین چونکہ کتب سابقہ مین
بشارت ہمارے نبیؐ کی موجود تہی اسوجہ سے یہ لوگ نبی آخر الزمانؐ کے منتظر تھے مگر جب
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خاندان نبی اسمٰعیلؑ مین پیدا ہوئے تو اونکو حسد اور بغض پیدا ہوا
جب تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ مین رہے وہان صرف مشرکین سے مقابلہ تھا اسلئے
کہ اہل کتاب کا کوئی گروہ مکہ مین نتہا مگر جب حضرتؐ مدینہ مین ہجرت کرکے تشریف لائے تو
یہان جتنے مشرکین بت پرست تھے وہ سب مسلمان ہوگئے لیکن ان سے جو صدق دل سے
مسلمان ہوئے وہ انصار رسولؐ کہلاتے ہین اور جو دل سے مسلمان نہوئے اونکو بھی مسلمان کے
غلبہ کی وجہ سے بظاہر اقرار اسلام کا کرنا پڑا مگر دل مین وہ مخالف تھے جو لوگ اس قسم کے
تھے وہ منافق کہلاتے ہین ان کے علاوہ دو قبیلہ بنی اسرائیل کے جو یہود تھے قرب مدینہ کے
رہتے تھے ایک بنی نضیر دوسرے بنی قریظہ یہ دونو سخت دشمن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
اور مسلمانون کے تہے اور منافقین بھی خفیہ شریک اونھین کے تھے اگرچہ بنی اسرائیل کے خطاب مین
قصہ یہود بنی نضیر
اونکے تمام قبائل شامل ہین مگر اصل مخاطب اس کے یہی دونو گروہ ہین ان مین سے چند آدمیونکو
اللہ نے توفیق اسلام کی دی وہ تو مسلمان ہوگئے باقی جو انکار پر قائم رہے اونکا
انجام یہ ہوا کہ بنی نضیر کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وطن سے نکالدیا اوسکی تفصیل یہ
کہ ایک مرتبہ کسی ضرورت سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مع بعض صحابہؓ اونکے محلہ مین تشریف
لے گئے تہے وہان آپ ایک دیوار کے متصل تشریف رکھتے تھے اوسوقت اونہون نے یہ مشورہ کیا

اسمار کی تفسیر مین اسکے اشتقاقی معنی مراد لیتے ہین مگر ہم کہتے ہین کہ یہ امر سید احمد خان کو کیا مفید
ہوگا اسلئے کہ اشتقاقی معنے اسم کے یہ ہین کہ اسم وہ ہے کہ کسی چیز کی علامت اور اسکو ذہن مین
کی دلیل ہو اور ظاہر ہے کہ مفسرین نے جو اسمات سے نام مراد لئے ہین اونکا یہی حال ہوتا
مگر یہ تعریف قوتون پر صادق نہین آتی بلکہ قوتین تو محتاج اس امر کی ہوتی ہین کہ کسی چیز کی علامت
معلوم کرلین قوات کے ذریعے سے ذہن کو اوس چیز کیطرف منتقل کرتین وہ قوتین جو علم کا ذریعہ
ہین یہی حواس ظاہری اور باطنی ہین اور ظاہر ہے کہ حواس جن چیزونکو معلوم کرتے ہین
اسم ہرگز نہین کہلاتے مثلاً نگاہ کو کوئی نہین کہتا کہ یہ سپید اور سیاہ چیز کا اسم ہے - پھر ہم کہتے
ہین کہ قوتون کے پیدا کرنے کو قوتون کی تعلیم کہنا کون سے محاورہ کی رو سے صحیح ہوگا - پھر جس
اس مثال کو سید احمد خان نے فطرت انسانی پر منطبق کیا ہے وہ ایک عجیب خبط ہے ہم اوسکا
تفصیل سے اس موقع پر بحث کرنا تطویل لاطائل اور مخل مقصود سمجھتے ہین ہم اس سے پہلے
اس کا مفصل جواب لکھ چکے ہین جسکا نام امداد الاسلام ہے شفا الیقین اور
اور بیان بھی جو کچھ ہمنے لکھدیا اہل انصاف کے واسطے کافی ہے - یٰبَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ

اذْكُرُوْا نِعْمَتِیَ الَّتِیْٓ اَنْعَمْتُ عَلَیْكُمْ وَاَوْفُوْا بِعَهْدِیْٓ اُوْفِ بِعَهْدِكُمْ وَاِیَّایَ فَارْهَبُوْنِ اے اسرائیل کی اولاد یاد کرو میری
نعمتونکو جو انعام کی ہین مین نے تمپر اور پورا کرو تم میرے عہد کو تو پورا کرونگا مین تمہارے عہد
اور مجھی سے ڈرو **ف** اسرائیل حضرت یعقوب پیغمبر علیہ السلام کا نام ہے جو حضرت اسحٰق
کے بیٹے اور حضرت ابراہیم کے پوتے تھے - حضرت یعقوب کے بارہ بیٹے تھے جن مین
ایک حضرت یوسف بھی تھے ان سب بارہ بیٹون کی نسل کے لوگ بنی اسرائیل کہلاتے تھے
اور حضرت ابراہیم کی اولاد جو حضرت اسمٰعیل کی نسل سے ہے وہ بنی اسمٰعیل کہلاتے تھے

ف غزوۂ بنی قریظہ کا قصہ

ل ابولبابہ انصاری [illegible]

۷۹

وہ لوگ جب مدینہ سے نکلے تو چہ سو اونٹ اونکے ساتھہ تہے کچھہ خیبر کو اور کچھہ ملک شام کو چلے گئے
اور جو اونکا مال و اسباب اور جائداد باقی رہا وہ مسلمانون کے قبضہ مین آیا۔ یہ قصہ ماہ ربیع الاول سنہ
چار ہجری مین واقع ہوا۔ یہ قبیلہ بنی اسرائیل کا حضرت ہارون علیہ السلام کی اولاد مین تہا۔
اور یہودیونکا دوسرا قبیلہ جو بنی قریظہ کہلاتے تہے وہ غزوہ خندق مین کفار قریش کے ساتھہ
شریک ہوکر مسلمانونکے مقابلہ مین آئے اور شہر مدینہ مین جو مسلمانونکے بال بچے باقی تہے اونکو بھی اونہون
نے ایذا دینا چاہی تھی اسوجہ سے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غزوہ خندق سے فارغ ہوکر
مدینہ مین تشریف لائے اوسی روز جبرئیل وحی لائے اور بنی قریظہ پر جہاد کا حکم نازل ہوا
چنانچہ اوسی روز مسلمانون نے بنی قریظہ پر چڑہائی کی پچیس دن تک اونکا محاصرہ رکہا آخر وہ بہت
مجبور ہوگئے تب اونہون نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس یہ پیام بھیجا کہ جو حالت بنی
نضیر کی ہوئی تھی اوسی طرح ہمسے معاہدہ کر لیجئے کہ ہم اپنی جانونکو سلامت لیکر یہان سے نکلجاوین
مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسکو قبول نفرمایا اور یہ فرمایا کہ تم قلعہ مین سے نکلو ہمکو اختیار ہے
کہ تمہارے ساتھہ جو چاہین گے وہ معاملہ کرینگے آخر اونہون نے یہ درخواست کی کہ آپ
ابولبابہ[ل] کو بہیجدین ہم اون سے مشورہ کرلین ابولبابہ انصار مین سے ایک صحابی تہے اونکا گہر
اونہین یہودیون کی بستی مین تھا۔ اور اونکا مال اور اہل و عیال سب وہین تہے اور اسوجہ سے
یہودیونے اونپر اعتبار کیا تہا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابولبابہ کو یہودیونکے پاس بھیجدیا
جب یہ وہان پہونچے تو یہودیونکی عورتین اور بچے اونکے سامنے رونے لگے اور سب نے ان سے پوچہا
کہ کیا ہم اس امر پر کہ محمد جو چاہین ہمارے ساتہہ کرین قلعہ سے نکلین اسکے جواب مین زبان سے
تو ابولبابہ نے یہی کہا کہ نکلو مگر چونکہ اونکو یہودیونپر اوسوقت رحم بہت آیا اور پہلے سے بہی اونکے ساتھہ
بہت سا تعلق تھا اسوجہ سے اونہون نے [illegible] تہہ بہی اپنے ہاتھہ کا اشارہ حلق کیطرف کو

کہ دوسری طرف سے دیوار پر چڑھکر ایک بھاری پتھر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پر ڈالدین فو
جبرئیل نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس مضمون پر مطلع کیا اور آپنے صحابہ
اور بذات خود وہان سے اسطرح جدا ہو گئے کہ سب لوگ یہ سمجھتے تھے کہ بہت جلد تشریف
لانے والے ہین مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ تشریف لے آئے صحابہ بھی تھوڑی
توقف کے بعد چلے آئے اوسوقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس تمام [illegible] سے اونکو مطلع کیا
پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسلمانون کی جماعت کو ساتھ لیکر یہود [illegible] اونکی بستی تشریف
لے گئے اور چھ دن تک اونکا محاصرہ رکھا اور اونکے باغون کے کچھ درخت بھی مسلمانون نے
کاٹ ڈالے منافقین مدینے پہلے سے اونکے ساتھ یہ عہد کیا تھا کہ اگر مسلمان تم سے لڑینگے
توہم تمہاری مدد کرینگے اور اگر تم نکالے جاؤگے تو ہم بھی تمہارے ساتھ نکلینگے [illegible] جب نوبت
پہنچی تو کسی نے اونکی مدد نہ کی آخر اونہون نے یہ التجا کی کہ ہمکو جانین بچا کر [illegible]
جلاوطن ہو جانے کی اجازت دو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اجازت دی کہ بس ان مین
یہان سے چلے جاؤ اسکے بعد جو باقی رہیگا وہ قتل کیا جائیگا اس معاہدے کے بعد منافقون نے
پھر اونکو بہکا دیا اور عبداللہ ابن ابی منافق نے اون سے یہ کہلا بھیجا کہ تم ہر گز نہ نکلو مین دو ہزار
آدمیون کے ساتھ تمہاری مدد کرونگا چنانچہ اوسکے اعتماد پر بنی نضیر نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
سے یہ کہلا بھیجا کہ ہم نہین نکلتے آپ سے جو ہو سکے وہ ہمارے ساتھ کرین اوسوقت پھر رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے اونپر چڑھائی کی وہ لوگ عبداللہ بن ابی وغیرہ منافقون کی مدد کے
منتظر تھے مگر کسی نے اونکی مدد نہ کی مجبور ہو کر پھر اونہون نے مسلمانون کی اطاعت اختیار کی
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم کیا کہ سب نکل جاؤ اور جتنا اسباب اونٹ پر لیجا سکو لیجاؤ
چنانچہ وہ [illegible] توڑتے تھے تاکہ جو لکڑیان لیجانے کے قابل ہون

کہولنے لگے ابو لبابہ نے کہا کہ مجکو اسی حالت پر رہنے دو جب تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خود تشریف
لاکر اپنے دست مبارک سے مجکو نہ کہولین جب صبح کی نماز کیواسطے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
مسجد مین تشریف لائے تو اپنے ہاتہہ سے ابو لبابہ کو کہولا۔ اسکے بعد بنی قریظہ سے کئی دن تک
ردوکد رہی آخر مجبور ہوکر بنی قریظہ اس امر پر راضی ہوئے کہ وہ قلعہ سے نکلین اور اونکے بابمین
سعد بن معاذ جو تجویز کرین وہی عمل کیاجاے سعد بن معاذ انصار مین سے ایک جلیل القدر صحابی تہے
غزوہ خندق مین اونکے تیر لگا تہا سو وہ مسجد نبوی کے احاطہ مین ایک خیمہ مین مقیم تہے اور اپنے
زخم کا علاج کرتے تہے چنانچہ بنی قریظہ قلعہ سے باہر نکلکر حاضر ہوئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
سعد بن معاذ کو اسی حالت مرض مین بلوایا اور یہ فیصلہ اونکے سپرد کیا اونہون نے یہ تجویز کی کہ اونکے
مرد سب قتل کردئے جائین اور بچے اور عورتین قید کرلی جائین پہر بنی قریظہ ایک مکان مین قید کردئے
گئے اور بازار مدینہ مین ایک خندق کہودا گیا وہان حضرت علیؓ اور حضرت زبیرؓ نے رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم کے سامنے اونکے سر قلم کئے اور لاشین اوس خندق مین ڈالدین مقتولون کی تعداد چہہ سو
آدمی سے زیادہ تہی۔ یہ دونون قصے مواہب لدنیہ سے نقل کئے ہین یہ انجام اون دونون قبیلون کا
ہوا جو قرآن مین یا بنی اسرائیل کے لفظ سے اصل مخاطب ہین **ف** اس صورت مین اول جو اللہ نے
حضرت آدمؑ کی نعمتین بیان کین اونکا احسان تو تمام آدمیون پر تہا اب خاص بنی اسرائیل کو اللہ وہ نعمتین یاد
دلاتا ہے جو اونکی بزرگونکو عطا کین تہین مثلاً فرعون کے ظلم سے اونکو نجات دینا اور دریا کا اونکے
لئے جدا کردینا اور اونکا صحیح سلامت دریا سے عبور کرنا اور پہر فرعون کو غرق کردینا اور میدان
مین دہوپ کی گرمی سے بچانے کے لئے بادل اونپر سایہ کردینے کے لئے بہیجدینا اور من وسلوی
اونپر اوتارنا اور توریت نازل کرنا وغیرہ وغیرہ ان سب نعمتون کو آئندہ خداوند کریم خود تفصیل بیان کریگا
یہ نعمتین اللہ نے اسواسطے یاد دلائین کہ وہ لوگ جو اپنے بزرگون کی حالتین یاد کرین تو اونکی طرح

ف ابولبابہ کی گناہ پر ندامت اور استون سے اپنے آپ کو باندھنا

بھی کیا اس اشارے مین گویا یہ سمجھا دیا کہ اگر تم ایسا کروگے تو گردن مارے جاؤگے یہ کہتے ہی
ابولبابہ کے دل مین یہ خیال پیدا ہوا کہ مین نے بہت بڑا گناہ کیا اور روتے ہوئے وہان سے
اوٹھ کھڑے ہوئے اوسی قلعہ کے دروازہ پر انکے ساتھی انکے منتظر تھے مگر وہ اس حالت مین
دوسرے دروازہ سے نکلکر نہایت مضطر اور پریشان سیدھے مسجد نبوی کو چلے گئے رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین بھی نگئے اور وہان اونہون نے اپنے آپکو مسجد کے ایک ستون
سے خوب مضبوط باندہ دیا اور عہد مستحکم یہ کرلیا کہ جبتک میری توبہ قبول نہوگی مین یہانسے
نہ جاؤنگا جب یہ خبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پہونچی تو آپنے فرمایا کہ اگر ابولبابہ میرے پاس آتا
تو مین اوسکے واسطے مغفرت کی دعا کرتا اب اوسنے بطور خود اپنے آپکو باندہا ہے تو مین اوسکو
کہول نہین سکتا جبتک اللہ اوسکی توبہ قبول نکرے اسیطرح ابولبابہ چہہ روز تک بندہے رہے
نماز کے وقت اونکی بی بی آکر کہولدیتی تہی جب نماز سے فارغ ہوتے تو باندہ دیتی تہی ایسے ہی
حوائج ضروری کے واسطے کہولدیتی تہی اور بعد فراغ باندہ دیتی تہی کہانے پینے کو بھی
وہی دیجاتی تہی بعضی روایتون مین یہہے کہ وہ اسی طرح مضبوط زنجیرون مین دس دن تک بندہے رہے
اسحالت مین وہ کانون سے بہرے ہوگئے تہے اور بصارت مین بھی بہت کمی ہوگئی تھی اور ہلاکت کے
قریب تہے سب لوگونکو اونپر رحم آتا تھا جب یہ نوبت پہونچی تب اللہ نے بذریعہ وحی کے
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر دی کہ ابولبابہ کی توبہ قبول ہوئی ۔ ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے
روایت ہے کہ آخر شب مین مین نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہنستے ہوئے دیکھا تو مینے
سبب پوچھا تو حضرت نے فرمایا کہ ابولبابہ کی توبہ قبول ہوگئی ام سلمہ کہتی ہین کہ اوسوقت
مینے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت لیکر حجرہ کے دروازہ پر کھڑے ہوکر آواز بلند سے
ابولبابہ کو اس بشارت کی خبر دی یہ سنتے ہی اور لوگ جو مسجد مین تہے دوڑ پڑے اور ابولبابہ کو

ف ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا بعد انتقال
ابو سلمہ شوہر سابق کے شوال سنہ ۴ ہجری مین
[illegible]

۱۸

پاس ہین تصدیق کرنے والا ہے یعنی مضامین مین مطابق ہے مثلاً پچھلی امتون کے قصے
اور وعدہ وعید کا ذکر اور توحید کی تعلیم اور شرک کی برائی اور انبیا پر بلا تفریق ایمان لانا اور انکے
احکام کو واجب الاطاعت سمجہنا جسطرح توریت مین ہے اوسی کی مطابق قرآن مین ہے اور
محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر جو توریت مین موجود ہے اوس کی پوری پوری تصدیق قرآن سے
ہوگئی اور یہ جو اللہ نے فرمایا کہ سب سے پہلے انکار کرنے والے تم نہو اسپر بظاہر یہ شبہہ ہوتا ہے
کہ مشرکین مکہ تو اون سے پہلے انکار کر چکے تھے پھر یہود مدینہ سب سے پہلے انکار کرنیوالے
کیسے ہوسکتے ہین اس شبہہ کے جواب مین علما کے بہت سے اقوال ہین اول یہ کہ اہل کتاب مین
سب سے پہلے منکر تم نہو مشرکین مکہ نے جو انکار کیا تھا وہ تو اہل کتاب نتھے اور اہل کتاب
مین سب سے پہلے انکار یہود مدینہ نے کیا جو اصل مخاطب اس آیت کے ہین اور جو اہل کتاب
۱۸۳ اور ملکون مین رہتے تھے وہ بھی انکے انکار کی وجہ سے منکر رہے۔ اور جو شخص برائی کی ابتدا کرے
اوسکی پیروی کرنیوالون کا گناہ بھی اوسی کے ذمہ ہوتا ہے پس یہود مدینہ کے انکار کے بعد جو اہل کتاب
منکر ہوئے اوسکا وبال بھی یہود مدینہ کی گردن پر رہا دوسرے یہ کہ جو لوگ جان بوجھ کر
انکار کرتے ہین اون مین سب سے پہلے انکار کرنے والے تم نہو اسلئے کہ مشرکین مکہ نے جہالت
کی وجہ سے انکار کیا اونہون نے واقع مین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ پہچانا تھا مگر یہود کو
یہ خبر پہلے سے معلوم تھی اسلئے وہ پہلے سے نبی آخر الزمان کے منتظر تھے اور جو صفتین رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کی توریت وغیرہ انبیا سابقین کی کتابون مین مذکور تھین وہ سب اونھون نے
دیکھہ لین اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے سچے رسول ہونے کا اونکو یقین تھا مگر حسد کی وجہ سے
انکار کرتے تھے پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پہچان کر سب سے پہلے انکار کرنیوالے وہی تھے
تیسرے یہ کہ مثل اول کافر کے نہو یعنی جسطرح اول کافر یعنی مشرکین مکہ منکر ہوئے اسطرح

خود بھی اللہ کی نعمتین حاصل کرنے کے لئے اوس کی اطاعت مین کوشش کرین یہ جو اللہ نے
فرمایا کہ تم میرے عہد کو پورا کرو اس کے معنے یہ ہین کہ تمنے جو مجھسے عہد کیا ہے اوسکو پورا کرو اور جو
فرمایا کہ مین تمہارے عہد کو پورا کرون اسکے معنے یہ ہوئے کہ مین نے جو تمسے عہد کیا ہے اسکو پورا کرون
ان دونو عہدونکی تفصیل جو سلف سے منقول ہے وہ یہ ہے کہ ابن جریر نے بسند صحیح ابن عباسؓ سے
روایت کی ہے کہ تم میرا عہد پورا کرو یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباع کرو مین تمہارا قول پورا کرون
یعنی تمکو بہاری بوجھ اور قید سخت سے نجات دون بہاری بوجھ اور قید سخت سے مراد وہ اعمال
شاقہ ہین جو پہلی امتونپر واجب تھے۔ بغوی نے کلبی کا یہ قول نقل کیا ہے کہ اللہ نے بنی اسرائیل سے
حضرت موسے کی معرفت یہ معاہدہ کیا تہا کہ مین بنی اسمٰعیل کی اولاد مین ایک نبی امی پیدا کرونگا
جو اوسکی اطاعت کریگا اور جو روشنی اوسکے ساتھہ ہوگی اوسکی تصدیق کریگا اوسکے مین گناہ بخشدونگا
اور اوسکو جنت مین داخل کرونگا اور اوسکو دونا اجر دونگا **ف** اِيَّايَ فَارْهَبُونَ جو
سے پہلے مذکور ہوا اسوجہ سے اسکے معنے یہ ہوگئے کہ مجہہ سے ڈرو میرے سوا کسی سے نہ ڈرو
اس لئے کہ نفع نقصان پہونچانے کی قدرت اللہ کے سوا اور کسیکو نہین۔ اس ڈرانے مین
اشارہ یہ تہا کہ اگر عہد توڑوگے تو مین سخت سزا دونگا چنانچہ یہی ہوا کہ ان مخاطبین مین سے
ایک گروہ جلاوطن ہوا اور دوسرے گروہ کو قتل کی سزا ملی یہ دنیا کا عذاب تہا اور آخرت کا عذاب اسکے
علاوہ ہے **ف** اس آیت سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ نعمت کا شکر اور عہد کا پورا کرنا واجب ہے
اور اللہ کے سوا کسی دوسرے سے ڈرنا نچاہیئے۔ **وَاٰمِنُوْا بِمَآ اَنْزَلْتُ مُصَدِّقًا**
لِّمَا مَعَكُمْ وَلَا تَكُوْنُوْٓا اَوَّلَ كَافِرٍۢ بِهٖ ص اور ایمان لاؤ اوسپر جو نازل کیا ہے
مین نے تصدیق کرنے والا اوس کتاب کی جو تمہارے پاس ہے اور مت ہو سب سے پہلے
انکار کرنے والے اوسکے **ف** یعنی قرآن پر ایمان لاؤ جو توریت وغیرہ اون کتابون کی جو تمہارے

کہ یہ اختلاف قدما اور متاخرین کا قرآن پڑہانے مین ہے مگر اجرت لیکر قرآن پڑہانا بالاتفاق ناجائز ہے
کسی کے نزدیک جائز نہین رد المحتار مین ہے کہ تاج الشریعہ نے شرح ہدایہ مین لکھا ہی کہ اجرت
لیکر جو قرآن پڑہتا ہے اوسکا ثواب نہ میت کو ملتا ہی نہ قاری کو۔ عینی نے شرح ہدایہ مین لکھا ہے
کہ دنیا کے لئے جو قرآن پڑہے اوسکو منع کیا جائے اور دینوالا اور لینے والا دونو گنہگار ہین۔
حاصل یہ ہے کہ اس زمانے مین جو یہ رواج ہے کہ اجرت دیکر قاری سے قرآن پڑہواتے ہین یہ جائز نہین
اسلئے کہ پڑہوانے والا ثواب حاصل کرنے کی غرض سے پڑہواتا ہے اور پڑہنے والا مال کے لئے
پڑہتا ہے پس جب پڑہنے والے کو اوسکا ثواب نہین تو اجرت دینے والے کو کہان سے ملے گا
اور اگر اجرت کی امید نہو تو کوئی کسی کے لئے اس زمانے مین قرآن نہ پڑہے افسوس کہ اس
زمانے مین قرآن کو پیشہ اور دنیا جمع کرنیکا وسیلہ مقرر کر لیا ہے وَاِیَّایَ فَاتَّقُوْنِ
اور مجہی سے ڈرو وَلَا تَلْبِسُوا الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ وَتَكْتُمُوا الْحَقَّ
وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝ اور نہ ملاؤ حق کو باطل کے ساتہہ اور نہ چہپاؤ حق کو جان بوجہکر
ف حق سے مراد توریت وغیرہ کتب سابقہ ہین اور باطل سے مراد وہ مضامین ہین جو علماء یہود
اون کتابون مین اپنی طرف سے بڑہا دیا کرتے تہے پس مطلب یہ ہے کہ توریت کی سچی باتون مین کچہہ
جہوٹی باتین اپنی طرف سے ملا کر حق و باطل کو باہم خلط نہ کردو اور یہ جو فرمایا کہ جان بوجہکر
حق کو نہ چہپاؤ اس سے مراد یہ ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی صفات جو توریت مین مذکور ہین
اونکو مت چہپاؤ وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ اور قائم کرو نماز کو ف اقامت صلوۃ کا بیان
یقیمون الصلوۃ کی تفسیر مین گذر چکا وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ اور ادا کرو زکوۃ کو ف مطلب یہ ہے
کہ ایمان لاؤ اور نماز اور زکوۃ وغیرہ احکام شریعت مصطفوی اختیار کرو ف زکوۃ اور نماز کا
ذکر قرآن مین بتیس جگہ ساتہہ ساتہہ مذکور ہے۔ ف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے

تم بہی منکر نہو چونکہ یہ کہ اپنی کتاب کے یعنی توریت وغیرہ کے سب سے پہلے منکر تم ہو
اسلیئے کہ جب توریت مین محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی خبر موجود تہی پس اوسکا انکار کرنا درحقیقت توریت کا
انکار کرنا تھا۔ بعضون نے لکہا ہے کہ یہ آیت کعب بن اشرف اور اوسکے ساتہیون کے حق میں نازل
ہوئی ہے جو یہودیون مین عالم اور سردار تہے **وَلَا تَشْتَرُوا بِاٰيٰتِيْ ثَمَنًا قَلِيْلًا**
اور نہ لیلو میری آیتون کے بدلے تہوڑی سی قیمت **ف** عوام یہود ہر سال اپنی کہیتی اور مواشی
اور مال تجارت وغیرہ کا صدقہ اپنے علما کو دیا کرتے تہے اب ان علما کو یہ خوف ہوا کہ اگر ہم
علیہ وسلم کی تصدیق کرین اور جو خبر اونکی توریت مین مذکور ہے وہ بیان کرین تو وہ ا
سالانہ معمول کہین بند نہو جائے اس خوف سے اونہون نے توریت کی ان آیتون کو
چہپا ڈالا اور اوسکی عوض مین دنیا کا فائدہ جو بہت ہی تہوڑا تہا اختیار کیا اسوجہ سے
اللہ نے فرمایا کہ میری آیتون کے بدلے مین تہوڑی قیمت نہ لو **ف** اگرچہ بظاہر یہ آیت علما
بنی اسرائیل کے حق مین نازل ہوئی تہی مگر درحقیقت یہ بہت بڑی تنبیہ اُن دنیادار عالمون کے لیئے
جو امیرون کی خوشامد یا نفسانی طمع کی وجہ سے حق کو چہپا کر جہوٹے مسئلے بیان کرتے ہین اور خلاف
شریعت کے فتوے لکہدیتے ہین۔ مولوی شاہ عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تفسیر
لکہا ہے کہ جو معلم اور واعظ ایسے طامع ہون کہ احکام شریعت کی تعلیم اور وعظ گوئی
عوض مین بہی دنیا طلب کرین اور جس شخص سے دنیاوی فائدہ کی توقع ہو اوسکی طرف بہت
متوجہ ہون اور جس سے توقع نہو اوس سے کج خلقی کرین وہ بہی اسی حکم مین شامل ہین اور ہمارے
فقہاے متقدمین نے یہ ثابت کیا تہا کہ تعلیم قرآن کی اجرت لینا جائز نہین۔ قدما کا مذہب
یہی تہا مگر اس زمانے کے علما نے اوس کے جواز کا فتوے دیا ہے اسلیئے کہ اگر یہ طریقہ
جاری نرہے گا تو قرآن کا درس ہی موقوف ہوجائیگا۔ شامی نے حاشیہ درمختار مین لکہا ہے

مقدمین کے نزدیک تعلیم قرآن کی اجرت لینا جائز نہیں تہا اور متاخرین کے نزدیک جائز ہے

ذکر کیا اس لئے کہ رکوع نماز کے ارکان مین سے ایک رکن ہے **ف** بغوی نے لکھا ہے
کہ یہودیونکی نماز مین رکوع نتہا بس گویا اونکو حکم ہوا کہ جو رکوع کے ساتھہ نماز پڑہنے والے ہین
اونکے ساتھہ نماز پڑہو **ف** مفسرین نے لکھا ہے کہ اس آیت مین نماز جماعت کی ترغیب دیگئی ہے
ف جماعت کی نماز داؤد ظاہری کے نزدیک رکن نماز ہے یعنی بغیر اوس کے نماز ادا نہین ہوتی
امام احمد کے نزدیک جماعت فرض ہے رکن نہین یعنی اگرچہ بغیر جماعت بھی اونکے نزدیک نماز ادا
ہوجاتی ہے مگر ترک فرض کا مواخذہ باقی رہتا ہے جمہور کے نزدیک جماعت ایسی سنت موکدہ ہے
کہ واجب سے قریب ہے ۔ سنن موکدہ مین سب سے زیادہ فجر کی سنتون کی تاکید ہے
مگر جب اونکی وجہہ سے جماعت چھوٹ جانیکا خوف ہو تو اونکو بھی چھوڑ دینا چاہیئے **صحیحین** مین
ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ منفرد کی نماز پر جماعت کی نماز ستائیس درجے زیادہ فضیلت رکھتی ہے
صحیحین مین ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے
کہ قسم ہے اوس ذات کی جسکے اختیار مین میری جان ہے مین یہ قصد کرتا ہون کہ ایندھن جمع
کرون پہر نماز کے اذان کا حکم دون ۔ اور جو لوگ جماعت مین حاضر نہون اونپر اون کے گہر پہونکدون

اَتَأْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبِرِّ وَتَنْسَوْنَ اَنْفُسَكُمْ وَاَنْتُمْ تَتْلُوْنَ الْكِتٰبَ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ۝

کیا حکم کرتے ہو تم آدمیون کو نیکی کا اور بہولتے ہو
اپنی جانونکو اور تم پڑہتے ہو کتاب پہر کیا سمجہتے نہین **ف** سدی کا یہ قول ہے کہ یہ آیت
اون علماء یہود کے حق مین اوتری ہے جو اورونکو اللہ کی اطاعت کا حکم کرتے تہے اور خود فسق
و فجور مین مبتلا رہتے تہے ۔ ابن جریج کا یہ قول ہے کہ وہ اورون کو نماز کا اور عبادت کا
حکم کرتے تہے اور خود اوس پر عمل نہین کرتے تہے ۔ بعض مفسرین کا قول یہ ہے کہ یہ آیت
اون علماء یہود کی شان مین اوتری ہے جو توریت مین محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی خبر مذکور دیکہکر

مدینہ میں تشریف لے آنے کے بعد ہجرت کے دوسرے سال میں عید کے دو دن پہلے زکوٰۃ فرض ہوئی
ف مسلم نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے
کہ جو کوئی چاندی اور سونے کا مالک ہے اور اوسمیں سے حق زکوٰۃ ادا نہیں کرتا تو قیامت کے دن
اوس چاندی سونے کی تختیاں بنائی جاوینگی اور اوسکے پہلو پر اور پیشانی پر اور پشت پر اوسکو
داغ دیے جاوینگے پھر دوبارہ گرم کیجاوینگی پھر یہی کیا جائیگا اور اوس دن جس کی مقدار
پچاس ہزار برس کی ہوگی یہانتک کہ فیصلہ کریگا اللہ بندوں میں تب وہ جنت کی طرف جانے کا
یا دوزخ کی طرف ۔ یہ مضمون قرآن میں بھی مذکور ہے چنانچہ سورۂ توبہ میں اللہ فرماتا ہے کہ جو لوگ
جمع کرتے ہیں چاندی سونا اور اللہ کی راہ میں اوسکو خرچ نہیں کرتے اونکو خوشخبری دے عذاب
کی کہ جس دن تپایا جاویگا وہ جہنم کی آگ میں پھر جلائی جاویگی اونکی پیشانیوں پر اور پسلیوں پر
اوسکے داغ لگائے جاوینگے اور کہا جائیگا یہ وہ ہے جو تمنے اپنے واسطے جمع کیا تھا
اب تم اپنے خزانے کا مزا چکھو بخاری نے ابوہریرہ سے روایت کی کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم نے کہ جسکو اللہ نے مال دیا اور اوسنے زکوٰۃ ادا نہیں کی وہ مال قیامت کے دن
اوسکے عذاب کرنے کے لئے ایک گنجا سانپ بنجائیگا اور اوسکی گردن میں طوق بنکر
اوسکے دونوں رخسار دونوں جبڑے ڈسنا شروع کریگا پھر کہیگا کہ میں تیرا مال ہوں میں تیرا خزانہ ہوں پھر
حضرت نے یہ آیت پڑھی جو سورۂ آل عمران میں مذکور ہے نہ گمان کریں وہ لوگ جو بخل کرتے ہیں
اوس مال میں جو اللہ نے اونکو اپنے فضل سے دیا ہے کہ یہ بخل اونکے واسطے بہتر ہے قریب ہے
کہ طوق پہنائے جاوینگے اور اوس مال سے جس میں بخل کرتے ہیں وہ بروز قیامت **وَارْكَعُوا**
مَعَ الرّٰكِعِيْنَ ۝ اور رکوع کرو رکوع کرنے والوں کے ساتھ ف یعنی محمد صلی اللہ
علیہ وسلم اور اون کے صحابہ کے ساتھ شریک ہوکر نماز پڑھو ف نماز کو رکوع کے لفظ سے

ف زکوٰۃ کب فرض ہوئی ۔ ف زکوٰۃ نہ دینے والوں کا عذاب

کاٹے جاتے تھے میں نے پوچھا یہ کون لوگ ہیں جبرئیل نے کہا کہ تیری امت کے خطیب ہیں
جو اوروں کو نیکی کا حکم کرتے ہیں اور اپنے نفسوں کو بھولتے ہیں حالانکہ وہ کتاب بھی پڑھتے ہیں
یہ روایت صحاح کی سب کتابوں میں موجود ہے - اور صحیحین میں اسامہ بن زید سے روایت
ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ قیامت کے دن ایک شخص کو کھینچ کر
دوزخ کی آگ میں ڈالیں گے اور اسکی آنتیں باہر نکل پڑینگی پھر وہ آنتوں کو کھینچتا ہوا ایسا گھومیگا
جیسا کہ چکی کا گدہا چکی کو کھینچتا ہوا گھومتا ہے تمام دوزخی اوس کے پاس جمع ہونگے اور
اوس سے کہیں گے کہ اے فلانے تیرا کیا حال ہوا تو تو ہم کو نیک کام کرنے کی نصیحت
کیا کرتا تھا اور برے کاموں سے منع کیا کرتا تھا وہ کہے گا کہ ہاں میں نیک کاموں کا حکم کرتا تھا
مگر خود اوس پر عمل نہیں کرتا تھا اور برے کاموں سے منع کرتا تھا اور خود ان کو کیا کرتا تھا۔
خطیب اور ابن النجار نے جابر سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا ہے کہ قیامت کے روز اہل جنت دوزخیوں کو عذاب میں مبتلا دیکھیں گے تو
آواز دیں گے کہ اے فلانے اور فلانے تم کو کیا ہوا کہ دوزخ میں پڑے ہو حالانکہ تمہاری
تعلیم کی بموجب عمل کرنے سے ہم جنت میں پہونچے وہ جواب دیں گے کہ ہم تم کو تعلیم کرتے
تھے مگر خود عمل نہیں کرتے تھے طبرانی اور خطیب اور ابن ابی شیبہ نے
ابو برزہ اسلمی سے باسناد صحیح روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ عالم بے عمل
چراغ کی بتی کی مانند ہوتا ہے کہ خود جلتی ہے مگر اوروں کو روشنی دیتی ہے اے اللہ تو
مجھکو اور سب مسلمانوں کو اعمال صالحہ کی توفیق دے اور اپنے عذاب سے بچا - ف بیضاوی نے
لکھا ہے کہ اس آیت میں واعظ کو اپنے اعمال کی حالت درست کرنے کا حکم کیا گیا ہے اور
اسکا حاصل یہ نہیں ہے کہ فاسق کو امر بالمعروف جائز نہیں اسلئے کہ خود بھی اعمال صالحہ کا اختیار کرنا واجب ہے

پہلے سے اہل عرب کو یہ حکم کیا کرتے تہے کہ بہت جلد تمہاری قوم مین ایک رسول پیدا ہونیوالے ہین
اونکی اطاعت کیجیو لیکن جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ظاہر ہوئے تو خود وہی علمائے یہود
انکار کرنے لگے بغوی نے لکہا ہے کہ مومنین مین سے جو علماء یہود کے پہلے سے دوست تہے
اونسے وہ علمائے یہود کہا کرتے تہے کہ تم دین اسلام پر قائم ہو محمد صلی اللہ علیہ وسلم سچے نبی ہین اور
اونکا قول سچا ہے مگر خود مسلمان نہین ہوتے تہے **ف** اگرچہ یہ آیت علماء یہود کے حق مین
نازل ہوئی ہے مگر تمام واعظین بے عمل اسی حکم مین شامل ہین ۔ علماء اصول نے یہ تصریح کی
ہے کہ قرآن کے احکام اونہین واقعات سے مختص نہین ہوتے جن مین وہ نازل ہوئے ہون
بلکہ الفاظ کے عام معنی کا اعتبار ہوتا ہے قرآن مین دوسری جگہ اللہ نے مومنین سے
خطاب کرکے بہی ایسی باتین کہنے سے ناراضگی ظاہر کی ہے جنپر خود عمل نہ کرتے ہون چنانچہ
سورۂ صف مین فرمایا ہے کہ اے ایمان والو کیسلئے کہتے ہو... جو تم کرتے نہین بڑی ناراضگی کا
باعث ہے اللہ کے نزدیک یہ کہ کہو تم ایسی بات جو نکرتے ہو تم **طبرانی** اور بزار اور بیہقی
اور ابن جریر اور ابو یعلی نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے واقعات معراج کی ایک حدیث طویل
روایت کی ہے اوسمین یہ بہی مذکور ہے کہ سیر معراج مین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
ایک گروہ کو دیکھا کہ اونکی زبانین اور ہونٹ قینچیون سے کاٹے جاتے تہے جب وہ کٹ چکتے
تو پہر سیدہا ہو جاتے پہر کاٹے جاتے ہر وقت یہی کیفیت رہتی تہی کچھ توقف نہین ہوتا تہا۔
حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جبریل سے پوچہا کہ یہ کون ہین جبریل نے کہا کہ یہ تمہاری
امت کے وہ خطیب ہین جو ایسی نصیحتین کرتے ہے جن پر خود عمل نہین کرتے تہے
اور بغوی نے اس مضمون کو انس بن مالک سے اسطرح نقل کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا ہے کہ مین نے معراج کی رات مین کچھ لوگون کو دیکہا کہ اونکے ہونٹ آگ کی قینچیون سے

ف احکام قرآن مین عموم الفاظ کا اعتبار ہوتا ہے نہ خصوص سبب کا

ف واعظین بے عمل کا عذاب

عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر مین
فاقہ ہوتا تہا اور رات کو کچھ نکہلاتے تہے اور بہوک غلبہ کرتی تہی تو بار بار مسجد مین جاتے تہے
اور نماز مین مشغول ہوتے تہے **ف** یہ بہی بخوبی سمجھ لینا چاہیے کہ جو نماز مصیبت کا علاج
ہوتی ہے وہ ایسی نماز نہین جسمین ظاہری صورت قیام اور رکوع اور سجود کی ادا ہو اور دل مین
اللہ کیطرف سے غفلت ہو بلکہ علاج مصیبت وہ نماز ہے جسمین دل سے بہی انسان اللہ کیطرف
رجوع ہو اسلئے کہ جب انسان دل سے اللہ کیطرف رجوع ہوتا ہے تو دنیا اور دنیا کی رنج وراحت
سب اوسکو حقیر معلوم ہوتے ہین نہ یہان کی راحت مین اوسکو خوشی ہوتی ہے نہ مصیبت مین
افسوس ہوتا ہے اور اسیوجہ سے تمام رنج وغم اوسکا دور ہوجاتا ہے - اسیوجہ سے
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جب کافرون کی مخالفت کے سبب سے بہت رنج ہوا تو اللہ نے
191 نماز کا حکم کیا چنانچہ سورۂ حجر مین اللہ فرماتا ہے کہ ہم جانتے ہین کہ کافرونکی باتون سے تیرا دل تنگ ہوتا ہے
پس تو اللہ کی حمد کے ساتھ تسبیح کر اور سجدہ کرنیوالون مین سے ہوجا وَإِنَّهَا لَكَبِيرَةٌ
إِلَّا عَلَى الْخَاشِعِينَ الَّذِينَ يَظُنُّونَ أَنَّهُم مُّلَاقُو رَبِّهِمْ
وَأَنَّهُمْ إِلَيْهِ رَاجِعُونَ ۝ اور بیشک وہ بہاری ہوتی ہے مگر اونپر بہاری نہین
ہوتی جو عاجزی کرنے والے ہین اور جو لوگ یہ جانتے ہین کہ بیشک وہ ملنے والے ہین
اپنے رب سے اور بیشک وہ اوسکی طرف رجوع ہونیوالے ہین **ف** إِنَّهَا کی ضمیر بعض
مفسرین نے استعانت کیطرف پہیری ہے یعنی صبر وصلوۃ سے استعانت کرنا نفس پر
بہاری اور مشکل ہے اور بعض نے صرف صلوۃ کیطرف یہ ضمیر پہیری ہے حاصل دونو کا ایک ہی ہے
اسلئے کہ نماز بہی اسیوجہ سے مشکل ہوتی ہے کہ اوسمین بہت سی مشقتون اور نفس کی خواہشون پر
صبر کرنا پڑتا ہے حسن بصری کا قول ہے کہ خاشعین سے مراد ڈرنے والے ہین بغوی نے

اور دوسرونکو بھی اعمال صالحہ کا حکم کرنا واجب ہے پس اگر ایک واجب مین خلل پڑا تو اس سے
یہ لازم نہین آتا کہ دوسرے واجب کو بھی چھوڑ دیا جاوے پس جو عذاب عظیم سپلے عمل کا مذکور ہے
وہ اونکے عمل نہ کرنے کی وجہ سے ہے نہ اورون کو نصیحت کرنے کی وجہ سے ۔

وَاسْتَعِينُوا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ ط اور مدد چاہو صبر سے اور نماز

ف علماے یہود کو مسلمان ہونے مین یہ خوف تھا کہ قوم کی سرداری چھوٹ جاے گی
سے جو دنیاوی فائدے حاصل ہوتے ہین وہ موقوف ہو جائینگے اسکا علاج اللہ نے
اونکو یہ بتایا کہ ان مصیبتون کے دفع کرنے کے لئے صبر اور نماز سے استعانت کرو **صبر** تین قسم
اول اللہ کی عبادت کے لئے مشقت کا تحمل کرنا مثلا نیند کو چھوڑ کر نماز کے لئے اوٹھنا سردی
کے وقت مین غسل اور وضو کرنا اور گرمی اور تاریکی کے وقت مسجد کو جانا ۔ سفر حج کی مشقتین اوٹھانا
دوسرے گناہ کی لذتین جو نفس کو بہت مرغوب ہوتی ہین اونکو اللہ کے خوف سے چھوڑنا
تیسرے مصیبت کے وقت بیقرار نہونا اور اللہ پر توکل کرکے مصیبت کے دور ہونیکا
منتظر رہنا اور یہ سمجھ لینا کہ ہماری بیقراری تقدیر الٰہی کو بدل نہین سکتی اور مصیبت کا بھیجنا اور
اوسکو دفع کرنا اوسی کے اختیار مین ہے ۔ جو شخص صبر کی ان تینون قسمون پر قادر ہو جاتا ہے
اوسکی حالت کو دنیا کی مصیبتین پریشان نہین کرتین ۔ صبر کے فضائل کتاب و سنت مین
بہت مذکور ہین ۔ سورہ زمر مین اللہ فرماتا ہے کہ صابرین اپنا اجر بے حساب پائینگے
مصیبت کا دوسرا علاج اللہ نے نماز کو فرمایا اس لئے کہ نماز مین انسان ہمہ تن اللہ کی طرف
رجوع ہوتا ہے تو ساری مصیبتین اوسکی آسان ہو جاتی ہین **احمد** اور **ابو داود** اور **ابن جریر** نے
حذیفۃ بن الیمان کے بھائی عبد العزیز سے روایت کی ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
کوئی حادثہ پیش آتا تھا تو بہت جلد نماز مین مشغول ہو جاتے تھے ۔ محب طبری نے

ع عبد العزیز حذیفہ بن الیمان کے بہائی ہین بعض نے انکو تابعی لکہا ہے ابن حبان نے ثقات مین لکہا ہے اور بعض نے صحابی بھی کہا ہے ۱۲ ط محب الدین احمد بن عبد اللہ طبری مکہ مین رہتے تھے شافعی مذہب تھے محدث صالح زاہد فقیہ تھے حجاز کے شیخ مانے جاتے ہین جمادی الآخر سنہ ۶۹۴ ھ مین انتقال ہوا ۱۲

ف صبر کا بیان

ف نماز مصیبت کو دفع کرتی ہے

سبحانک لا علم لنا الا ما علمتنا انک انت العلیم الحکیم

مسلمانون کو مژدہ مومنون کو بشارت از توضیح کلام مکرم و تفسیر قرآن معظم

جلد ثانی تفسیر اکسیر اعظم

۱۳۰۷ھ

جسکے لکھنے کی اللہ نے اپنے فضل عظیم اور احسان عمیم سے بندہ مسکین محمد حشام الدین مرادابادی کو توفیق دی

باہتمام قاضی محمد وجیہ الدین مطبع حسینی واقع مرادآباد میں چھپی

لکہا ہے کہ یہان لفظون کے معنے یقین کرنے والون کے ہین ۔ پس حاصل یہ ہوا کہ جو خدا سے
ڈرنے والے ہین اور اونکو خدا کے سامنے جانے اور خدا ہی کی طرف رجوع کرنے کا یقین ہے
اونپر یہ نماز کی مشقت بہاری نہین ہوتی ف مولانا شاہ عبد العزیز رحمہ نے اس آیت کے معنے
یہ لکھے ہین کہ جو عاجزی کرنے والے ہین اور یہ گمان رکھتے ہین کہ نماز کی حالت مین وہ اپنے رب سے
ملنے والے ہین اور اوسکی طرف رجوع ہونیوالے ہین اونپر نماز بہاری نہین ہوتی ۔ واللہ اعلم بالصواب
و الیہ المرجع والمآب

خاتمہ

اللہ کے فضل سے تفسیر الکسیر اعظم کی پہلی جلد شعبان سنہ ۱۳۱۲ ہجری
مین چھپکر مکمل ہوئی اس کتاب کی اشاعت رمضان سنہ ۱۳۱۲ سے شروع ہے
ہر مہینہ مین ایک حصہ شائع ہوتا ہے یہ ایک سال کی جلد ہے
اور آیندہ رمضان سے دوسری جلد ماہوار چھپنا شروع ہوگی اس جلد کی
قیمت بلا محصول [illegible] مع محصول [illegible] اور جو آیندہ اوسکو ماہوار
خریدار ہونگے وہ اگر ایک ماہوار لینا چاہینگے تو آیندہ سال کی قیمت
اونکو [illegible] سال کے حساب سے دینا ہوگی ۔
واللہ المستعان وعلیہ التکلان
وصلی اللہ تعالے علی رسولہ محمد
و آلہ و صحابہ ما طلع
النیران ۔

عادل بادشاہ اور علماء باعمل اوس قوم مین پیدا ہوے **ف** بزرگی تمام بنی اسرائیل کے واسطے نتھی بلکہ اون مین سے صالحین کے واسطے تھی ورنہ اون مین سے بہت سے نافرمان مسخ ہوکر سور اور بندر بھی بن گئے

وَاتَّقُوا يَوْمًا لَّا تَجْزِي نَفْسٌ عَن نَّفْسٍ شَيْئًا وَلَا يُقْبَلُ مِنْهَا شَفَاعَةٌ وَلَا يُؤْخَذُ مِنْهَا عَدْلٌ وَلَا هُمْ يُنصَرُونَ ۝

اور ڈرو اوس دن سے جبکہ نہ کام آئیگا کوئی کسی کی طرف سے کچھہ - اور نہ مانی جاے گی اوسکی طرف سے سفارش اور نہ لیا جائیگا اوس سے بدلا اور نہ وہ مدد کئے جائینگے **ف** یہودیونکا یہ اعتقاد تہا کہ ہمارے آبا واجداد جو بہت سے پیغمبر اور مقبولان الہی تھے وہ قیامت کے روز ہمکو کسی نہ کسی طرح عذاب سے بچالین گے اونکے اس خیال کو باطل کرنے کے لئے اللہ نے فرما دیا کہ جتنی تدبیرین دوسرے کو بچانے کی ہوسکتی ہین وہ قیامت کے روز ایک بھی نہ چلے گی ظاہر ہے کہ دنیا مین جب کوئی شخص کسی حاکم کے مواخذہ مین گرفتار ہوتا ہے تو جو اوسکے غمخوار ہوتے ہین اول تو وہ اس امر مین کوشش کرتے ہین کہ جس حق کا اوس سے مواخذہ ہو وہ ادا کردین جب یہ تدبیر بن نہین پڑتی تو سعی سفارش کے سلسلے پیدا کرتے ہین اور جب اس سے بھی کام نہین چلتا تو اوسکے عوض مین کچھہ اور تاوان دینے کا قصد کرتے ہین اور جب اس سے بھی کام نہین نکلتا تو سب اوس کے شریک ہوکر حاکم کے ساتھہ بغاوت اور مقابلہ کرتے ہین اسی کو عربی مین نصرت کہتے ہین - پس خدا نے یہودیون کے خیال کو غلط کر دینے کے واسطے اس آیت مین فرمادیا کہ جتنی تدبیرین دوسرے کو بچانے کے واسطے ہوسکتی ہین ان مین سے کا ذکر کیا اسطرح اوس روز ایک تدبیر بھی نہو سکے گی پس اے یہودیو تمہارے باپ دادے تمکو کسی طرح نہین بچا سکتے **ف** اس آیت مین کافرونکی حالت بیان ہوئی ہے اسیوجہ سے شفاعت کی مطلق نفی کیگئی - اور مسلمانون کے حق مین شفاعت بالاذن بالاتفاق مقبول ہوگی یہ مضمون بہت سی آیتون اور حدیثون سے ثابت ہواہے

وَإِذْ نَجَّيْنَاكُم مِّنْ آلِ فِرْعَوْنَ يَسُومُونَكُمْ سُوءَ الْعَذَابِ يُذَبِّحُونَ أَبْنَاءَكُمْ وَيَسْتَحْيُونَ نِسَاءَكُمْ وَفِي ذَٰلِكُم بَلَاءٌ مِّن رَّبِّكُمْ عَظِيمٌ ۝

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ علی رسولہ محمد و آلہ و اصحابہ اجمعین اما بعد
مسکین **محمد احتشام الدین** مراد آبادی مسلمانوں کی خدمت میں التماس کرتا ہے کہ اب بیان جلد ثانی
تفسیر اکسیر اعظم کی شروع ہے جسکو میں نے رمضان سنہ [illegible] ہجری میں لکھنا شروع کیا اللہ تکمیل کو پہونچاوے
واللہ المستعان وعلیہ التکلان **یٰبَنِیۡۤ اِسۡرَآءِیۡلَ اذۡکُرُوۡا نِعۡمَتِیَ الَّتِیۡۤ اَنۡعَمۡتُ
عَلَیۡکُمۡ وَ اَنِّیۡ فَضَّلۡتُکُمۡ عَلَی الۡعٰلَمِیۡنَ** ۝ اے اسرائیل کی اولاد یاد کرو
میری نعمت کو جو انعام کی میں نے تمپر اور میں نے بزرگی دی تمکو تمام اونپر **ف** مراد یہ ہے کہ جو عالم والے
بنی اسرائیل کے زمانے میں موجود تھے اونپر بزرگی دی اور اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ جو قومیں اون سے
پہلے ہوچکی ہیں یا اونکے بعد پیدا ہوئیں اونپر بھی بزرگی ہو۔ بنی اسرائیل کو جو بزرگی دیگئی وہ یہ تھی کہ چار ہزار پیغمبر اوس
قوم میں پیدا ہوئے اور توریت اور انجیل اور زبور وغیرہ کتابیں اونکی زبان میں نازل ہوئیں اور بہت سے

پشت خمیدہ ہو جاتی تھی۔ عورتوں سے چرخہ کتواتے تھے اور کپڑا بنواتے تھے اور خاکروبی کا کام لیتے تھے اور جو لوگ بوڑھے او ضعیف تھے اور خدمت کرنیکے لائق نہ تھے اونپر جزیہ مقرر کیا تھا یہ مصیبتین بنی اسرائیل پر ایسی تھین کہ اپنی جان سے تنگ تھے۔ ابن جریر نے سدی سے روایت کی ہے کہ فرعون نے ایک مرتبہ خواب مین دیکھا کہ ایک آگ بیت المقدس کیطرف سے اوٹھی اور ملک مصر پر محیط ہو گئی اور ہر قبطی کے گھر کو اوس نے جلا دیا اور بنی اسرائیل کو اوس سے کچھ صدمہ نہ پہونچا اس خواب کے دیکھنے سے فرعون کے دل مین بہت ہیبت پیدا ہوئی کاہنون سے اوسکی تعبیر پوچھی او نجومیون نے یہ جواب دیا کہ بنی اسرائیل مین ایک ایسا لڑکا پیدا ہوگا جو تجھکو ہلاک کریگا اور تیری سلطنت چھینے گا۔ بغوی نے لکھا ہے کہ اسکے بعد فرعون نے یہ حکم دیا کہ بنی اسرائیل مین جو لڑکا پیدا ہو وہ قتل کیا جاوے چنانچہ دائیون کو جمع کر کے اس حکم کی تاکید کی کہ بنی اسرائیل مین جو لڑکا پیدا ہو وہ فوراً قتل کر دیا جاوے اور لڑکیان سلامت چھوڑ دی جائین بعض علما کا قول ہے کہ حضرت موسے کی تلاش مین فرعون نے بارہ ہزار لڑکے قتل کیے وہب بن منبہ کا قول ہے کہ مجھکو یہ روایت پہونچی ہے کہ نوے ہزار بچے ذبح کیے آخر یہ نوبت پہونچی کہ بنی اسرائیل مین جو بوڑھے لوگ تھے وہ مرنے لگے اور بچے قتل ہو جاتے تھے اسوجہ سے قریب تھا کہ بنی اسرائیل کا وجود جہان سے معدوم ہو جاوے اوسوقت قبطیون کے سردار فرعون کے پاس گئے اور اوس سے کہا کہ اگر اسی طرح بنی اسرائیل کے بچے ذبح ہوا کرینگے تو بہت جلد وہ قوم تمام ہو جاے گی کیونکہ جو اون مین کے بوڑھے ہین وہ روز بروز مرتے جاتے ہین پس اگر یہ سب لوگ مر گئے تو ہماری محنت اور مزدوری کون کریگا ہم لوگون کو خود ہی اپنے کامون کے واسطے محنت کرنا پڑے گی تب فرعون نے یہ حکم دیا کہ ایک سال کے لڑکے ذبح کیے جایا کرین اور ایک سال کے زندہ چھوڑ دیے جائین۔ حضرت ہارون اوس سال مین پیدا ہوئے تھے جسمین بچے سلامت چھوڑے جاتے تھے۔ اور موسی اوس سال مین پیدا ہوئے تھے جسمین بچے ذبح ہوتے تھے ف جو اللہ نے فرمایا کہ اس مین تمہارے رب کیطرف سے بڑا عظیم تھی اس سے ظاہر ہو گیا کہ انسان پر

فائدہ فرعون نے خواب دیکھا تھا اسکی تعبیر

اور یاد کرو جبکہ بچایا ہمنے تمکو قوم فرعون سے کہ ایذا دیتے تھے تمکو بری ایذا ذبح کرڈالتے تھے تمہارے بیٹونکو
اور زندہ چھوڑتے تھے عورتونکو اور اس مین تمپر بلا تھی تمہارے رب کیطرف سے بہت بڑی۔ ف

اس آیت مین اوس قصہ کا بیان ہے جو حضرت موسے کے زمانہ سے پہلے مصر مین بنی اسرائیل پر ظلم ہوتا تھا
اوس زمانے مین مصر مین دو قومین بڑی بڑی تہین ایک قبطی کہلاتے تھے جنکی سلطنت تھی۔ اتقان مین مجاہد کا
یہ قول نقل کیا ہے کہ اس قوم کی اصل فارس کے ملک اصطخر سے تھی اونکی اصطلاح مین بادشاہ کو فرعون کہتے
تھے۔ دوسری قوم مصر مین بنی اسرائیل تھی۔ جو فرعون حضرت موسے کے زمانہ مین تہا اوس کا نام ولید بن
مصعب بن ریان تہا اوسکی عمر چار سو برس سے زیادہ ہوئی اوسکا دادا ریان شاید وہی ہے جو حضرت یوسف
علیہ السلام کے زمانے مین مصر کا فرعون یعنی بادشاہ تھا اور فرعون یوسف کے زمانہ سے فرعون موسے کے
زمانے تک مورخین نے چار سو برس کا فصل لکھا ہے بنی اسرائیل مصر مین حضرت یوسف علیہ السلام کے
زمانہ سے رہتے تھے۔ حضرت یوسف کے زمانہ مین اونکے باپ حضرت یعقوب جنکا نام اسرائیل ہے مع اپنے تمام
خاندان کے مصر مین چلے گئے تھے اوس وقت سے بنی اسرائیل کا وطن وہی شہر مقرر ہوا حضرت یعقوب کے کل بارہ بیٹے
تھے اون مین سے ہر ایک کی اولاد کا جدا جدا قبیلہ تہا۔ اسیطرح بنی اسرائیل کے بارہ قبیلہ ہوگئے تہے۔ جو
فرعون حضرت موسے کے زمانہ مین تھا اوسکو بیکایک خدائی کا دعوے پیدا ہوا اور تمام ارکین سلطنت کو اوسنے
یہ حکم دیا کہ اوسکو سجدہ کرین سب سے پہلے اوس کے وزیر ہامان نے اوسکو سجدہ کیا بنی اسرائیل کی قوم کے
لوگ چونکہ خاندان انبیا سے تہے اونہون نے فرعون کو سجدہ کرنے سے انکار کیا اسوجہ سے فرعون بنی اسرائیل
کی تمام قوم سے ناراض ہوگیا اور اون مین سے بہت سے لوگون کو گرم کہولتے ہوئے تیل مین ڈالکر جلا دیا جو
باقی رہے اونکو یہ سزا دی کہ تمام قوم بنی اسرائیل نہایت ذلت کی حالت مین تھی اور بعض کو پہاڑون سے پتھر
کہود کر لانے پر بعض کو اینٹین تیار کرنے پر بعض کو عمارت بنانے پر بعض کو بڑہئی اور لوہار کے کام پر بعض اور زیادہ
ذلیل کام پر مقرر کیا تہا۔ یہ سب کام بطور بیگار کے اون سے لیے جاتے تھے بہتر نی ہوڑ ڈہوتے اونکی گردن اور

القصہ حضرت یعقوب کے بارہ بیٹون کی اولاد مین چارسو برس کے اندر اتنی بڑی جماعت ہوگئی تھی اور ابن مسعود سے
منقول ہے کہ حضرت موسے کے ساتھی چھ لاکھ ستر ہزار تھے جب وہ مصر سے نکلے تو جنگل مین راستہ
بھول گئے ہر چند کوشش کرتے تھے راستہ نہ ملتا تھا اوس حیرانی مین حضرت موسے نے بنی اسرائیل کے
بوڑھے آدمیونکو جمع کیا اور اون سے مشورہ کیا اونہون نے کہا کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے مرتے وقت
یہ عہد لیا تھا کہ جب مصر سے نکلین تو اون کے تابوت کو ساتھ لیتے جایئن چونکہ ہمنے اس وصیت پر
عمل نہین کیا اسوجہ سے راستہ بہی بند ہوگیا اوسوقت حضرت موسی کو حضرت یوسف کی قبر کی تفتیش ہوئی
اونکی قبر کسی کو معلوم نہتی بہت سی تحقیق کے بعد ایک بوڑہی عورت نے کہا کہ مجھکو یوسف کی قبر معلوم
اس شرط پر بتاؤنگی کہ جو مانگون وہ میرا سوال پورا کرو حضرت موسے نے اس وعدہ مین تامل اور اللہ سے
استعانت کی آخر اللہ کا حکم ہوا کہ اوسکا سوال پورا کرنے کا وعدہ کر لو جب حضرت موسی نے وعدہ کر لیا تو اوس
بوڑہی نے کہا کہ پہلی تو میری حاجت یہ ہے کہ مین ضعیفی کی وجہ سے چل نہین سکتی مجھکو ایک سواری دو اور اپنے
ساتھ لیچلو اور آخرت مین میری حاجت یہ ہے کہ اے موسی تم جنت کے دروازہ مین بغیر میرے داخل نہ ہو
حضرت موسے نے اللہ کے حکم کی بموجب ان وعدونکو قبول کیا تب اوس بوڑہی نے دریا ... نیل کے
اندر ایک مقام پر حضرت یوسف کی قبر کا پتا دیا حضرت موسے نے دعا کی وہان سے پانی ہٹ گیا پہر اوس
مقام کو کہودا تو ایک صندوق سنگ مرمر کا برآمد ہوا اوس مین حضرت یوسف کا جسم مبارک تھا اوسکو حضرت
موسے نے ساتھ لیا اور اوسوقت تک وہ تابوت بنی اسرائیل کے ساتھ رہا کہ جب وہ شام کے ملک مین
پہونچے وہان اونہون نے اوسکو دفن کیا جب حضرت یوسف کا تابوت حضرت موسے نے ساتھ لیا تو
راستہ اونپر کہل گیا اور وہان سے چلدیے ہارون ساری جماعت کے آگے آگے تھے اور حضرت موسی پیچھے پیچھے
جب فرعون کو یہ خبر ہوئی تو صبح کو اوس نے ایک بڑے بھاری لشکر کے ساتھ اونکا تعاقب کیا جب صبح
ہوئی تو بنی اسرائیل سمندر کے کنارے پہونچے اب آگے بڑہنا ممکن نہتا پیچہے سے فرعون کا لشکر قریب

جو خوشی یا مصیبت آتی ہے سب اللہ کیطرف سے ہوتی ہے **ف** بلا کے معنی امتحان کے ہین اور اللہ
کیطرف سے امتحان کبھی تو مصیبت مین ہوتا ہے کہ بندہ صبر کرتا ہے یا نہین اور کبھی فراغت اور آسائش مین
ہوتا ہے کہ بندہ شکر کرتا ہے یا نہین پس یہ جو فرمایا کہ اس مین تمہارے رب کیطرف سے بلا یعنی امتحان تھا
اس مین دونو احتمال ہین یا تو یہ معنی ہون کہ اللہ نے جو فرعون کو اونپر مسلط کر دیا اور اوسکے ہاتھ سے اونپر
سخت مصیبت پہونچی اس مین اللہ نے اونکے صبر کا امتحان کیا تھا۔ یا یہ معنی ہونگے کہ اللہ نے جو اون کو
فرعون کے عذاب سے نجات دی اس مین اونکے شکر کا امتحان تھا **وَإِذْ فَرَقْنَا بِكُمُ الْبَحْرَ
فَأَنْجَيْنَاكُمْ وَأَغْرَقْنَا آلَ فِرْعَوْنَ وَأَنْتُمْ تَنْظُرُونَ ۝** اور جس وقت کہ جدا
کر دیا ہمنے تمہارے لئے دریا کو پھر نجات دی ہمنے تمکو اور ڈبو دیا ہمنے قوم فرعون کو اور تم دیکھ رہے تھے
ف جب فرعون بنی اسرائیل کے بچون کو قتل کرتا تھا اوسی حالت مین حضرت موسیٰ پیدا ہوئے اللہ نے
قتل سے اونکو بچایا اور خود فرعون نے اونکی پرورش کی جب وہ جوان ہوئے مصر سے چلے گئے اللہ نے اونکو
نبوت دی اور اونکے بھائی ہارون کو اونکا نائب کیا پھر وہ مصر مین آئے اور فرعون کو اور اوسکی قوم کو ہر چند سمجھایا
اور معجزات دکھائے وہ نمانے تب اللہ نے حکم دیا کہ بنی اسرائیل کو لیکر راتون رات یہان سے نکل جاؤ اتنا قصہ
اس موقع پر اللہ نے حذف کر دیا اگر آئندہ جا بجا اوسکی تفصیل مذکور ہوگی لہذا جو شرح اس قصہ کی اہل تفسیر نے
کی ہے وہ اوسکو ہم وہین لکھینگے بغوی نے لکھا ہے کہ جس شب مین حضرت موسیٰ بنی اسرائیل کو لیکر نکلے
اوس شب مین قبطیون مین ایسی موت پھیلی کہ جتنی باکرہ لڑکیان تھین سب مر گئین لہذا وہ اون کے دفن کے سامان
مین مصروف ہوئے اور بنی اسرائیل کی حالت کی کسی نے خبر نلی وہ اطمینان کے ساتھ وہان سے چلدیے
جب بنی اسرائیل حضرت موسے کے ساتھ مصر سے نکلے تو اونکی جماعت مین چھ لاکھ بیس ہزار جنگی جوان تھے
اس شمار مین بیس برس تک کا لڑکا اور ساٹھ برس سے اوپر کا بوڑھا شامل نہین۔ اور اسوقت سے چار سو برس
پہلے جب حضرت یعقوب جنکا نام اسرائیل تھا مصر مین داخل ہوئے تھے تو عورت مرد سب ملکر بہتر آدمی تھے

ف [illegible] مصیبت [illegible]

اس آیت مین اسی قصہ کو اللہ نے یاد دلایا ہے کہ اے یہود مدینہ تم اوس حالت کو یاد کرو جب ہم نے تمکو یعنی
تمہارے بزرگون کو قوم فرعون کے ظلمون سے نجات دی اور دریا کو تمہارے لئے جدا کر دیا اور تمہین
دریا سے اوتار دیا اور قوم فرعون کو غرق کر دیا اور تم اوسکا تماشا دیکھ رہے تھے [illegible] بعض مفسرین کی
راے یہ بھی ہے کہ حضرت موسے نے دریاے نیل سے عبور کیا تھا۔ واللہ اعلم [illegible] بحر قلزم
وہی سمندر ہے جسمین گذر کر ہندوستان والے حج کو جایا کرتے [illegible] سمندر مثل [illegible] ہندوستان تا پیدا [illegible]
نہین بلکہ اوس کے دونو طرف خشکی ہے اور بیچ مین ندی کی طرح [illegible] مشرقی کنارے پر عدن پھر
ملک یمن پھر عرب پھر ملک شام ہے۔ غربی کنارہ پر ملک حبش اور ملک مصر واقع ہے بنی اسرائیل نے
جب فرعون کے ظلم سے مجبور ہوکر ہجرت کی تو وہ بحر قلزم کو عبور کرکے اوسکے مشرقی کنارہ [illegible]
سرحد شام مین اوس موقع پر آگئے جہان کوہ سینا واقع ہے اسیطرح مسلمانون نے بھی ابتداے اسلام [illegible]
مشرکین مکہ کے ہاتھون سے مجبور ہوکر جب مکہ سے پہلے ہجرت کی تھی [illegible] بحر قلزم کو عبور [illegible]
[illegible] وہ اوس کے مشرقی کنارہ سے غربی کنارہ پر آئے تھے یعنی عرب سے بحر قلزم کو عبور [illegible]
ملک حبش مین پہونچے تھے جہان نجاشی بادشاہ تھا اگرچہ اب بحر قلزم کسی مقام پر ایسا تنگ نہین [illegible]
[illegible] صرف بارہ تیرہ میل ہو مگر حضرت موسیٰ کے عبور کے وقت [illegible]
[illegible] اوس دریا کی حالت کا انقلاب ہوگیا۔ یہ واقعہ اللہ کی قدرت [illegible]
حضرت موسیٰ کا ایک بہت بڑا معجزہ تھا اور اسمین خرق عادت [illegible]
[illegible] سے معجزات کو شامل ہے مثلاً سمندر کے پانی کا جا بجا پھٹ [illegible]
اور ہر جگہ پانی کا پہاڑ کیطرح کھڑا ہوجانا دوسرا معجزہ تھا اور بعد عبور بنی اسرائیل کے فرعون کے آنے تک
[illegible] حالت پر باقی رہنا تیسرا معجزہ تھا۔ اور جب فرعون اور اوس کی فوج کے سب آدمی سمندر مین
[illegible] ہوگئے اوسوقت دفعتاً اوسکا پانی ملکر ایک ہوجانا چوتھا معجزہ تہا سید احمد خان کسی امر خارق عادت کا

آگیا اوسوقت بنی اسرائیل سخت حیران ہوئے اور حضرت موسیٰ سے کہا کہ اے موسیٰ اب ہم کیا تدبیر کریں ملنے
جو وعدے کئے تھے وہ کہاں گئے اب اگر بڑہتے ہیں تو سمندر میں ڈوبتے ہیں اور اگر رکتے ہیں تو فرعون کا لشکر
قتل کئے دیتا ہے حضرت موسیٰ نے کہا بیشک اللہ ہمارے ساتھ ہے وہ نجات دیگا چنانچہ اللہ کا حکم
ہوا کہ عصا کو پانی میں مارو اسیطرح کیا چنانچہ سمندر کا پانی بہم کر بارہ جگہ سے جدا جدا ہوگیا اور دریا میں بارہ
رستے پیدا ہو گئے اور اون کے درمیان کا پانی ہر جگہ مثل پہاڑ کے ٹھہر گیا۔ بنی اسرائیل کے بارہ قبیلے
تھے ایک ایک قبیلہ ایک ایک رستہ سے اوتر گیا اور اونکو درمیان میں بھی ایک ... ان قبیلے ... تھے
کہ ایک رستہ چلنے والوں کو دوسرے رستے چلنے والے نظر آتے تھے جب بنی اسرائیل سمندر کے پار اوتر گئے تو
فرعون مع اپنے لشکر کے دریا کے کنارہ پر پہونچا اوسوقت تک سمندر میں اوسی طرح راستے بنے ہوئے تھے
جب اوس نے دریا کی یہ حالت دیکھی تو اپنی قوم سے کہا کہ میری ہیبت سے دریا پھٹ گیا ہے تاکہ میں اپنے
بھاگے ہوئے غلاموں کو پکڑلوں پھر اوس نے اپنی فوجکو دریا میں داخل ہونے کا حکم دیا مگر کسی کو جرأت ہوئی
اور ایک روایت یہ ہے کہ اوسکی فوج نے کہا کہ اگر تو رب ہے تو موسیٰ کیطرح دریا سے اوتر جا فرعون ایک
گھوڑے پر سوار تہا۔ اور اوسکی فوج میں کوئی مادہ گھوڑی نتھی۔ اوسوقت جبریل ایک مادہ گھوڑی پر سوار ہو کر
فرعون کے گھوڑے کے سامنے آئے اور اوس گھوڑی کو دریا میں ڈالدیا۔ فرعون کا گھوڑا بھی اوس کے اختیار
سے باہر ہو کر اوس گھوڑی کے پیچھے دریا میں چلدیا۔ اور اوسکے پیچھے تمام فوجکے گھوڑے چلدئے اوس
فوجکے پیچھے سے میکائیل گھوڑوں کو ہانکتے تھے تاکہ کوئی شخص اوس قوم کا باقی نرہجائے سب دریا میں داخل
ہو جائیں جب فرعون کی ساری قوم دریا میں داخل ہوگئی اوسوقت دریا کا پانی پھر ایک ہوگیا اور وہ سب
ڈوب گئے اور یہ اوس مقام پر پہونچکر دیکھتے تھے کہ بنی اسرائیل اونکے ڈوبنے کا تماشا اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے
تھے اوس موقع پر دریا کی چوڑائی اس کنارے سے اوس کنارے تک چار فرسخ تھی یہ تمام قصہ ہمنے
بطور انتخاب کے تفسیر بغوی سے نقل کیا ہے۔ چار فرسخ کی مقدار تقریباً چودہ یا پندرہ میل ہوتے ہیں ۱۲

یہ اعتقاد تمام مسلمانوں کا ہے امم سابقہ کا بھی یہی اعتقاد تھا اور نزول قرآن کے وقت سے آجتک ہر
قرن میں مسلمانوں کا بھی اعتقاد رہا کیفیت بطور جزر و مد دریا کے واقع ہوئی تھی یہ اعتقاد سید احمد خان کا ہے
ان سے پہلے آجتک کوئی شخص اسکا قائل نہیں ہوا - یہ انکار سید احمد خان کا صرف اسی معجزہ ہی نہیں
بلکہ وہ تمام انبیا کے سب معجزوں کے منکر ہیں اگرچہ اون کے قول کے ابطال کے واسطے اتنی ہی بات
کافی تھی کہ سلف سے آجتک جتنے اہل علم گذرے ہیں یہ قول اونکا سب کے مخالف ہے لیکن چونکہ اونکو
اس امر کی پروا نہیں لہذا ہم کہتے ہیں کہ آجتک کبھی نہیں سنا گیا کہ جزر و مد کی وجہ سے کوئی سمندر بالکل آب
اور خشک ہوگیا بیشک پانی گھٹتا بڑھتا ہے مگر ایسا کبھی نہیں ہوتا کہ خشک راستہ بنجاوے سمندر اب بھی موجود ہے
اور جزر و مد اوس میں آتا ہے مگر کبھی سمندر میں اس کنارہ سے اوس کنارے تک خشک رستہ پیدا نہیں ہوا
پانی پہاڑ کی طرح ٹہیر جاوے کہیں اس قسم کے جزر و مد کا تاریخ میں پتا ہے - سید احمد خان نے معجزہ کو
انکار کرنے کے لئے اٹکل سے یہ بات بنا دی مگر اوسکی کوئی نظیر تاریخ سے نہیں دے سکتے - دوسرے یہ کہ یہ
بات تو سید احمد خان خود ہی کہتے ہیں کہ جسمقام پر عبور ہوا وہاں دریا کا عرض بہت تھوڑا تھا اور جو لوگ فن ہیئت
کے محقق ہیں اونکا یہ قول ہے کہ بہت چھوٹے عرض کے دریا میں مد و جزر یعنی چڑھاؤ اوتار بالکل نہیں آتا
اور جو کچھ آتا ہے تو ایسا خفیف ہوتا ہے کہ پانی کی حالت کا تغیر محسوس نہیں ہوتا اسلئے مد و جزر اوسوقت ہوتا ہے کہ
جب پانی کی سطح پر چاند کی کشش کم و بیش پڑتی ہے جسطرف کشش قوی ہوتی ہے وہانکا پانی اوپر کو اوٹھ جاتا ہے
جسطرف ضعیف ہوتی ہے وہانکا پانی نیچے کو اوتر آتا ہے یہی وجہ جزر و مد کے وقوع کی ہوتی ہے اور جب دریا کا عرض
کم ہوتا ہے تو اوسکی تمام سطح پر چاند کی کشش ایک ہی پڑتی ہے ایسی کم و بیش نہیں ہوتی کہ ایک مقام سے
پانی اوٹھ جاوے اور دوسری طرف سے نیچے کو اوترنے لگے - اسلئے چھوٹے عرض کے دریا میں
جزر و مد متحقق نہیں ہوتا - حدائق النجوم میں لکھا ہے اما در بحیرہ ہا و بحر ہاے صغار مد و جزر واقع نمیشود و اگر واقع شود
غیر معتد بہ می باشد زیرا کہ بجہت صغر اینہا ہرگاہ قمر بر سمت الراس اینہا میرسد ہمہ اجزای اینہا را علی السویہ

واقع ہونا ممکن ہی نہین سمجھتے اسلئے وہ انبیاء کے تمام معجزات کا انکار کرتے ہین اسیطرح اس معجزہ کا بھی انکار کرتے ہین اور اس قصے کو مد و جزر یعنی جوار بھاٹے کی حالت بتاتے ہین - یہ قصہ قرآن مین کئی جگہ کئی جگہ آیا ہے - جدا جدا ہر ایک آیت مین جو سید احمد خان نے تاویل بلکہ تحریف کی ہے اوسکا جواب ہم انہین آیات کی تفسیر مین لکھین گے اس موقع پر صرف اوس بحث کو لکھتے ہین جو اسی آیت سے تعلق رکھتی ہے وہ لکھتے ہین کہ معلوم ہوتا ہے کہ اوسوقت بسبب جوار بھاٹے کے جو سمندر مین آتا رہتا ہے اوس مقام پر کہین خشک زمین نکل آئی تھی اور کہین پایاب رہگئی تھی بنی اسرائیل پایاب و خشک راستے سے راتون رات پار اوتر گئے جیسا کہ مطلب صاف اوس آیت سے پایا جاتا ہے جو سورۂ دخان مین ہے کہ وَاتْرُكِ الْبَحْرَ رَهْوًا جسکا مطلب یہ ہے کہ چھوڑ سمندر کو ایسی حالت مین کہ اوترا ہوا ہے صبح ہوتے فرعون نے جو دیکھا کہ بنی اسرائیل پار اوتر گئے اوس نے بھی اونکا تعاقب کیا اور لڑائی کی گاڑیان اور سوار اور پیادے سمندر کے بیچ مین ڈالدیے اور وہ وقت پانی کے چڑھنے کا تھا لمحہ مین پانی چڑھ گیا جیسے کہ اوسکی عادت کی اونکے چڑھنے اور ڈبانے ہوگیا تھا جس مین فرعون اور اوسکا لشکر ڈوب گیا - **اقول** اگر سید احمد خان یہ سمجھتے ہین کہ سمندر کے پانی کا ٹھیر جانا اور جا بجا اوس مین خشک رستہ بنجانا ایک ایسا امر ہے جو ہو نہین سکتا تو یہ تو خدا کی قدرت کا انکار ہے اور اگر اس واقعے کو اسوجہ سے نہین مانتے کہ معمول اور عادت کے خلاف ہے تو یہ وجہ انکار کی ٹھیک نہین اسلئے کہ قادر مختار کو اپنے فعل مین اختیار ہے کہ کبھی کسی مصلحت سے کوئی امر خلاف عادت ظاہر کرے - اب غور کرنے کے قابل یہ بات ہے کہ قرآن سے کیا ثابت ہوتا ہے اس موقع پر تو اللہ نے بنی اسرائیل سے خطاب کر کے یہ فرمایا ہے کہ ہمنے تمہارے لئے دریا کو پھاڑا اور سورۂ طہ مین دریا مین خشک راستہ ہوجانے کا ذکر کیا اور سورۂ شعرا مین یہ فرمایا کہ ہر جگہ سے پانی تھم کر بڑے پہاڑ کی مانند ہوگیا اب یہ بحث باقی ہے کہ دریائی یہ کیفیت بالطبع خرق عادت اور اعجاز کے طور پر تھی جو اللہ نے اپنی قدرت کی بہت بڑی نشانی بنی اسرائیل پر ظاہر کی اور اوسکو حضرت موسیٰ کا معجزہ بنایا

پانی کا پھٹنا اور جدا ہونا نہین کہتے اور اس قصہ کی نسبت جابجا قرآن مین مذکور ہی کہ پانی پھٹ گیا اور
جدا جدا ہوگیا لہذا یہ معجزہ تہا اور جب ثابت ہوگیا کہ یہ معجزہ تہا تو یہ بھی ثابت ہوگیا کہ یہ حادثہ بطور خرق
عادت کی واقع ہوا جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کا بہت بڑا معجزہ تہا **ف** صحیحین مین ابن عباسؓ سے
روایت ہی کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ مین تشریف لائی تو آپکو یہ معلوم ہوا کہ یہود عاشورے کے دن
روزہ رکہا کرتے ہین آپنے اوسکا سبب پوچہا اونہون نے جواب دیا کہ یہ وہ بزرگ دن ہی جسدن اللہ نے
موسیٰ اور تمام بنی اسرائیل کو نجات دی اور فرعون کو غرق کیا پس اوس روز حضرت موسیٰ نے شکر کا روزہ
رکہا تہا اسی وجہ سی ہم بہی اوسی روز روزہ رکہتے ہین حضرت نے فرمایا کہ بہ نسبت تمہارے ہم موسیٰ کی حق دار
زیادہ ہین اوس روز سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود بہی روزہ رکہا اور مسلمانون کو بھی روزہ کا حکم
کیا جسکی سنت آجتک جاری ہے اس روایت سے معلوم ہوا کہ یہ حادثہ عاشورے کے دن واقع ہوا تہا

وَاِذْ وٰعَدْنَا مُوْسٰٓى اَرْبَعِيْنَ لَيْلَةً ثُمَّ اتَّخَذْتُمُ الْعِجْلَ مِنْۢ بَعْدِهٖ وَاَنْتُمْ ظٰلِمُوْنَ ۝ اور جب کیا ہمنے موسیٰ سے چالیس راتون کا پہر بنا لیا تمنے بچھڑا
اوسکے پیچہے اور تم ظالم تہے **ف** واعدنا کے ایک معنی تو یہ ہین کہ ہم نے موسیٰ سے وعدہ کیا یہ معنی تو
اس مقام پر بہت صاف اور ٹہیک ہین۔ دوسرے معنی یہ ہین کہ ہم مین اور موسیٰ مین باہم وعدہ ہوا یعنی
ہمنے موسیٰ سے وعدہ کیا اور موسیٰ نے ہمسے وعدہ کیا اس معنی کے لحاظ سے زجاجؒ نے یہ کہا ہی کہ اللہ
کی طرف سی حکم ہوا اور موسیٰ کیطرف سے قبول ہوا اسیوجہسے ایسا لفظ فرمایا جسمین دونو طرف سے وعدے
کے معنے پائے جاتے ہین۔ اور بعض مفسرین نے یہ لکہا ہے کہ اللہ کی طرف سے توریت دینے کا وعدہ تہا
اور موسیٰ کیطرف سے چالیس دن تک اعتکاف کرنیکا وعدہ ہوا **ف** ابن کثیر اور نافع اور عاصم اور
ابن عامر اور حمزہ اور کسائی کی قرأت واعدنا ہے اور ابو عمر اور اہل بصرہ کی قرأت وعدنا ہے۔
ف اصل قصہ یہ ہی کہ غرق فرعون اور نجات بنی اسرائیل کے بعد اللہ نے حضرت موسیٰ کو حکم دیا

میگشند وجہ وہ تاثرات اثمار و استخراض کہ مبنی بر اختلاف جہت تاثیر موثر و اجزای مختلف متاثرات صورت نمی بندد و ہمین حال در آن شعبہ است قصیر العرض بحار کہ اندرون آراضی مکشوفہ در آمدہ اند مانند بحر بالطیق کہ زیر یورپ و شعبہ و غیرہ آن است چہ قلت انبساط میاہ ایشان و احاطہ آراضی مکشوفہ از اکثر اطراف ایشان مانع قبول اثر شدہ کہ زیادن صورت تاثیر ثقیل است میگردد انتہی۔ اس تحقیق سے یہ ثابت ہو گیا کہ جہاں حضرت موسیٰ نے عبور کیا تھا وہاں مد و جزر واقع ہی ہوتا ہوگا۔ تیسرے یہ کہ مد و جزر یا چاند کی کشش سے واقع ہوتا ہے یا سورج کی کشش ہو سورج کی کشش سے جو مد و جزر واقع ہوتا ہے وہ نہایت خفیف ہوتا ہے اسلئے کہ سورج زمین سے بہت دور ہے پس کشش اوسکی بہت کم پڑتی ہے اور جو مد و جزر چاند کی کشش سے ہوتا ہے وہ قوی ہوتا ہے اسلئے کہ چاند زمین سے قریب ہے اس سبب سے اثر اوس کی کشش کا بہت ہوتا ہے چنانچہ سورج کی کشش اور چاند کی کشش مین جو مین اور وس کی نسبت ہو حدائق النجوم مین لکہا ہے۔ چون قطر ارض نسبت ببعد قمر از ارض قدر محسوس معتد بہ دارد و نسبت ببعد شمس از ارض دارد معتد بہ نیست تغیر جاذبیت از اثر جاذبیہ شمس در اضلاع مساحت شمس ہم در اضلاع نظیرہ آن اضعف و اقل است از تغیری کہ از تاثیر جاذبیہ قمر در اضلاع مساحت قمر و نظائر آن حادث شود چنانکہ نسبت اثر جاذبہ قمر با جاذبیہ شمس چون نسبت ہ و لبہ یافتہ اند۔ پس اگر یہ قصہ مد و جزر کا نتیجہ مانا جاوے تو ایسا عظیم الشان مد و جزر جسمین دریا خشک ہو جاوے سورج کی کشش سے واقع نہین ہو سکتا چاند کی کشش سے ہونا چاہئے اور معمول ہے کہ مد و جزر مین چاند کی کشش کا ظہور نصف شب کے قریب ہوا کرتا ہے اور حضرت موسیٰ کے عبور کا قصہ دن مین سورج نکلنے کے بعد واقع ہوا چنانچہ سورہ شعرا مین صاف مذکور ہے کہ قوم فرعون نے بنی اسرائیل کا تعاقب اوسوقت کیا ہے جب دن کی روشنی ظاہر ہوئی۔ پس وہ مد و جزر چاند کا بھی نہین ہو سکتا اور سوا ان دونون صورتون کے اور کوئی صورت مد و جزر کے وقوع ہونیکی نہین پس معلوم ہوا کہ یہ واقعہ مد و جزر کا نتہا۔ چوتھے یہ کہ مد و جزر مین کہین پانی اوپر کو اوٹھتا ہے کہین نیچے کو جھکتا ہے اور اسکو

مذکور ہے چنانچہ سورہ طہ میں ہے کہ سامری نے کہا کہ میں نے ایک مٹھی خاک پائے رسول کے لے لی تھی ۔
بغوی نے عکرمہ کا یہ قول نقل کیا ہے کہ سامری کی سمجھ میں یہ آگیا تھا کہ یہ خاک جس چیز میں ڈالدیجاوے اوسکی
حالت کو بدل دیتی ہے ۔ جب بنی اسرائیل مصر سے نکلنے والے تھے تو اونہوں نے کسی تقریب کا بہانہ
کرکے قوم فرعون سے بہت سا زیور مستعار مانگ لیا تھا جب قوم فرعون غارت ہوگئی تو وہ زیور بنی اسرائیل
کے پاس باقی رہا ۔ جب حضرت موسی جدا ہوگئے تو سامری نے بنی اسرائیل سے کہا کہ یہ زیور جو تمنے قوم فرعون سے
مستعار لیا تھا تمہارے واسطے حلال نہیں فی الحال ایک گڑھا کھودکر اوس زیور کو دفن کردو جب حضرت موسی
علیہ السلام تشریف لاوینگے تو اون سے اس باب میں دریافت کرکے اونکی موافق عمل کیجیو ۔ سدی مفسر کا
یہ قول ہے کہ ہارون علیہ السلام نے یہ حکم کیا تھا کہ حضرت موسی کی واپسی تک اسکو زمین کھودکر ایک جگہ داب دو چنانچہ
سب نے یہی کیا ۔ سامری نے اوس سب زیور کو نکالکر گلایا اور ایک بچھڑے کا پتلا بنایا اور مرکب جبرئیل کے
پانوتلے کی خاک جو اوسکے پاس موجود تھی وہ اوسنے اوسمیں ڈالی اور وہ سونے کا نہایت خوبصورت بچھڑا تھا
اور جواہر اوس میں جڑے ہوئے تھے اور اوسمیں سے گائے کے ڈکرانیکی سی آواز بھی نکلتی تھی ۔ سدی نے
کہا ہے کہ وہ ڈکراتا بھی تھا اور چلتا بھی تھا ۔ سامری نے بنی اسرائیل سے کہا کہ یہ تمہارا اور موسی کا خدا ہے
یہ تو یہیں موجود ہے اور موسی پہاڑ پر ڈھونڈنے گئے ہیں حضرت موسی چالیس دن کا وعدہ کرگئے تھے
مگر بنی اسرائیل نے گنتی میں غلطی کی تھی ایک رات دن کو دو دن سمجھا اور جب بیس رات دن گذرے تو اونہوں نے
سمجھ لیا کہ حضرت موسی کا وعدہ پورا ہوچکا ۔ بعض روایتوں میں یہ بھی ہے کہ حضرت موسی تیس دن کا وعدہ
کرگئے تھے دس دن اونکو اور زیادہ ٹھیر گئے ۔ غرض جب بنی اسرائیل نے جان لیا کہ حضرت موسی کا وعدہ
پورا ہوچکا اور نہ آئے تو اونہوں نے جان لیا کہ شاید حضرت موسے مرگئے اور اس مدت میں اوس عجیب
بچھڑے کا تماشا بھی اونہوں نے دیکھا اور وہ سونے کا ڈھلا ہوا خوبصورت بچھڑا جسمیں جا بجا ہیرے
اور یاقوت جڑے ہوئے تھے اونکی نگاہوں میں بہت ہی پیارا معلوم ہوا اور جب اونہوں نے یہ کرشمہ بھی دیکھا

چالیس روز تک تنہا بیٹھکر اعتکاف کرین تو ہم کتاب اور شریعت نازل کرینگے یہان چالیس رات
ذکر ہے اور سورۂ اعراف مین یون مذکور ہے کہ تیس راتکا وعدہ تھا پھر ہمنے اسمین دس اور ملاکر
پورا کیا اسکی تطبیق مین بغوی نے لکھا ہے کہ اول وعدہ تیس شب کا تہا اس مدت مین حضرت موسیٰ
برابر روزے رکھے صوم کی آخر روزا نکو بو سے دہن نا خوش معلوم ہولی اوسکو ازالہ کر لیو اور
مسواک کی اسلئے اللہ نے دس دن اور بڑہا دیے کیونکہ خدا کو صائم کی بوے دہن زیادہ پسند ہے اور اوسے
دور کرنا پسند نہ آیا سورہ اعراف مین اللہ نے تیس اور دس کی جدا جدا تفصیل کر دی اور یہان مجملاً چالیس
ذکر فرمایا رات کا ذکر اسواسطے کیا کہ قمری مہینہ رات سے شروع ہوتا ہے **ف** اس چالیس مین تیس
ذیقعدہ کے تہے اور دس ذی الحجہ کے جب حضرت موسیٰ اس اعتکاف کے واسطے پہاڑ پر تشریف
لیگئے تو چالیس دن مین آنے کا اپنی قوم سے وعدہ کر گئے اور اپنے بہائی حضرت ہارون علیہ السلام
اپنا نائب کر گئے بغوی نے لکھا ہے کہ حضرت موسیٰ کو لیجانیکے واسطے جبرئیل ایک گھوڑا لائے تہے جہان
اوسکے قدم پڑتے تہے وہاں کی زمین سرسبز ہو جاتی تہی - اور بعض مفسرین کا یہ قول ہے کہ حضرت
جبرئیل جب فرعون کو غرق کرنے کے واسطے گھوڑے پر سوار ہوکر آئے تہے تو اوسکا قدم جہان پڑتا تہا
وہان کی زمین سرسبز ہو جاتی تہی یہ حالت سامری کو نظر پڑگئی اور اوسنے سمجھ لیا کہ اوسکے پانون کی خاک
مین یہ اثر ہے کہ اوس سے بیجان چیز جاندار ہو جاتی ہے اسنے چپکے سے اوسکے پانو کے نیچے کی مٹی اوٹہا
اوٹہالی تہی **ف** سامری بنی اسرائیل کے گروہ مین ایک شخص تہا جو زرگری کا کام جانتا تہا سعید
کا قول ہے کہ وہ اصل مین کرمانی تہا اور ابن عباس کا قول ہے کہ اوسکا نام موسیٰ بن ظفر تہا قتادہ کا
ہے کہ وہ قبیلۂ سامرہ سے تہا اسیوجہ اوسکو سامری کہتے ہے سامرہ بنی اسرائیل مین سے
ایک قبیلہ ہے وہ ظاہر مین مسلمان اور دل مین منافق تہا اور اون لوگون مین سے تہا جو گائے کو پوجتے
ہین - یہ امر کہ سامری نے مرکب جبرئیل کے پانوتلے سے خاک کی مٹھی اوٹہالی تہی اشارتاً قرآن مین ہے

ف سامری کا بیان

یہ بھی حاصل ہوتا ہے کہ بیشک امت محمدی تمام امتوں میں افضل ہے اسلئے کہ بنی اسرائیل نے اللہ کی قدرت کی اتنی بڑی نشانی اپنی آنکھوں سے دیکھی کہ دریا جدا ہو گیا اور اونکے واسطے اوسمیں راستہ بن گیا اور جب جن اوسمیں داخل ہوا تو غرق ہو گیا۔ باوجود مشاہدہ اس آیت عظیم کے وہ ایسے ضعیف الاعتقاد تھے کہ سامری کی باتوں میں دہوکا کہا کر شرک میں مبتلا ہو گئے اور امت محمدیہ کو اگرچہ اس قسم کی نشانیاں دیکھنے کا اتفاق نہیں ہوا مگر وہ توحید پر قائم ہیں **ف** اگر بنی اسرائیل اس امر کا التزام کرتے کہ امر دین میں کوئی بات اپنی طرف سے ایجاد نہ کریں اور جو امر حضرت موسیٰ نے تعلیم نہیں فرمایا اوسکو اختیار نہ کریں تو اس خرابی میں نہ پڑتے۔ اور اس سے ہمارے واسطے یہ نتیجہ حاصل ہوتا ہے کہ نجات اتباع سنت میں ہے اور دین میں اپنی طرف سے نئی ایجاد کرنا باعث گمراہی ہے۔ **ثُمَّ عَفَوْنَا عَنكُم مِّن بَعْدِ ذَٰلِكَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ** پھر معاف کر دیا ہمنے تمکو اسکے بعد کہ شاید تم شکر کرو **ف** مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تفسیر میں لکہا ہے کہ اس آیت میں معاف کرنے سے مراد یہ ہے کہ فی الفور عذاب نازل نہ کیا اور جمہور مفسرین کی رائے یہ ہے کہ بعد قبول توبہ گناہ معاف کیا جسکی تفصیل آیندہ مذکور ہوگی **وَإِذْ آتَيْنَا مُوسَى الْكِتَابَ وَالْفُرْقَانَ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُونَ** اور یاد کرو جبکہ دی ہمنے موسیٰ کو کتاب اور فرقان تاکہ ہدایت پاؤ تم **ف** کتاب سے توریت مراد ہے اور فرقان کے معنی ہیں وہ چیز جو حق و باطل میں فرق کرے اور اس سے بھی مراد وہی توریت ہے یا احکام شریعت موسوی **ف** جب چالیس روز تک حضرت موسے اپنی قوم سے جدا رہے تو وہاں اللہ نے اونکو وہ تختیاں عطا فرمائیں جنپر توریت لکھی ہوئی تھی **وَإِذْ قَالَ مُوسَىٰ لِقَوْمِهِ يَا قَوْمِ إِنَّكُمْ ظَلَمْتُمْ أَنفُسَكُم بِاتِّخَاذِكُمُ الْعِجْلَ فَتُوبُوا إِلَىٰ بَارِئِكُمْ فَاقْتُلُوا أَنفُسَكُمْ ذَٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ عِندَ بَارِئِكُمْ فَتَابَ عَلَيْكُمْ ۚ إِنَّهُ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيمُ** اور یاد کرو جب کہ کہا موسیٰ نے اپنی قوم سے کہ اے میری قوم تمنے ظلم کیا اپنی جانوں پر گوسالہ بنانے میں اب رجوع کرو اپنے خالق کی طرف

کہ وہ بولتا بھی ہے اور چلتا بھی ہے تو نہایت حیران رہگئے اور سامری کی باتیں اونہوں نے سنیں
جو کہتا تہا کہ تمہارا اور موسیٰ کا خدا یہی ہے۔ ان سب باتوں نے اون کے دلوں کو فریفتہ کر لیا تہا اور
حضرت موسیٰ کے واپس آنے سے بہی وہ مایوس ہو چکے اب وہ سب اوس بچھڑے کیطرف متوجہ ہو گئے
اور اوسکی پرستش کرنے لگے۔ بغوی نے لکھا ہے کہ بنی اسرائیل میں سے اسی ہزار آدمی اوسکو پوجنے لگے
اور ایک قول یہ ہے کہ حضرت ہارون اور اون کے ساتھ بارہ ہزار آدمی ایسے تہے جو اس فتنے سے بچے تہے
باقی سب اسی بلا میں مبتلا ہوئے بغوی نے لکھا ہے کہ یہی قول صحیح ہے۔ حسن بصری کا قول ہے کہ حضرت
ہارون کے سوا کل اوسکی پرستش کرنے لگے۔ ہر چند حضرت ہارون نے منع کرنیمیں کوشش کی مگر اونہوں نے
نہ مانا۔ یہ جو کچھ ہمنے لکھا تفسیر بغوی سے ماخوذ ہے اور تفسیر زاہدی میں لکھا ہے کہ سامری نے بنی اسرائیل
سے یہ کہا کہ تمنے جو زیور قوم فرعون کا جمع کیا ہے اسوجہ سے حضرت موسیٰ تمسے آزردہ ہو کر چلے گئے
تب بنی اسرائیل نے کہا کہ اب کیا تدبیر کریں سامری نے کہا بہتر یہ ہے کہ اس تمام زیور کو جلا دو اور
اس حیلہ سے اوسنے وہ تمام زیور آگ میں ڈالا اور اوس سے گوسالہ ڈہالا **ف** ظاہرا ایسا معلوم ہوتا ہے کہ بنی اسرائیل
جو اس فتنہ گوسالہ پرستی میں مبتلا ہوئے تو اونہوں نے اپنے گمان میں دین موسیٰ سے انحراف نہیں کیا
تہا بلکہ یہ سمجھا تہا کہ جس خدا کی موسیٰ نے تعلیم کی ہے وہ یہی خدا ہے جو گوسالہ کی شکل ظاہر ہوا موسیٰ اسیکو
ڈہونڈنے گئے ہیں اور اون کو خبر نہیں کہ وہ یہیں آموجود ہوا۔ مگر اونکی بہت جہالت تہی وہ یہ نہ سمجھے کہ فرعون
تو انسان تہا اور ظاہری شان شوکت بہت کچھ رکہتا تہا جب وہ خدائی کے لائق نہ تہا تو یہ گوسالہ کیونکر
خدا بن سکتا ہے۔ **ف** اس قصے کے ضمن میں اللہ تعالے نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر
یہ بہی ظاہر فرما دیا کہ تم اپنی قوم کی مخالفت پر اتنا رنج کیوں کرتے ہو موسیٰ کی قوم نے تو اس سے بہی بڑھکر
مخالفت کی تہی کہ گوسالہ پرستی اختیار کر لی تہی اور یہ بہی ظاہر فرما دیا کہ یہود مدینہ جو اپنے بزرگوں پر بڑا فخر
کرتے ہیں اون میں ایسے بیوقوف اور نادان لوگ بہی تہے **ف** اس قصہ پر غور کرنے سے ایک نتیجہ

اون کے ذمہ یہی مقرر کی گئی تھی کہ اپنے بہائیون اور عزیزون کو اپنے ہاتہہ سے قتل کرین۔ تیسرا وہ گروہ تہا جنہون نے خود بھی گوسالہ پرستی نہین کی اور گوسالہ پرستون کو اس حرکت سے منع بھی کیا وہ اس معاملہ سے بالکل جدا تھے نہ قاتل تھے نہ مقتول اسلئے کہ اونکو توبہ کی حاجت نتھی۔ بغوی نے لکھا ہے کہ قاتلونکا اپنے بیٹون اور باپ اور بھائی اور عزیزون اور دوستون کے قتل کرنے پر ہاتھ نہین اوٹھتا تہا اور محبت مانع ہوتی تھی تو اونہون نے حضرت موسیٰ سے کہا کہ ہم کیا کرین اسوقت اللہ نے ایسی تاریکی کر دی کہ ایک دوسرے کو پہچانتا نتہا صبح سے شام تک یہ قتل جاری رہا جب ستّر ہزار آدمی قتل ہوچکے تو حضرت موسیٰ اور ہارون نے اللہ کے سامنے رو رو کر دعا مانگی کہ اے اللہ سب بنی اسرائیل ہلاک ہوئے جاتے ہین اسوقت اللہ نے وہ تاریکی موقوف کی اور حکم کیا کہ قتل موقوف کرو جب تاریکی زائل ہوئی تو معلوم ہوا کہ ہزارون آدمی قتل ہوگئے۔ حضرت علی سے روایت ہے کہ اوس روز ستّر ہزار آدمی قتل ہوئے اور اس امر کا حضرت موسیٰ کو بہت رنج ہوا تو اللہ کیطرف سے یہ وحی آئی کہ اے موسیٰ کیا اس امر پر راضی نہین ہے کہ مین قاتل و مقتول دونو کو جنت مین داخل کر دونگا جو قتل ہوا وہ شہید ہوا اور جو بچ رہا اوسکے گناہ معاف ہوگئے۔ **ف** اس قصہ پر غور کرنے کے بعد اس امت کے مسلمانونکو شکر کرنا چاہیے کہ ہمارے لیے توبہ کیسی آسان کر دی ہے اور بنی اسرائیل کی توبہ کیسی سخت تھی اور اسکا شکر یہی ہے کہ ہم اس آسانی کی فضیلت کو حاصل کرین یعنی فوراً اپنے گناہون پر نادم ہون اور آیندہ اللہ کی نافرمانیون سے باز رہین اور اگر ہم ایسا نہ کرین تو ہماری کمال ناشکری اور بدنصیبی ہے۔ **ف** بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس معاملہ مین بنی اسرائیل پر بہت سختی کی گئی لیکن اگر غور کیا جاوے تو کچھ بھی سختی نتھی بلکہ نہایت آسانی تھی اسلیے کہ قتل ہونے کی وجہ سے وہ دوزخ کے عذاب سے بچگئے قتل کی تکلیف ایک دنیاوی تکلیف تھی جو عذاب دوزخ کی سختی کے مقابلے مین کچھ بھی حقیقت نہین رکھتے باایہمہ قتل کی تکلیف بہت تہوڑی دیر کے واسطے تھی اور دوزخ کا عذاب ہمیشہ کے لئے اور متناہی کو غیر متناہی سے کچھ بھی نسبت نہین ہوتی اور چونکہ موت کا وقت اللہ کی طرف سے مقرر ہے۔ پس اگر قتل کئے جاتے تو بھی یہ یقینی بات ہے کہ اوس وقت کے بعد

قتل کرو اپنی جانونکو یہ بہتر ہے تمہارے لئے تمہارے خالق کے نزدیک بیشک وہ توبہ قبول کرنیوالا ہے
اور رحم کرنیوالا ہے **ف** یہ بیان اوس حالت کا ہے کہ جب حضرت موسیٰ چالیس دن کے بعد توریت لیکر
اپنی قوم مین واپس آئے اور اونہوں نے اپنی قوم کو گوسالہ پرستی کیحالت مین مبتلا پایا اور حد سے زیادہ ناراض
ہوئے اور اپنی بھائی ہارون پر بھی اونھون نے بہت غصہ کیا اونہوں نے یہ عذر کیا کہ قوم نے میرا کہنا نہ مانا
آخر بنی اسرائیل کو اس حرکت پر سخت ندامت ہوئی اوسوقت سے موسیٰ نے حکم کیا کہ توبہ کرو قوم نے توبہ کا طریقہ
پوچھا تو اللہ کے حکم کی بموجب حضرت موسیٰ نے یہ ارشاد کیا کہ ایک دوسرے کو قتل کرو یہی پسند ہے
اور اسی تدبیر سے اللہ تمہاری توبہ قبول کریگا مولانا شاہ عبدالعزیز نے اپنی تفسیر مین لکہا ہے کہ بنی اسرائیل
نے اس طریقہ کو قبول کیا اور حضرت موسیٰ نے اون سے یہ عہد لیا کہ جتنے آدمیون نے گوسالہ پرستی کی ہے
وہ سب اپنے گہرون سے اسلحہ باہر نکلین کہ ہتھیار باخود باندہ اونکے پاس ہو اور اپنے دروازہ پر دونو زانو ہو
بیٹھہ جاوین اور اپنی پشت کو اپنے زانو پر باندھین اور سر جھکا کر زانو پر رکہین اور اپنے سر و پیر تلوار ون کے زخم
کہاوین اور انکی بندش نہ کہولین اور جنبش نکرین اور قاتل کے وار کو نا معلوم پاویں تو پہر جو لوگ اس حکم کو
خلاف کریگا اوسکی توبہ قبول نہوگی۔ ایک روز حضرت موسیٰ نے یہ حکم تمام بنی اسرائیل کو سنایا۔ دوسرے روز
حضرت ہارون اور اونکے ساتھ بارہ ہزار آدمیون کو جنہوں نے گوسالہ پرستی نہین کی تہی۔ اور حضرت
ہارون کے ساتھ شریک تھے کہ اس حرکت سے منع کرتے تہے حضرت موسیٰ نے حکم دیا کہ ننگی تلوارین ہاتھ مین
لیکر گوسالہ پرستونکو قتل کرنا شروع کرو اور بذات خود ایک بلندی پر تشریف لیجا کر حضرت موسیٰ نے آواز بلند
فرمایا کہ اے گروہ بنی اسرائیل تمہارے بھائی ننگی تلوارین لئے ہوئے تمہارے قتل کے لئے آئے ہین
اللہ سے ڈرو اور صبر کرو حسن بصری کی روایت ہے کہ بنی اسرائیل مین تین گروہ تھے ایک وہ جنہوں نے گوسالہ
کی پرستش کی اونکو مقتول ہونیکا حکم ہوا اور یہی اونکی توبہ مقرر ہوئی۔ دوسرے وہ جو خود تو اس حرکت مین شریک
نہ تھے مگر اورون کو مانع بہی نہوئے اونکو قاتل بنایا گیا اور تیسرے منکر جو اونپر واجب تہی اوسکو ترک کی توبہ

پہاڑ سے واپس آئے اور اونہون نے اپنی قوم کو گوسالہ پرستی مین مبتلا پایا اور بہت سی ملامت کی اور بہائی پر
بہی غصہ کیا اور اوس گوسالہ کو جلا کر آگ مین ڈالدیا اور بنی اسرائیل کو اپنی حرکت پر ندامت ہوئی اور اسبات کی
فکر ہوئی کہ اللہ سے اپنا قصور معاف کرائین اور اس کام کے واسطے حضرت موسی نے کوہ طور پر جانیکا
قصد کیا تو بنی اسرائیل نے کہا کہ اس باب مین جو اللہ کا حکم ہوگا اوسمین ہم صرف تمہارا بیان کافی نہ سمجھینگے
بلکہ ہمارے آدمی بہی تمہارے ساتھہ ہون اور وہ بہی اللہ کے کلام کو سنین چنانچہ بنی اسرائیل مین سے ستر آدمی
منتخب کئے گئے جو حضرت موسے کے ساتھہ ہوئے جب حضرت موسے نے کوہ طور پر جاکر دعا مانگی تو ایک
بادل کا ٹکڑا آسمان سے اترا اوسکی تاریکی مین حضرت موسی چہپ گئے اور اللہ کے ساتھہ حضرت
موسی کی بات چیت شروع ہوئی۔ اوسوقت حضرت موسی کے منہ پر ایک ایسا نور چمکنے لگا کہ کسیکو اونکی طرف
دیکھنے کی تاب نتہی اون سب لوگون نے اوس سب گفتگو اور اللہ کے امر و نہی کو سنا جب کلام ختم ہوا اور وہ
تاریکی رفع ہوئی۔ اون لوگون نے کہا کہ جبتک ہم اللہ کو اپنی آنکھون سے نہ دیکھ لینگے اوسوقت تک
تمہاری بات نمانینگے اس گستاخی کا نتیجہ یہ ہوا کہ سب بجلی کے صدمہ سے مرگئے اوسوقت حضرت
موسی نے آسمان کیطرف ہاتھہ اوٹھاکر دعا مانگی کہ یہ لوگ اسواسطے ساتھہ آئے تہے کہ بنی اسرائیل کی توبہ قبول کیجانے
کے گواہ بنین۔ یہ سب ہلاک ہوگئے اب مین اونہین تنہا جاؤنگا تو وہ سب میری طرف بدگمانی کرینگے
بہت دیر تک حضرت موسی یہی دعا مانگتے رہے آخر اللہ نے اونکی دعا قبول کی اور وہ پہر زندہ ہوگئے
اور گوسالہ پرستون کی توبہ کی نسبت یہ حکم ہوا کہ جبتک وہ قتل نہونگے توبہ قبول نہوگی دوسرا قول
سدی کا ہے وہ کہتے ہین کہ یہ واقعہ قتل کے بعد کا ہے یعنی جب بنی اسرائیل گوسالہ پرستی کی سزا مین
قتل ہوچکے تو اللہ کا یہ حکم ہوا کہ موسی چند آدمیون کو ساتھہ لیکر کوہ طور پر آوین اور باقیماندون کی خطا
اللہ سے معاف کرائین چنانچہ حضرت موسی ستر آدمیونکو ساتھہ لیکر کوہ طور پر گئے جب وہان پہنچے ان
ساتہیون نے حضرت موسی سے کہا کہ ہم تمپر ایمان نہ لاوینگے جبتک اللہ کو علانیہ اپنی آنکھون سے

زندہ نہیں رہ سکتے تھے خصوصاً جب یہ بات معلوم ہوگئی کہ وہ سب جنت میں داخل ہوئے تو اس قصہ کو دیکھکر ہر شخص کے دل میں یہ حسرت پیدا ہوتی ہے کہ کاش ہم بھی اسی گروہ میں ہوتے - کیا اچھی موت تھی کہ اونکے گناہ بخشوانے کی تھی کیسے صابر لوگ تھے جو اللہ کے واسطے جان دیتے تھے جو قتل ہونیکے واسطے سر جھکائے بیٹھے تھے تلواروں کے زخم کہاتے تھے اور ہاتھ پاؤں نہ ہلاتے تھے اور اونکی اس جان نثاری کا صلہ کیا پورا پورا ملا کہ اللہ کے عذاب سے نجات پائی اور ہمیشہ کے لئے جنت میں داخل ہوئے: ذلک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء

ف سید احمد خان نے لکھا ہے کہ اس آیت سے فی الواقع قتل کا حکم ثابت نہیں ہوتا بلکہ بطور ملامت کے کہا تھا کہ اپنی جانوں کو ہلاک کرو جیسے کسی سے کہیں کہ ڈوب مرو مگر یہ قول کئی وجہ سے غلط ہے **اول** یہ کہ فاقتلوا انفسکم کے حقیقی معنے قتل کے ہیں اور بلا وجہ حقیقی معنی نہیں چھوڑے جاتے اور یہاں کوئی قرینہ حقیقی معنی کے چھوڑنے کا موجود نہیں **دوسرے** یہ کہ یہ محاورہ کلام عرب میں بمعنی ملامت مستعمل نہیں - **تیسرے** یہ کہ ملامت کا موقع توبہ کے حکم سے پہلے ہوتا ہے نہ اوسکے بعد اور ملامت کا مضمون ظلمتم میں ادا ہوگیا اوسکے بعد توبہ کا حکم ہوا پھر اب ملامت کا کیا موقع رہا **چوتھے** یہ کہ توبوا کے حکم کے بعد جو فاقتلوا پر حرف فا مذکور ہوا وہ قرینہ اس امر کا ہے کہ یہ قتل اسی توبہ کا بیان ہے **پانچویں** یہ کہ اوسکے بعد جو یہ فرمایا کہ یہی بہتر ہے تمہارے لئے اللہ کے نزدیک اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ ملامت مقصود نہیں بلکہ اس جملہ سے وہ مطلب بیان کرنا مقصود تھا جو اون کے حق میں اللہ کے نزدیک بہتر تھا **چھٹے** یہ کہ اس تفسیر میں سلف سے منقول یہی ہے کہ قتل کا حکم تھا **وَاِذْ قُلْتُمْ يٰمُوْسٰى لَنْ نُّؤْمِنَ لَكَ حَتّٰى نَرَى اللّٰهَ جَهْرَةً فَاَخَذَتْكُمُ الصّٰعِقَةُ وَاَنْتُمْ تَنْظُرُوْنَ**

اور جس وقت کہا تم نے اے موسیٰ نہیں تصدیق کرینگے ہم تیرے لئے جبتک کہ نہ دیکھ لیں گے اللہ کو ظاہر تو پکڑ لیا تمکو بجلی نے اور تم دیکھ رہے تھے **ف** اس آیت کی تفسیر میں جو سلف کے اقوال کی طرف رجوع کیا جاتا ہے تو دو قول ملتے ہیں **ایک** قول محمد بن اسحاق کا ہے اور وہ یہ ہے کہ جب حضرت موسیٰ

ی کو پوچھ کیوں چھوڑا جاے ف شیعہ اور معتزلہ اس آیت سے یہ ثابت کرتے ہیں کہ بنی اسرائیل
ے دیکھنے کا سوال کیا تھا سو جسکے اونپر چھاپا نازل ہوا اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ کوئی خدا کو
ہ سکتا ۔ سید احمد خان نے بھی یہی لکہا ہے کہ نہ خدا اپنی شخص کسیکو دیکھا سکتا ہے اور نہ کوئی
ہ سکتا ہے اہل سنت کا عقیدہ ہے کہ بعض انبیا نے دنیا میں ہی خدا کا دیدار دیکھا ہے اور
ے دن سب مومنین دیکھیں گے اس آیت میں جو بنی اسرائیل پر عتاب کا ذکر ہے وہ اسوجہ سے
ونہوں نے کہا تہا کہ ہم بغیر خدا کے دیکھے تمہاری بات کو نہ مانیں گے اور ایمان نہ لاوینگے یہ قول
بے ادبی اور گستاخی تہی ۔ اور صرف خدا کے دیکھنے کا سوال تو حضرت موسی نے بھی کیا ہے
مون سورہ اعراف میں مذکور ہے اور ظاہر ہے کہ اگر غیر ممکن بات ہوتی تو حضرت موسی کبھی اسکا
یے سید احمد خان نے لکہا ہے کہ غلبہ شوق میں انکو یہ خیال نہ رہا مگر یہ تاویل نہایت بعید ہے
پیغمبر ضروریات دین کو کسی حالت میں نہیں بہولتے علاوہ اسکے صریح الفاظ قرآن اور احادیث
ابت ہے کہ قیامت کے دن خدا کو دیکھینگے وَظَلَّلْنَا عَلَيْكُمُ الْغَمَامَ وَأَنْزَلْنَا
ـمُ الْمَنَّ وَالسَّلْوٰى كُلُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ وَمَا ظَلَمُوْنَا
نْ كَانُوْا أَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ۝ اور چہا دیا ہمنے تمپر بادل اور اتارا ہمنے تمپر
وی کہاو ستہری چیزوں سے جو رزق دیا ہمنے تمکو اور نہیں ظلم کیا اونہوں نے ہمپر اور لیکن
ہی جانونپر ظلم کرتے تہے ف بنی اسرائیل میدان تیہ میں دہوپ کی شدت سے بیتاب تہے
نے اونپر سایہ کرنے کے لئے بادل بہیجدیا اون کے کہانے کا وہاں کچھ سامان نہ تہا تو اون کی
سلوی اوتارا ف بغوی نے لکہا ہے کہ وہ بادل معمولی بادل سے زیادہ رقیق اور
ت تہا اور وہی اندہیری رات میں روشنی دیتا تھا ف بغوی نے لکہا ہے کہ اکثر مفسرین کا
ہے کہ من سے مراد ترنجبین ہے ۔ مجاہد کا قول ہے کہ وہ ایک چیز موم کی قسم ہے جو درختوں

نہ دیکھ لیں اس گستاخی کی سزا انپر بجلی ٹوٹی اور سب ہلاک ہو گئے پھر حضرت موسیٰ کی دعا اور تضرع
سے اللہ نے انکو دوبارہ زندہ کر دیا ان دونوں قولوں میں سدی کا قول زیادہ اعتبار کے لائق ہی اسلئے
کہ وہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی صحبت اٹھائے ہیں اور حضرت انس وغیرہ صحابہ سے بھی انکی
ملاقات ہوئی ہے اور تفسیر میں جو انکے اقوال ہوتے ہیں وہ اکثر عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے
ماخوذ ہوتے ہیں اسی وجہ سے بغوی نے اسی قول کو اختیار کیا ہی اور پہلے قول کا جو محمد ابن اسحاق سے
منقول ہے ذکر بھی نہیں کیا یہ قصہ مفصل سورہ اعراف میں منقول ہی اور بعض مفسرین کا قول یہی ہے
کہ یہ قصہ گوسالہ پرستی سے بھی پہلے واقع ہوا تھا اور انکی دلیل یہ ہے کہ سورہ نسا میں اس قصہ کے بعد گوسالہ
بنانیکا ذکر ہے اور درمیان میں ثم کا لفظ مذکور ہے جسکے اصلی معنی ترتیب مانے گئے ہیں مگر جمہور نے اس قول کو
ضعیف کہا ہے اور سورہ نسا کی آیت میں ثم سے ترتیب زمانی مراد نہیں لی **ف** صاعقہ کا ترجمہ ہمنے
بجلی کیا ہے اور اکثر مفسرین کا قول یہی ہے کہ آسمان سے بجلی گری اور اس کے صدمے سے وہ ہلاک ہو گئے
اور بعض مفسرین نے یہ لکھا ہے کہ یہاں صاعقہ سے مراد موت ہی چنانچہ حسن بصری اور قتادہ کا قول
یہی ہے اور مآل دونوں کا ایک ہی اسلئے کہ نتیجہ یہی ہے کہ وہ ہلاک ہو گئے اور ان کے مرجانے اور پھر زندہ
ہو جانے کو آئندہ اللہ نے بالتصریح بیان فرمایا ہی **ثُمَّ بَعَثْنٰكُمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَوْتِكُمْ**
لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ۝ پھر اوٹھا یا ہمنے تمکو بعد مرنے تمہاری کے کہ شاید شکر کرو تم
ف یہ بیان اسحالت کا ہے جب وہ حضرت موسیٰ کی دعا سے مرنے کے بعد پھر زندہ ہو گئے **ف**
سید احمد خان نے لکھا ہی کہ یہاں موت سے مرجانا مراد نہیں بلکہ بیہوش ہو جانا یا
کسی حالت ہو جانا مراد ہے یہ انکار انہوں نے اسوجہ سے کیا ہے کہ وہ کسی کا مر کر جینا غیر ممکن سمجھتے
ہیں مگر جب موت کا لفظ صریح قرآن میں موجود ہے جسکے اصلی معنی مرجانے کے ہیں اور اسکی تفسیر
سلف سے منقول ہے وہ یہی ہی کہ وہ فی الواقع مر گئے تھے اور اللہ بیشک اسپر قادر بھی ہی کہ وہ مردوں کو زندہ کر دے

اور جب کہا ہمنے داخل ہوجاؤ اس بستی مین کہاؤ اوس مین سے جہان سے چاہو فراغت کے ساتھ اور داخل ہو دروازے مین سجدہ کرتے ہوئے اور کہو معافی چاہتے ہین ہم بخشدینگے ہم تمہاری خطائین اور زیادتی کرینگے نیکی کرنیوالون کے لئے **ف** صرف اس آیت کا حاصل یہ ہے کہ بنی اسرائیل کو کسی بستی مین داخل ہونیکا حکم ہوا تہا اور یہ اجازت ملی تہی کہ وہان ہر چیز فراغت سے کہاؤ اور یہ بھی حکم ہوا تہا کہ اوسکے دروازہ مین سجدہ کرتے ہوئے داخل ہو اور گناہونکی معافی چاہو **ف** اس آیت کا مطلب سمجہنے کے لئے اول بنی اسرائیل کا یہ قصہ معلوم کرلینا چاہئے کہ جب گوسالہ پرستی کا معاملہ طے ہوچکا اور جو لوگ قتل سے بچ رہے تہے اونکی خطا معاف ہوگئی تو اونکے واسطے یہ حکم ہوا کہ سرکشون کی ایک بستی پر جہاد کرین اس باب مین مفسرین کا اختلاف ہے کہ وہ کونسی بستی تھی ابن عباسؓ کا یہ قول ہے کہ اوسکا نام اریحا تہا اوسکے رہنے والے ظالم قوم عاد کے بقیہ تہے اونکو عمالقہ کہتے تہے اونکا سردار عوج بن عنق تھا۔ مجاہد کا قول ہے کہ وہ بیت المقدس تہا بعض مفسرین نے اور نام لکہے ہین۔ مگر حضرت موسیٰ کے زمانے مین بیت المقدس کا وجود ہی نہ تہا۔ تفسیر کبیر مین لکہا ہے کہ اریحا بستی بیت المقدس کے قریب تہی۔ علیٰ ہذا القیاس مفسرین نے جو اور نام لئے ہین وہ بستیان بہی اوس زمانہ مین اوس موقع کے قریب واقع تہین جہان اب بیت المقدس ہے ظاہرا ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اونہین بستیون کے آس پاس سے بیت المقدس آباد ہوا پس مراد مفسرین کی ایک ہی ہے کسی نے اوسکو بیت المقدس کہا کسی نے اریحا کسی نے اور بستی کا نام لے دیا۔ شاید اریحا اون سب مین بڑی بستی ہوگی اوسمین داخل ہونیکا حکم ہوا تہا۔ سورۂ مائدہ مین اللہ نے یون فرمایا ہے کہ موسیٰ نے بنی اسرائیل سے کہا کہ اللہ کا یہ حکم ہے کہ تم زمین مقدس مین داخل ہو اور وہان کے لوگون کے خوف سے پیٹھ نہ پہیرو اسکے جواب مین بنی اسرائیل نے کہا کہ اس بستی مین سرکش لوگ رہتے ہین جب تک وہ ان سے نہ نکل جائینگے ہم نہ داخل ہونگے اصحاب مین سے دو شخص کالب اور یوشع جنکے دل مین اللہ کا خوف تہا وہ اس قول مین حضرت موسیٰ کے ساتھ شریک ہوے اور اونہوں نے بہی قوم کو بہت فہمایش کی مگر اونہون نے یہی جواب دیا کہ اے موسے ہم اوس بستی مین ہرگز نہ داخل ہونگے

جم جایا کرتی تھی اوسکا مزہ مثل شہد کے ہوتا تھا - یہ منّ رات بھر برف کی طرح گرتا تہا صبح کو اسقدر جمع
ہو جاتا کہ روزمرہ ہر شخص کے حصہ مین ایک صاع یعنی تین سیر آتا تہا **ف** سلوی سے مراد پرندے
ہین جو چڑیون کی قسم سے ہوتے تھے - مولوی شاہ عبد العزیز نے اپنی تفسیر مین لکھا ہے کہ شام کے وقت
جنوبی ہوا ایسی چلتی تہی کہ اوسکے صدمے سے وہ جانور غول کے غول سمندر کی کہاڑے سے اوڑ کر بنی اسرائیل
کے لشکر مین آجاتے تھے اور وہ نہایت آسانی سے اونکو پکڑ لیتے تھے **ف** بغوی وغیرہ مین لکھا ہے
کہ یہ دونو چیزین شنبہ کے دن کے سوا ہر روز بنی اسرائیل کو میسر آتین تہین اور جمعہ کے دن اور دنون
سے دونی نازل ہوتی تہین حضرت موسیٰ کا حکم تھا کہ شنبہ کے دن ہر شخص اپنا دونا سامان جمع کرلے جو شنبہ
کے صرف کو بھی کافی ہو اسکے علاوہ اور کسی دن حاجت سے زیادہ نہ لے مگر بنی اسرائیل اللہ کے اس
وعدے پر پورا بھروسا نہین کرتے تھے اور اس حکم کے خلاف بہر وہ بہت سا ذخیرہ جمع کر لیتے تہے
یہ اونکی نافرمانی اللہ کو پسند نہ تھی اسیوجہ سے فرمایا کہ وہ ہمپر ظلم نہین کرتے تھے بلکہ اپنی جانونپر ظلم کرتے تہے
قتادہ کا قول ہے کہ بنی اسرائیل باوجود نعمت کے اون جانورون کے گوشت کا ذخیرہ کرتے تہے
اوسیوقت سے گوشت کا سڑنا شروع ہوا اس مضمون کی تصدیق حدیث صحیح سے بھی ہوتی ہے
چنانچہ صحیحین مین ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہی کہ اگر
بنی اسرائیل نہوتے تو گوشت نہ سڑا کرتا اور اگر حوا نہوتی تو کوئی عورت اپنے شوہر کی خیانت نکرتی تفسیر جلالین
مین لکھا ہی کہ جب اونہون نے خلاف حکم حاجت سے زائد جمع کرنا شروع کیا تو منّ وسلوی کا نزول
موقوف ہوگیا **ف** مفسرین کا قول ہے کہ ظلم سے مراد صرف حاجت سے زائد ذخیرہ کرنا ہی نہین بلکہ
مطلب یہ ہے کہ وہ ان نعمتونکا شکر ادا نہین کرتے تہے اور ہر قسم کی نافرمانی کرتے تہے **وَاِذْ قُلْنَا
ادْخُلُوْا هٰذِهِ الْقَرْيَةَ فَكُلُوْا مِنْهَا حَيْثُ شِئْتُمْ رَغَدًا وَّادْخُلُوا الْبَابَ
سُجَّدًا وَّقُوْلُوْا حِطَّةٌ نَّغْفِرْ لَكُمْ خَطٰيٰكُمْ وَسَنَزِيْدُ الْمُحْسِنِيْنَ**

اپنی تفسیر مین لکھا ہے کہ کسی مورخ اور مفسر نے یہ تصریح نہین کی کہ حضرت موسیٰ اور بنی اسرائیل مصر سے نکلنے کے بعد پھر وہان آئے ہون بلکہ پھر وہ شام مین ہی رہے اور کوہ طور بھی ملک شام مین ہی واقع ہے ابن جریر نے یہ لکھا ہے کہ اللہ نے مصر کی زمین کا اونکو وارث کیا مگر وہان آنا اونکو نصیب نہوا اور مسکن اونکا اللہ نے ملک شام ہی مقرر کیا مگر صاحب کشاف اور بیضاوی نے لکھا ہے کہ ہلاک فرعون کے بعد بنی اسرائیل پھر مصر مین داخل ہوئے تھے محققین اس قول کو صحیح نہین سمجھتے واللہ اعلم بالصواب **فَبَدَّلَ الَّذِينَ ظَلَمُوا قَوْلًا غَيْرَ الَّذِي قِيلَ لَهُمْ** پس بدل ڈالا اونہون نے جنہون نے ظلم کیا قول غیر اوسکا جو کہا گیا تھا واسطے اونکے **ف** مراد یہ ہے کہ اونہون نے نافرمانی کی اور توبہ اور استغفار کی عوض اپنی نفسانی خواہشین اور دنیاوی غرضین پیش کین ۔ ظاہر اس طرز بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ لوگ اوس بستی مین داخل ہوئے مگر توبہ اور استغفار کا جو اونکو حکم ہوا تھا وہ ادا نکیا بلکہ ایسی باتین کین جو اللہ کو ناپسند ہوتی ہین پس اگر وہ بستی اریحا ہے تو حضرت یوشع کے زمانہ کا بیان ہوگا اور سیوقت بنی اسرائیل اریحا مین داخل ہوئے تھے اور اگر کوئی اور بستی مراد ہوگی تو شاید حضرت موسیٰ کے زمانے کا واقعہ ہو واللہ اعلم بالصواب

ف یہ جو اللہ نے فرمایا کہ جنہون نے ظلم کیا اونہون نے قول بدلا اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ تمام بنی اسرائیل نے یہ نافرمانی نہین کی تھی بلکہ بعض نے کی تھی ۔ صحیحین مین ابوہریرہ سے روایت ہے کہ وہ سرین کے بل گھسٹتے ہوئے چلتے تھے اور حبة فی شعرة کہتے تھے جسکا لفظی ترجمہ ہے جو بیچ گیہون ہین ۔ یہ حرکتین اونکی مقتضای سفاہت بطور استہزا اور مسخری تھین **فَأَنزَلْنَا عَلَى الَّذِينَ ظَلَمُوا رِجْزًا مِّنَ السَّمَاءِ بِمَا كَانُوا يَفْسُقُونَ ۝** پس اوتار دیا ہمنے اوپر جنہون نے ظلم کیا تھا عذاب آسمان سے بسبب اسکے کہ وہ اطاعت سے باہر ہوئے تھے **ف** یہ عذاب صرف وہین لوگون پر نازل ہوا تھا جنہون نے نافرمانی کی تھی ۔ بغوی مین لکھا ہے کہ اللہ نے ایسی وبا بھیجی کہ ایک ساعت مین ستر ہزار مرگئے **وَإِذِ اسْتَسْقَىٰ مُوسَىٰ لِقَوْمِهِ فَقُلْنَا اضْرِب**

ہونگے جب تک سرکش لوگ وہان سے نکل نجائین گے ہم او تمہارا خدا دونو وہان جاکر لڑو ہم تو یہین بیٹھے ہین اوقت
حضرت موسیٰ نے اللہ سے عرض کیا کہ میری حکومت صرف اپنی جان پر اور اپنے بھائی پر ہے تو ہمکو اس فاسق
قوم سے جدا کر دے اوسوقت اللہ نے یہ خبر دی کہ یہ اوس زمین مین اب چالیس برس تک داخل نہو سکینگے
اور زمین مین بھٹکے پھرین گے۔ یہ ترجمہ بعینہ سورہ مائدہ کی آیت کا ہے۔ ان دونو آیتون مین اوسی بستی مین جانیکا
حکم ہے جسکو مفسرین اریحا یا بیت المقدس وغیرہ لکھتے ہین حضرت موسیٰ کے زمانہ مین بنی اسرائیل نے اس ارشاد کی
تعمیل نہ کی اور اسکی سزا مین چالیس برس تیہ کے جنگل مین بھٹکے پھرے اور وہین ابر کا سایہ مقرر ہوا اور
من وسلویٰ نازل ہوا اور وہین حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون کا انتقال ہو گیا اون کے انتقال کے بعد حضرت
یوشع نے بنی اسرائیل کو ساتھ لیکر اوس ملک کو فتح کیا۔ جو مضمون یہان مذکور ہے یہی مضمون بعینہ سورہ
اعراف مین بھی ہے (سجدا) کی تفسیر مین وہب بن منبہ کا قول یہ ہے کہ جب تم اوس بستی مین داخل ہو تو شکر کا
سجدہ بجا لاؤ۔ مطلب یہ ہے کہ اللہ کا شکر کرتے ہوئے داخل ہو (حطۃ) کے معنے لغت مین دور کرنیکے ہین
مفسرین نے یہان یہ مراد لی ہے کہ یون کہو کہ اے اللہ ہمارے گناہ دور کر یعنی معاف کر مراد یہ ہے کہ توبہ
کرو اور مغفرت طلب کرو۔ اس حکم کے ماننے والون سے اللہ نے یہ وعدہ فرمایا کہ ہم گناہ معاف کرینگے
اور اچھے کام کرنے والونکے لئے اور زیادتی کرینگے۔ تفسیر کبیر مین ایک قول یہ بھی لکھا ہے کہ اس آیت
مین قریہ سے مراد وہی مصر ہے جہان سے بنی اسرائیل نکلے تھے یعنی اب پھر اونکو یہ حکم ہوا کہ مصر کو واپس جو
اور فراغت سے وہان کھاؤ پیو اور اللہ کا شکر بجا لاؤ اور گناہون سے توبہ کرو **ف** اس باب مین مفسرین کا اختلاف
ہے کہ بنی اسرائیل پھر مصر کو واپس آئے یا نہین۔ تاریخ کی کتابون مین لکھا ہے کہ حضرت موسیٰ پھر واپس نہین گئے
مگر اونہون نے حضرت یوشع کو چالیس ہزار آدمیون کے ساتھ مصر مین بھیجا تھا اونہون نے تمام خزانہ اور جو مال
لیجانے کے لائق تھا وہ حضرت موسے کے پاس بھیج دیا اور قبطیون مین سے ایک شخص کو باقیماندون پر
حاکم بنا کر پھر واپس آگئے۔ اگر فی الواقع یہ آمد و رفت ہوئی تھی تو کشتی کے ذریعے سے ہوئی ہوگی۔ ابن عقیل نے

جو حضرت موسیٰ کے کپڑے لیکر بھاگا تہا۔ عطا کا قول یہی ہے کہ حضرت موسیٰ کی ہر ضرب پر اوسمین سے
ایک چشمہ جاری ہوجاتا تھا بارہ ضربونمین بارہ چشمے جاری ہوجاتے تھے۔ مولوی شاہ عبدالعزیز صاحب
نے اپنی تفسیر مین لکھا ہے کہ بنی اسرائیل نے ان چشمونکا پانی جمع ہونے کے واسطے بارہ حوض کھود لیے
تھے ہر حوض مین ایک چشمے کا پانی جمع ہوتا تھا اور ایک قبیلے سے مختص تہا۔ یہ مقام آجتک عیون موسیٰ کے نام سے
مشہور ہے اور وہان اب کنوئے بنے ہوئے ہین ورنہ بنگاہ عوام ہو۔ ایک چھوٹے پتھر مین عصا مارتے ہی بارہ چشمے
پانی کے جاری ہوجانا اور بنی اسرائیل کے بارہ قبیلونکا اوس سے سیراب ہوجانا اللہ کی قدرت کی ایک بہت
بڑی نشانی اور حضرت موسیٰ کا ایک بہت بڑا معجزہ تہا۔ پانی جاری ہوجانیکا معجزہ ہمارے نبی محمد رسول اللہ
صلے اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک پر بھی جاری ہوا ہے چنانچہ صحیحین مین حضرت انس اور جابر اور ابن مسعود سے
روایت ہے کہ ایک مرتبہ عصر کی نماز کا وقت تھا اور پانی نہین ملتا تھا صرف ایک شخص کے وضو کے لائق پانی
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے حاضر کیا گیا آپنے برتن مین ہاتھ رکھدیا اور صحابہ کو حکم کیا کہ اوس برتن سے
وضو شروع کرین انس کہتے ہین کہ مین نے دیکھا کہ حضرت کی انگلیون مین سے پانی جاری ہوگیا اور اول سے
آخر تک کل آدمیون نے وضو کرلیا راوی نے پوچھا کہ سب کتنے آدمی تھے تو انس نے کہا کہ تین سو آدمی تھے
اور ابن شاہین نے انس سے روایت کی ہے کہ مین غزوہ تبوک مین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ
تہا ایک مقام پر تمام صحابہ نے حضرت سے عرض کیا کہ ہمارے تمام جانور پیاس کے مارے مرے جاتے
ہین حضرت نے فرمایا کہ اگر کچھہ پانی بچا ہوا ہو تو لاؤ ایک شخص مشک مین ذرا سا پانی لایا حضرت نے اوسکو
ایک کابی مین لوٹ لیا حضرت نے اپنا ہاتھہ اوسمین رکھا تو اوسمین سے پانی کے چشمے جاری ہوگئے آدمیون نے
اور جانورون نے پانی پی لیا اور آیندہ کے واسطے جمع کرلیا جب سب کی حاجتین پوری ہوگئین تو حضرت نے
اپنا ہاتھہ اوٹھا لیا اوسیوقت سے وہ پانی بند ہوگیا اور اسی قسم کا معجزہ غزوہ حدیبیہ مین واقع ہوا تہا ان
سب کے علاوہ اور بہی بہت مرتبہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے معجزہ سے پانی جاری ہوگیا ہے۔ نکتہ تیسرا

ف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی انگلیوں سے پانی جاری ہوجانا۔

بِعَصَاكَ الْحَجَرَ فَانْفَجَرَتْ مِنْهُ اثْنَتَا عَشْرَةَ عَيْنًا قَدْ عَلِمَ كُلُّ أُنَاسٍ مَشْرَبَهُمْ كُلُوا وَاشْرَبُوا مِنْ رِزْقِ اللَّهِ وَلَا تَعْثَوْا فِي الْأَرْضِ مُفْسِدِينَ ۝ اور جبکہ پانی مانگا موسے نے اپنی قوم کے لیئے تو ہم نے کہا کہ مار اپنا عصا پتھر پر تو پہوٹ نکلے اوس مین سے بارہ چشمے بیشک جان لیا سب آدمیون نے گہاٹ اپنا کہاؤ اور پیو اللہ کے رزق مین سے اور نہ سرکشی کرو زمین مین فساد مچاتے ہوئے **ف** یہ اوس وقت کا قصہ ہے جب بیابان تیہ مین بنی اسرائیل کو پانی میسر نہ آیا اوس وقت حضرت موسے نے اللہ سے پانی ملنے کی دعا مانگی تو اللہ کا حکم ہوا کہ اپنا عصا پتھر مین مارو عصا مارنے ہی فوراً بارہ سوت پانی کے پتھر مین سے پہوٹ نکلے اور چونکہ بنی اسرائیل کے کل بارہ قبیلے تہے ہر ایک کے پانی پینے کے واسطے جدا جدا ایک گہاٹ مقرر ہو گیا تب اللہ نے فرمایا کہ جو رزق خدا کیطرف سے ملا ہے اوسکو کہاؤ اور پیو اور فساد نہ مچاؤ یعنی من وسلوی کہانے کے لیے ہے اور اون بارہ چشموں کا پانی پینے کے لیئے یہ دونو رزق خدا داد ہین ان کو کہا پی کر اللہ کا شکر ادا کرو۔

ف عصائے موسیٰ کا بیان

ف بغوی وغیرہ تمام مفسرین لکھتے ہین کہ یہ عصا حضرت آدم جنت سے اپنے ساتھ لائے تہے اور اوس وقت سے انبیا مین بطور میراث کے چلا آتا تہا اسیطرح حضرت شعیب علیہ السلام تک پہونچا اونہون نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دیا تھا اوسمین دو شاخین تہین جو تاریکی مین روشن ہو جاتی تہین طول اوسکا دس ہاتھ تہا اور اسی قدر طول حضرت موسے کے قد کا تہا اور اوسکا نام علیق تہا۔ جس پتھر سے چشمے جاری ہوتے تھے اوسمین اختلاف ہے وہب بن منبہ کا قول یہ ہے کہ وہ کوئی خاص پتھر معین نہ تہا بلکہ حضرت موسے جس پتھر مین عصا مارتے تہے اوس مین سے پانی جاری ہو جاتا تہا اور ابن عباس کا قول یہ ہے کہ وہ ایک مربع پتھر آدمی کے سر کے برابر تہا حضرت موسے اوسکو اپنے توبڑے مین رکہتے تہے اور حاجت کے وقت اوسمین عصا مارتے تہے تو پانی جاری ہو جاتا تہا۔ عطا کا قول یہ ہے کہ اوس پتھر کے چار رخ تہے ہر رخ سے تین چشمے جاری ہو جاتے تہے۔ سعید بن جبیر کا قول ہے کہ وہی پتھر تھا

ف اوس پتھر کا بیان جس مین سے پانی جاری ہوا تھا

ان چیزون کی خواہش ظاہر کی اس کے جواب مین حضرت موسیٰ نے کہا کہ من و سلوی جو عمدہ چیز ہے
ان ادنیٰ چیزون سے کیون بدلتے ہو اگرچہ بنی اسرائیل کا یہ سوال کوئی گناہ شرعی نتہا مگر حضرت موسے
نے تنبیہ اسواسطے کی کہ اعلیٰ چیز کو ادنے سے بدلنا کم ہمتی کی نشانی ہے اِهْبِطُوْا مِصْرًا
فَاِنَّ لَكُمْ مَّا سَاَلْتُمْ ط اترو کسی شہر مین ہان تم کو ملیگا جو مانگتے ہو تم ف
یہان مصر سے مصر فرعون مراد نہین جہان سے بنی اسرائیل نکلے تہے بلکہ مراد یہ ہے کہ کسی بستی مین اترو
حاصل حضرت موسی کے جواب کا یہ ہے کہ یہ چیزین جنگل مین نہین ملتین جب کسی بستی مین پہونچوگے تو وہان
ملینگی - بنی اسرائیل کی غرض یہ تہی کہ جسطرح من و سلوی بغیر مشقت کے ملجاتا ہے اسیطرح اس
بستی مین یہ چیزین بھی بغیر کسی مشقت کے مل جایا کرین مگر حضرت موسیٰ نے اس سوال کو انکی کم ہمتی کی
نشانی سمجھکر اسکی دعا نہ مانگی مگر ان چیزون کے حاصل کرنیکی انکو یہ تدبیر بتادی کہ کسی شہر مین اترو
من و سلوی کو اشرف اسواسطے کہا کہ وہ دنیا مین بغیر مشقت ملتا تھا اور آخرت مین اوسکا حساب نتہا
اور جو چیزین بنی اسرائیل نے طلب کین وہ دنیا مین مشقت سے حاصل ہوتی ہین اور آخرت مین انکا
حساب ہوتا ہے کہ بطور جائز حاصل کین یا بطریق ناجائز وَضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ
وَالْمَسْكَنَةُ وَبَآءُوْ بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ ط ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَانُوْا يَكْفُرُوْنَ
بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَيَقْتُلُوْنَ النَّبِيّٖنَ بِغَيْرِ الْحَقِّ ط اور ڈالی گئی اونپر ذلت اور
مسکینی اور سزاوار ہوئے وہ غضب الہی کے یہ اسلئے تہا کہ وہ انکار کرتے تہے اللہ کی آیتون کا اور قتل کرتے
تہے انبیا کو ناحق وہ آیتون سے مراد یا تو اللہ کی قدرت کی نشانیان ہین جو بطور معجزات کے
انبیا کے ہاتہون پر ظاہر ہوئی تہین یا توریت و انجیل کی آیتین مراد ہین ف یہودیون نے بہت سے
انبیا کو قتل کیا ہے منجملہ اونکے حضرت زکریا اور یحیی بھی ہین حضرت عیسے کو بھی اونہون نے اپنے گمان مین
قتل کیا تہا مگر درحقیقت اللہ نے اونکو آسمان کیطرف اوٹہالیا - ذٰلِكَ بِمَا عَصَوْا وَّكَانُوْا

حضرت موسے کے واسطے پانی جاری ہوجاتیہین عصا کو کوئی دخل نتہا عصا مارنیکا حکم صرف اسواسطے ہوا کہ کسیکو یہ گمان نہو کہ حضرت موسٰی کچھ اختیار مستقل پانی جاری کردینکا رکھتے ہین اسلئے اللہ نے یہ حکم کیا کہ جب پانی مطلوب ہو تو عصا پتہر مین مارو اوس کے بعد اللہ اپنی قدرت سے پانی جاری کردیگا۔

سید احمد خان چونکہ معجزات اور امور خارق عادت کے وقوع کے منکر ہین اسلئے وہ اس آیت کے معنی یون کہتے ہین کہ (چل اس لاٹھی کے سہارے سے اوس چٹان پر اوس سے پہوٹ نکلے ہین بارہ چشمے) جو شخص اس آیت کے لفظون پر غور کریگا وہ سمجھ لیگا کہ یہ معنی اس آیت کے سیاق سے نہین بنسکتے اونکا یہ مطلب ہے کہ عصا ٹیکتے ہوئے پہاڑ پر چلو وہان بارہ چشمے جاری ہین۔ لیکن اگر صرف پہاڑ پر چڑہنے کا حکم تہا اور چشمے پہلے سے وہان جاری تہے تو عصا ٹیکنے کا حکم کیون ہوا اسلئے کہ مقصود تو یہ تہا کہ کسیطرح پہاڑ پر پہونچ جائین خواہ عصا ٹیکتے ہوئے جائین خواہ بغیر عصا کے جائین پس عصا کا لفظ اس آیت مین محض بیکار اور بیفائدہ ہوا اور ایسے بیفائدہ لفظ کا کلام مین ذکر کرنا فصاحت قرآن کے خلاف ہے علاوہ اسکے فَانْفَجَرَتْ کی ف اور ماضی کا صیغہ اس امر کو ثابت کرتا ہے کہ جب حضرت موسٰی نے اللہ کے حکم کی تعمیل کی تو بارہ چشمے جاری ہوگئے یہ معنی نہین کہ پہلے سے بارہ چشمے جاری تہے۔ واللہ اعلم بالصواب

وَاِذْ قُلْتُمْ یٰمُوْسٰی لَنْ نَّصْبِرَ عَلٰی طَعَامٍ وَّاحِدٍ فَادْعُ لَنَا رَبَّكَ یُخْرِجْ لَنَا مِمَّا تُنْۢبِتُ الْاَرْضُ مِنْۢ بَقْلِهَا وَقِثَّآئِهَا وَفُوْمِهَا وَعَدَسِهَا وَبَصَلِهَا قَالَ اَتَسْتَبْدِلُوْنَ الَّذِیْ هُوَ اَدْنٰی بِالَّذِیْ هُوَ خَیْرٌ ط

اور جب کہ کہا تمنے کہ اے موسے نہین صبر کرینگے ہم ایک کہانے پر تو مانگ ہمارے لئے اپنے رب سے کہ نکالے ہمارے لئے وہ چیزین جو زمین اگاتی ہے اوسکے ساگ اور اوسکی ککڑی اور اوسکے گیہون اور اوسکی مسور اور اوسکی پیاز تو موسٰی نے کہا کہ کیا بدلنا چاہتے ہو تم وہ چیز جو ادنے ہے اوس چیز کے ساتھ جو اعلی ہے **ف** جب بنی اسرائیل منّ وسلوٰی کہاتے کہاتے سیر ہوگئے تو اونہون نے

بِقُوَّةٍ وَّاذْكُرُوْا مَا فِيْهِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ط اور جبکہ لیا ہم نے
عہد تمہارا اور اوٹھا لیا ہم نے اوپر تمہارے کوہ طور کو پکڑ لو اوسکو جو ہم نے دیا ہے مضبوط اور
یاد کر لو اوس کو جو اوسمین ہے تاکہ تم بچ جاؤ ف ابن ابی حاتم نے ابن عباس رضی اللہ عنہ
سے روایت کی ہے کہ جب اللہ نے حضرت موسیٰ پر توریت نازل کی تو اوسکے احکام شاقہ
کی وجہ سے بنی اسرائیل نے اوسکے قبول کرنے سے انکار کیا تب اللہ کے حکم سے جبرائیل
نے کوہ طور کو اوٹھا کر اونکے لشکر پر سائبان بنا دیا جو اونکے سروں سے قد آدم بلند تھا پھر اون سے
کہا گیا کہ تم توریت کو قبول کرو ورنہ پہاڑ تمپر گرتا ہے۔ پہاڑ کا اوکھڑ کر ہوا مین بنی اسرائیل کے
سروں پر معلق ٹھہر جانا حضرت موسیٰ کا ایک بہت بڑا معجزہ تھا۔ یہ مضمون سورہ اعراف مین بھی مذکور ہے
وہان صریح مذکور ہے کہ اللہ نے پہاڑ کو اوکھاڑ کر اونکے سر پر سائبان بنا دیا اور اونکو یہ خوف تھا کہ اب وہ
اونپر گرا پڑتا ہے۔ سید احمد خان اس معجزہ کے بھی منکر ہیں لیکن پہاڑ کو اوکھاڑ کر ہوا مین معلق ٹھیرا دینا ایک ایسا
امر ہے جو اللہ کی قدرت مین داخل ہے اور جب قرآن سے ثابت ہو گیا تو اوسکا ماننا واجب اور اوس کا
انکار قرآن کا انکار ہے ثُمَّ تَوَلَّيْتُمْ مِّنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ فَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ
عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ لَكُنْتُمْ مِّنَ الْخٰسِرِيْنَ ۝ پھر تم پھر گئے اسکے
بعد تو اگر نہوتا اللہ کا فضل تمپر اور اوسکی رحمت البتہ ہو جاتے تم خسارہ پانیوالوں مین سے ف
یعنی اللہ نے تمکو مہلت دی اور فوراً عذاب نازل نہین کیا ورنہ تم اوسیوقت ہلاک ہو جاتے وَلَقَدْ
عَلِمْتُمُ الَّذِيْنَ اعْتَدَوْا مِنْكُمْ فِي السَّبْتِ فَقُلْنَا لَهُمْ كُوْنُوْا قِرَدَةً
خٰسِئِيْنَ ۝ اور بیشک جان لیا تمنے اونکو جنہون نے ہفتہ کے دن زیادتی کی تو کہدیا ہمنے اون کو ہو جاؤ
بندر ذلیل ف یہودیونکو ہفتہ کے دن شکار منع تھا ایلہ ایک بستی سمندر کے کنارے پر تھی وہان کے یہودیون نے حضرت
داؤد کے زمانہ مین اس حکم کو نمانا اور ہفتہ کے دن بھی شکار کھیلنے لگے۔ بغوی نے لکھا ہے کہ اور دن مچھلیان بہت کم آتی تھین

يَعْتَدُونَ ٥ یہ اس سبب سے ہوا کہ اونہوں نے نافرمانی کی اور تھی وہ کہ حد سے بڑھ گئی تھی۔ ف یعنی بنی اسرائیل کے کفر کی نوبت جو اس حد کو پہونچی کہ وہ آیات الٰہی کے منکر اور قتل انبیا کے مرتکب ہوئے وجہ اسکی یہی تھی کہ اونہوں نے رسول کے حکم سے نافرمانی اختیار کی اور حد اعتدال سے تجاوز کیا ف اس مضمون پر غور کرنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ نافرمانی کی عادت بڑھتے بڑھتے اشد انکار اور کفر کی حد تک پہونچا دیتی ہے اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بیشک جو لوگ کہ ایمان لائے ف یعنی ایمان کا اقرار کیا خواہ انہیں مسلمان ہوئے یا نہوئے جیسے منافق اور بعض کے نزدیک مراد یہ ہے کہ انبیا رسابقین پر ایمان لائے وَالَّذِيْنَ هَادُوْا اور جو لوگ یہودی ہوگئے وَالنَّصٰرٰى اور جو عیسائی ہیں وَالصّٰبِـِٕيْنَ اور جو بیدین ہیں ف یعنی کسی شریعت کے تابع نہیں ف صابئین کے معنے لغت میں دین بدلنے والوں کے ہیں یہاں مراد بیدین لوگ جو کسی دین کو نہ مانتے ہوں اور بعض کے نزدیک وہ ایسی قوم ہے جو اللہ کو مانتی ہے اور کوئی شریعت نہیں رکھتی بعض کا قول ہے کہ وہ انبیا کے منکر ہیں بعض کہتے ہیں کہ وہ یہود و نصاریٰ کے درمیان میں ایک فرقہ ہے بعض کہتے ہیں کہ وہ اہل کتاب میں سے ہیں اور زبور کو مانتے ہیں بعض کا قول ہے کہ وہ ملائکہ کی پرستش کرتے ہیں مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَعَمِلَ صَالِحًا فَلَهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۚ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ف جو ایمان لائے اونمیں سے اللہ پر اور روز آخرت پر اور اعمال صالح کئے اون کے لئے اونکا اجر ہے اونکے رب کے پاس اور نہیں کچھ خوف اونپر اور نہ وہ غمگین ہونگے ف مراد یہ ہے کہ مسلمان ہونے سے پہلے خواہ کوئی مذہب رکھتا ہو جب مسلمان ہو کر اللہ پر اور روز قیامت پر ایمان لائیگا اور عمل صالح کریگا تو اوسکو اجر ملے گا اور عذاب سے بچیگا اللہ پر ایمان لانا معتبر اوسی صورت میں ہوگا جب اون امور پر بھی ایمان لاوے جو اللہ نے واجب کردئے ہیں پس ایمان باللہ ایمان بالرسول کو شامل ہے وَاِذْ اَخَذْنَا مِيْثَاقَكُمْ وَرَفَعْنَا فَوْقَكُمُ الطُّوْرَ ۭ خُذُوْا مَآ اٰتَيْنٰكُمْ

فَافْعَلُوا مَا تُؤْمَرُونَ ۝ پس بجالاؤ اوسکو جو حکم کئے جاتے ہو تم قَالُوا ادْعُ لَنَا رَبَّكَ
يُبَيِّن لَّنَا مَا لَوْنُهَا ۚ کہا اونہوں نے کہ پکار ہمارے لیے اپنے رب کو کہ سمجہا دے ہمین
کہ کیا ہے رنگ اوسکا قَالَ إِنَّهُ يَقُولُ إِنَّهَا بَقَرَةٌ صَفْرَاءُ فَاقِعٌ لَّوْنُهَا
تَسُرُّ النَّاظِرِينَ ۝ موسی نے کہا کہ اللہ کہتا ہے کہ وہ بچہڑا ہے زرد گہرا ہے رنگ اوسکا
پسند آتا ہے دیکہنے والونکو قَالُوا ادْعُ لَنَا رَبَّكَ يُبَيِّن لَّنَا مَا هِيَ إِنَّ الْبَقَرَ
تَشَابَهَ عَلَيْنَا وَإِنَّا إِن شَاءَ اللَّهُ لَمُهْتَدُونَ ۚ کہا بنی اسرائیل نے کہ پکار ہمارے لیے
اپنے رب کو کہ سمجہا دے ہمکو کیسا ہو وہ بیشک بیل مشتبہ ہوگیا ہے ہمپر اور بیشک ہم اگر اللہ کو منظور ہے تو ہدایت پاجاوینگے ہمین
ف یعنی جو بیل مراد ہے وہ معلوم کرلینگے اور حکم بجالاوینگے قَالَ إِنَّهُ يَقُولُ إِنَّهَا بَقَرَةٌ
لَّا ذَلُولٌ تُثِيرُ الْأَرْضَ وَلَا تَسْقِي الْحَرْثَ مُسَلَّمَةٌ لَّا شِيَةَ
فِيهَا ۚ کہا موسی نے کہ اللہ کہتا ہے کہ وہ بیل ہے نہ کام کرنیوالا جوتتا ہو زمین کو اور نہ پانی دیتا ہے
کہیتی کو صاف ہی نہین ہے نہ کوئی داغ اوسمین قَالُوا الْآنَ جِئْتَ بِالْحَقِّ ۚ بولے وہ اب آیا
تو ٹہیک بات لیکر فَذَبَحُوهَا وَمَا كَادُوا يَفْعَلُونَ ۚ پس ذبح کیا اوسکو اور نہین چاہتے
کرنا ف اس حکم کا سبب مفسرین نے یہ لکہا ہے کہ بنی اسرائیل مین ایک شخص جسکا نام عامیل تہا
بہت مالدار تہا اوسکو مال کے لالچ مین اوسکے بہتیجے نے اوسکو مار ڈالا اور ایک دوسرے گاؤن مین اسکی
لاش ڈالدی اور وارث لوگ شہر خون کا دعوی کیا اور خون بہا مانگنے لگا جب یہ مقدمہ حضرت موسے
علیہ السلام کے سامنے پیش ہوا تو اونکو اس معاملہ مین تردد ہوا اور اللہ سے دعا مانگی کہ اسکی حقیقت
کہلجاوے تب بیل کے ذبح کا حکم نازل ہوا قتل کا قصہ اگلی آیت مین مذکور ہوگا اسی باقی کے ذبح مین اوس عقدہ کا
وعلت کہلی گئی آیندہ اسکی تفصیل مذکور ہوگی۔ ابتدا مین بنی اسرائیل کو صرف ایک بیل ذبح کرنے کا حکم ہوا تہا
کوئی قید نہین لگائی گئی تہی اور اس حکم کی تعمیل کے لیے وہ کوئی بیل کسی قسم کا ذبح کردیتے حکم ادا ہوجاتا

موہنہ نکالے ہوئے تیرتی پہرتی ہین یہ دیکہکر اونکو صبر نہو سکا یہ اللہ کی طرف سے اونکا امتحان تہا
ابن جریر وغیرہ مفسرین نے روایت کی ہے کہ اس نافرمانی کی وجہ سے اللہ کی طرف سے یہ عذاب نازل ہوا
کہ اونکی صورت مسخ ہوکر بندرون کی سی ہوگئی - مجاہد کا قول یہ ہے کہ مسخ حقیقی نہین ہوا تہا بلکہ دل اونکے مسخ
ہوگئے تہے اسلئے اونکی حالت بندرون کی سی ہوگئی یہ قول مجاہد کا تمام مفسرین نے رد کیا ہے ابن جریر
وغیرہ نے لکہا ہے کہ مفسرین کے نزدیک صحیح اور مشہور یہی ہے کہ مسخ حقیقی ہوا اور مجاہد کا قول سوا اسکے
اور مشہور کے خلاف ہے اور ظاہر الفاظ قرآن سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے فَجَعَلْنٰهَا نَكَالًا لِّمَا بَيْنَ
يَدَيْهَا وَمَا خَلْفَهَا وَمَوْعِظَةً لِّلْمُتَّقِيْنَ ۝ پس بنایا ہمنے اوسکو عبرت اونکو جو سامنے حاضر تہے اور اونکو
جو پیچہے تہے اور نصیحت متقیون کیلئے - ف یعنی جو لوگ اسوقت موجود تہے اور جو بعد کو پیدا ہوے سب کے لئے یہ قصہ
عبرت کا باعث ہوا وَاِذْ قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهٖٓ اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُكُمْ اَنْ تَذْبَحُوْا
بَقَرَةً ؕ قَالُوْٓا اَتَتَّخِذُنَا هُزُوًا ؕ اور جبکہ کہا موسیٰ نے اپنی قوم سے کہ بیشک اللہ حکم
کرتا ہے تمکو یہ کہ ذبح کرو ایک بیل تو بولے وہ کیا بناتا ہے ہمکو مسخرہ قَالَ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ
اَنْ اَكُوْنَ مِنَ الْجٰهِلِيْنَ ؕ موسیٰ نے کہا کہ پناہ مانگتا ہون مین اللہ کی کہ ہوجاؤن مین
جاہلون مین سے - ف بنی اسرائیل نے جو اپنی سفاہت کی وجہ سے اللہ کے حکم کو مذاق اور تمسخر سمجہا تہا
اور حضرت موسیٰ کی نسبت یہ گمان کیا تہا کہ وہ ٹہٹہا کرتے ہین اسکے جواب مین حضرت موسیٰ نے ٹہٹہا
کرنے سے سخت نفرت ظاہر کی اور اوسکو جاہلونکا فعل بتایا اور خود ایسی حرکت سے اللہ کی پناہ مانگی
قَالُوا ادْعُ لَنَا رَبَّكَ يُبَيِّنْ لَّنَا مَا هِيَ ؕ کہا اونہون نے پکار ہمارے لئے اپنے
رب کو تاکہ سمجہا دے کہ کیا ہے وہ - ف یعنی یہ بات ہمکو معلوم ہونا چاہئے کہ کس قسم کا بیل ذبح کرین -
قَالَ اِنَّهٗ يَقُوْلُ اِنَّهَا بَقَرَةٌ لَّا فَارِضٌ وَّلَا بِكْرٌ ؕ کہا موسیٰ نے کہ اللہ کہتا ہے
کہ وہ بیل نہ بوڑہا ہو اور نہ بچہ عَوَانٌۢ بَيْنَ ذٰلِكَ ؕ اور ہے درمیان مین اسکے -

بلکہ گردن بہا تام لینیکا حکم دیا ہے تب اوس بیل نے کہا کہ قسم ہے اے بنی اسرائیل کی اگر تو مجھپر سوار ہو جاتا
تو کبھی مجھپر قابو نہ پاتا اب تو چل تو اگر پہاڑ کو بھی حکم کرے تو وہ زمین سے اوکھڑ کر تیرے ساتھ ہو لے وہ
جوان اوس بیل کو لیکر گھر کے پاس گیا اوسکی ماں نے کہا کہ تو فقیر ہے اور تجھکو تیرا لکڑیان لانا اور رات کو قیام کرنا
بہت بڑی مشقت ہے تو اس بیل کو بازار میں لیجا کر بیچ ڈال تب اوس جوان نے یہ اجازت مانگی کہ میں
اس بیل کو کس قیمت کو بیچوں ماں نے کہا کہ تین اشرفی کو بیچو مگر بغیر میرے مشورہ کے نہ بیچو اور اوسوقت عموماً قیمت
بیل کی یہی تھی۔ جوان اوسکو بازار میں لیگیا تب اللہ نے اپنی قدرت ظاہر کرنے کے لیئے ایک فرشتہ کو
بھیجا تاکہ اوسکا امتحان کرے کہ وہ اپنی ماں کا کیسا مطیع ہے۔ اوس فرشتہ نے آدمی کی صورت میں ظاہر ہو کر اوس
جوان سے بیل کی قیمت پوچھی اوسنے کہا کہ تین اشرفیان قیمت ہے مگر یہ بھی شرط ہے کہ میں اپنی ماں سے پھر اجازت لونگا
فرشتہ نے کہا کہ میں چھ اشرفیان دیتا ہون مگر ماں کی اجازت پر موقوف نہ کر۔ جوان نے کہا کہ اگر تو اسکے
ہم وزن سونا دیگا تو بھی بغیر اپنی ماں کی اجازت کے قبول نکرونگا۔ چنانچہ اوسنے اپنی ماں کو اس مضمون کی
اطلاع کی اوس نے کہا کہ اب تو اوسکو چھ دینار کو بیچو مگر مجھسے اجازت لے لیجیو پھر وہ جوان اوس بیل کو لیکر
بازار میں آیا پھر وہی فرشتہ سامنے آیا اور اوس سے پوچھا کہ تو اپنی ماں سے اجازت لے آیا جوان نے کہا کہ اوس نے
یہ حکم دیا ہے کہ میں اوسکو چھ دینار سے کم نہ بیچون اور بیچتے وقت اجازت پھر لیلوں فرشتے نے کہا کہ میں تجھکو
بارہ دینار اس شرط پر دیتا ہون کہ اب ماں سے اجازت لینے نہ جانا۔ اس جوان نے اس امر کو منظور نہ کیا اور
اپنی ماں کے پاس جا کر اس مضمون کی خبر کی تب اوسکی ماں نے کہا کہ وہ شخص جو تجھسے یہ گفتگو کرتا ہے فرشتہ ہے
تیرا امتحان کرنے کے لیئے آدمی بنکر آیا ہے۔ اب وہ آوے تو اوس سے یہ پوچھیو کہ ہم اس بیل کو بیچیں یا
نہ بیچیں چنانچہ اوس جوان نے فرشتہ سے اسطرح پوچھا فرشتہ نے کہا کہ تو اپنی ماں سے کہہ کہ اس بیل کو ابھی
نہ بیچو حضرت موسیٰ بہت جلد اسکو مول لینگے اور اوسکی کھال بھر کر اشرفیان دینگے۔ حاصل یہ ہے کہ ماں کی اطاعت کا
صلہ اوس جوان کو یہ دیا کہ بنی اسرائیل نے جو قربانی کے بیل کی صفتیں پوچھیں تو اللہ نے وہی صفتیں بیان کی

مگر بار بار سوال کر کے اپنی طرف سے قید بڑھوائی تھی اور دقت اپنی بڑھ گئی چنانچہ سعید بن منصور نے اور ابن
جریر نے بسند صحیح ابن عباس سے روایت کی ہے کہ بنی اسرائیل کوئی سا بیل ذبح کر دیتے حکم ادا ہو جاتا
مگر اونہوں نے اپنی جانوں پر خود ہی سختی بڑھائی تو اللہ نے بھی اون پر سختی ڈالدی مگر یہ امر تقدیری ضرور واقع ہونے والا
تھا اسکی حکمت جو روایات میں منقول ہے جسکو سیوطی نے تفسیر درمنثور میں بھی نقل کیا ہے اور تمام مفسرین اس
موقع پر ذکر کرتے ہیں ہم بھی اوسکو قاضی ثناء اللہ صاحب کی تفسیر سے نقل کرتے ہیں وہ یہ ہے کہ بنی اسرائیل میں
ایک بزرگ آدمی تھا بیٹا اوسکا کم سن تھا اوس بزرگ کے پاس ایک بیل کے سوا کچھ نہ تھا اوس بیل کو وہ جنگل
میں لے گیا اور یوں کہا کہ اے اللہ جب تک میرا بیٹا جوان ہو یہ بیل تیرے سپرد ہے پھر وہ بزرگ مر گیا اور وہ بیل
جنگل میں موجود رہا اگر کوئی آدمی وہاں جاتا تھا تو وہ بھاگ جاتا جب وہ لڑکا پرورش پا کر جوان ہوا تو اپنی ماں کی
بہت خدمت کرتا تھا اور رات کے تین حصے کرتا تھا ایک ثلث میں سوتا تھا ایک ثلث میں عبادت کرتا تھا ایک ثلث
میں اپنی ماں کے سرہانے بیٹھا رہتا تھا صبح کو جنگل سے لکڑیاں کاٹ کر لاتا اور بازار میں اونکو بیچکر ایک ثلث
قیمت خیرات دیتا اور ایک ثلث میں اپنا خرچ کرتا اور ایک ثلث اپنی ماں کو دیتا ایک روز اوسکی ماں نے اوس سے
کہا کہ تیرے باپ نے ایک بیل تیرے لیے میراث میں چھوڑا ہے اور اوسکو فلانے جنگل میں اللہ کی سپرد
کر دیا ہے تو آل ابراہیم و اسمٰعیل و اسحٰق سے دعا مانگ کہ وہ تیرا بیل تجھکو عطا کر دے اوسکی علامت یہ ہے
کہ جب تو اوسکو دیکھیگا تو اوسکے رنگ میں ایسی تیزی پاویگا کہ گویا آفتاب کی چمک اوسکے بدن سے
نکلتی ہے۔ وہ بیل سنہری رنگ کا تھا نہایت خوبصورت تھا یہ سنکر وہ جوان اوس جنگل میں آیا اور اوس
بیل کو چرتا ہوا دیکھا تب اوسنے کہا کہ میں آل ابراہیم و اسمٰعیل و اسحٰق و یعقوب کی تجھکو قسم دیتا ہوں
یہ سنتے ہی وہ بیل دوڑتا ہوا اوسکے سامنے آ کر کھڑا ہو گیا جوان اوسکی گردن میں رسی باندھکر کھینچتا ہوا لیچلا اوس وقت
اللہ کے حکم سے وہ بیل باتیں کرنے لگا اور اوس سے کہا کہ اے جوان اپنی ماں کی خدمت کرنے والے
مجھپر سوار ہو جا تو تجھپر آسانی ہو جاویگی اوسنے جواب دیا کہ میری ماں نے سوار ہونے کا حکم نہیں دیا

کہا کہ اسی طرح ہم مردون کو زندہ کرینگے - اس سے صاف کہا گیا کہ جسطرح اسکو زندہ کیا اوسیطرح اور
مردون کو بھی زندہ کرینگے - پھر وہ کہتے ہین کہ قیامت کے دن مردہ زندہ کرنے کا ذکر یہان بیمحل ہے کہ وہ
کہتے ہین کہ منکرین قیامت کو سمجھا دینے کے واسطے اس ذکر کا عین موقع ہے کہ جیسے ہمنے اوسکو زندہ کیا
اسی طرح قیامت کے دن مردے زندہ کرینگے اور ایسا تو قرآن مین بیسیون جگہ ہے پھر جہان بارش سے
زمین کے زندہ ہو جانیکا ذکر ہے وہان بھی جابجا خدا نے یہ فرمایا ہے کہ جسطرح زمین زندہ ہوگئی اسیطرح خدا مردون
کو زندہ کریگا پس یہان تو مردہ آدمی کے زندہ کرنے کا ذکر ہے اوس سے قیامت کے دن بعث و نشر کو
ثابت کرنے کا نہایت مناسب محل و موقع ہے اور یہ جو فرمایا کہ اللہ تمکو دکھلانے کے لئے اپنی قدرت
کی نشانیان دکھاتا ہے - یہ بھی اوسی صورت مین ٹھیک ہوتا ہے جب یہ مانا جائے کہ لوگون نے مردہ کو زندہ
ہوتے ہوئے اپنی آنکھون سے دیکھا اسلئے کہ مردہ کا زندہ ہو جانا اللہ کی قدرت کی بہت بڑی نشانی ہے
وہ کہتے ہین کہ فاضربوہ ببعضہا کے معنی یہ ہین کہ اوس مقتول کی لاش مین ہر ایکا کوئی عضو مارو اور اونہون نے فاضربوہ
اور ببعضہا دونون ضمیرونکا مرجع نفس کو مانا ہے کہ ایک ہی شے کیطرف ایک ضمیر مونث کی اور اوس کے متصل
دوسری ضمیر مونث کی راجع ہونا فصاحت کے بالکل خلاف ہے یا دونون ضمیرین مذکر کی ہوتین یا دونون مونث کی
وہ کہتے ہین فی الواقع کوئی مردہ زندہ نہین ہوا تھا بلکہ قاتل کے معلوم کرنے کی اللہ نے یہ تدبیر بتائی تھی کہ
مقتول کے عضو کو اوسکی لاش مین ہر شخص مارے جو فی الواقع قاتل تھا وہ اپنے دل مین ڈر جاویگا اور اسکو
اعتبار نہ کریگا اس قرینے سے معلوم ہو جاویگا کہ یہ قاتل ہے - اکثر یہ دستور ہے کہ جب کسی کی چوری ہو جاتی ہے
تو وہ نادانون اور بچون کو اس قسم کی تدبیرون سے ڈرایا کرتے ہین - اسی تدبیر کو سید احمد خان کہتے ہین کہ
خدا کی طرف سے نازل ہوئی تھی اور اسی کو اللہ نے اپنی قدرت کی بڑی نشانی فرمایا ہے - یہ ایک ایسی
عجیب بات ہے جسکو کوئی نادان بھی تسلیم نہ کریگا - پھر وہ کذلک یحیی اللہ الموتی کے معنی یہ کہتے ہین کہ اسیطرح
اللہ چھپی ہوئی چیز کو ظاہر کرتا ہے - یہ تاویل نہایت رکیک اور لفظون سے بالکل دور ہے - واللہ اعلم بالصواب

جو اوس بیل مین تہین تب چار ناچار بنی اسرائیل کو وہی بیل خریدنا پڑا اور اوسکی قیمت مین اوسکی کہال بہر کر سونا دینا پڑا اسیوجہہ سے بنی اسرائیل کو اوسکا ذبح کرنا ناگوار تہا **وَاِذْ قَتَلْتُمْ نَفْسًا فَادّٰرَءْتُمْ فِيْهَا وَاللّٰهُ مُخْرِجٌ مَّا كُنْتُمْ تَكْتُمُوْنَ** ط اور جبکہ قتل کیا تم نے ایک شخص کو پہر جہگڑا کیا تم نے اوس مین اور اللہ نکالنے والا ہے اوس چیز کو کہ چہپاتے تہے تم **ف** یہ اشارہ اوس قصہ کیطرف ہے کہ بنی اسرائیل مین سے ایک شخص نے اپنے چچا عامیل نامی کو اوسکا مال لینے کے واسطے قتل کیا اور قتل کا جہوٹا الزام [illegible] لگایا تہا اور جب حضرت موسیٰ اوسکی حقیقت معلوم کرنے مین حیران ہوئے تو اللہ نے بیل کی قربانی کا حکم کیا **فَقُلْنَا اضْرِبُوْهُ بِبَعْضِهَا** ط تو کہا ہم نے کہ مارو مقتول کو بیل کا ٹکڑا ہے **ف** یعنی اوس بیل کے گوشت کا ٹکڑا اوس مقتول کے جسم پر لگاو **ف** چنانچہ جب ایسا کیا تو اللہ کی قدرت سے وہ مردہ زندہ ہوگیا اور اوسکی رگون سے اوسوقت خون جاری تہا اور اوس نے بیان کیا کہ فلانے شخص نے میرے مال کی طمع مین مجہکو قتل کیا ہے چنانچہ حضرت موسیٰ نے اوس قاتل کو اوسکی میراث سے محروم کیا۔ **كَذٰلِكَ يُحْيِ اللّٰهُ الْمَوْتٰى وَيُرِيْكُمْ اٰيٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ** ۝ اسیطرح زندہ کریگا اللہ مردون کو اور دکہاتا ہے تمکو نشانیان اپنی تاکہ سمجہو تم **ف** یعنی جسطرح اوس مقتول کو زندہ کیا اسیطرح اللہ قیامت کے دن سب مردونکو زندہ کریگا۔ اور یہ اپنی قدرت کی نشانیان تمکو اسلیئے دکہاتا ہے تاکہ تم سمجہو اور قیامت کے دن مردون کے زندہ ہوجانیکا انکار نہ کرو **ف** سید احمد خان کہتے ہین کہ یہ دو قصے جداجدا ہین ایک کو دوسرے سے کوئی تعلق نہین مگر روایات منقولہ اور نیز قرآن عبارت قرآن سے ثابت ہے کہ یہ دونو ایک قصہ ہین۔ سید احمد خان کہتے ہین کہ اس صورت مین ذبح کا قصہ جو بعد قتل کے واقع ہوا ہے اوس سے پہلے مذکور ماننا پڑیگا مگر ہم کہتے ہین کہ اسمین کیا حرج ہے اکثر ایسا ہوتا ہے کہ کسی مصلحت سے بعد کے قصے کو ذکر مین مقدم کردیا کرتے ہین قرآن مین دوجگہ بہی ایسا ہوا ہے وہ کہتے ہین کہ اتنا جملہ یہان سے محذوف ماننا پڑیگا کہ اللہ نے اوسکو زندہ کیا مگر ہم کہتے ہین کہ یہ مضمون قرآنی عبارت سے خود بخود ظاہر ہوتا ہے اور یہ جو اللہ نے

يَشَّقَّقُ فَيَخْرُجُ مِنْهُ الْمَآءُ ط اور بیشک پتھرون مین سے ایسے بھی ہین کہ جاری ہو جاتی ہین
اوس سے نہرین اور بیشک اونمین سے وہ بھی ہین جو شق ہو جاتے ہین اور نکلتا ہے اوس سے پانی
ف یہ بیان ہے اس امر کا کہ تمہارے دل پتھر سے بھی زیادہ سخت ہین اسلئے کہ بعضے پتھر تو اثر
قبول کرتے ہین مگر یہ حق کو قبول نہین کرتے وَاِنَّ مِنْهَا لَمَا يَهْبِطُ مِنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ ط
اور بعض اونمین سے ایسے ہین جو گر پڑتے ہین اللہ کے خوف سے **ف** یہان شبہہ وارد ہوتا ہے
کہ پتھر کو کچھ سمجھ نہین ہوتی پھر خوف کیسے ہوتا ہے اسکا جواب مفسرین نے یہ دیا ہے کہ اللہ نے جمادات
مین بھی ایک قسم کی روح پیدا کی ہے اور اون کی صلوٰۃ و تسبیح جو کتاب و سنت سے ثابت ہے اور روایات
صحیحہ مین جو وارد ہے کہ انبیاء سے بعضے پتھرون نے کلام کیا ہے اور اونکے احکام کی تعمیل کی ہے
یہ سب اوسی روح کے آثار ہین دنیا مین اس روح کا اثر کبھی کبھی ظاہر ہوتا ہے اور آخرت مین ہر وقت
رہیگا اسی سبب سے وہان گواہی دینگے اور گویا ہو جاوینگے پس اسی روح کا تعلق اونکے دل مین اللہ کا خوف
پیدا ہونیکا باعث ہوتا ہے وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ط اور نہین ہے اللہ بیخبر
اون کامون سے جو تم کرتے ہو اَفَتَطْمَعُوْنَ اَنْ يُّؤْمِنُوْا لَكُمْ وَقَدْ كَانَ
فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ يَسْمَعُوْنَ كَلَامَ اللّٰهِ ثُمَّ يُحَرِّفُوْنَهٗ مِنْۢ بَعْدِ مَا عَقَلُوْهُ
وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ ۝ کیا امید رکھتے ہو تم کہ وہ تصدیق کرینگے تمہاری اور بیشک تھا ایک
فریق اونمین کہ سنتے تھے اللہ کا کلام پھر بدلڈالتے تھے اوسکو سمجھ لینے کے بعد اور جانتے تھے کہ
وہ جھوٹے ہین **ف** اس آیت مین اللہ پیغمبر سے اور مومنین سے خطاب کر کے فرماتا ہے کہ کیا تم
ان یہودیون سے یہ امید رکھتے ہو کہ یہ تمہاری کوئی بات مان لینگے یہ تو وہ لوگ ہین کہ ان مین سے
ایک فریق ایسا تھا کہ وہ اللہ کا کلام سنتا تھا یعنی توریت وغیرہ مین محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف لکھی
ہوئی دیکھتے تھے اور اوسکو خوب سمجھ لینے کے بعد بدلڈالتے تھے حالانکہ وہ جانتے تھے کہ اس امر مین وہ

ف اللہ کو یہ بھی قدرت تھی کہ یہ جو کچھ قصہ قربانی کا واقع ہوا بغیر اسکے ہی اوس مقتول کو زندہ کر دیتا
مگر قربانی کا حکم دینے اور ان تمام واقعات سے بہت سے فائدے مرتب ہوے جن کا پورا علم اللہ کو ہے
اہل علم کو جو معلوم ہوئے ہین وہ یہ ہین ۔ اول کہ بنی اسرائیل سے قربانی کی عبادت ہی ادا ہوگئی ۔ دوسرے یہ
کہ اوس جوان صالح کو جو اپنی ماں کی بہت خدمت کرتا تہا بہت سا فائدہ حاصل ہوگیا ۔ تیسرے یہ کہ اوس کے
باپ نے توکل کیا تہا اور اوس بیل کو اللہ کی تفویض کر دیا تہا اور اوسکا نتیجہ بہت عمدہ ظاہر ہوا اس سے
سب لوگونکو توکل کا فائدہ معلوم ہوگیا چوتہے اوسنے اپنے بیٹے کو فائدہ پہونچانے کی نیت کی تہی اوس سے ثابت ہوگیا
کہ اولاد پر شفقت کرنا سنت صالحین ہے ۔ پانچوین یہ کہ بنی اسرائیل اس امر کے طالب تہے کہ قاتل کا حال اونکو
معلوم ہو جائے اور اونکو اللہ نے قربانی کا حکم کیا اس سے ثابت ہوگیا کہ طالب کو لازم ہے کہ حاجت پوری
ہونے کے واسطے اول کسی عبادت سے اللہ کو راضی کرے چہٹے یہ کہ حضرت موسیٰ نے بیل کی کہال بہر کر
سونا قربانی کی قیمت مین دیا اس سے ثابت ہوا کہ قربانی عمدہ اور بیش قیمت جانور کی زیادہ ثواب کا باعث ہے
ابو داؤد مین روایت کی ہے کہ حضرت عمرؓ نے ایک اونٹ تین سو دینار کو خرید کرکے ذبح کیا تہا ۔ ساقوین یہ کہ
قربانی کا گوشت لگانے کو مردہ زندہ ہونے مین کوئی دخل نہین تہا اس سے ظاہر ہوگیا کہ تاثیر اور تصرف
اللہ سے مختص ہے اور اسباب فقط ظاہری حیلہ ہین ۔ درحقیقت اون مین کچہہ بہی اثر نہین ۔

ثُمَّ قَسَتْ قُلُوْبُكُمْ مِّنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ فَهِيَ كَالْحِجَارَةِ اَوْ اَشَدُّ قَسْوَةً

پہر سخت ہوگئے تمہارے دل اوسکے بعد تو وہ پتہر کی مانند ہین یا اوس سے زیادہ سخت ہین ۔ **ف** اون کے دل مین
جو قبول حق کا مادہ کم تہا اوسکو اللہ نے پتہر کی سختی سے تشبیہ دی پہر اوس سے بہی زیادہ سخت بتایا اور
اسمین کچہہ شک نہین کہ جو واقعات اونہون نے اپنی آنکہون سے دیکہے وہ ایسے تہے کہ انسان کے دل مین اونکے اثر سے بہت ہی
رقت پیدا ہو ۔ مگر یہ بہی اونکو عبرت حاصل نہین ہوئی ۔ اس سے معلوم ہوا کہ وہ نہایت سنگدل
تہے ۔

وَاِنَّ مِنَ الْحِجَارَةِ لَمَا يَتَفَجَّرُ مِنْهُ الْاَنْهٰرُ

أَوَلَا يَعْلَمُونَ أَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا يُسِرُّونَ وَمَا يُعْلِنُونَ ٥ کیا وہ نہین
جانتے کہ بیشک اللہ جانتا ہے اون امور کو جنہین وہ چہپاتے ہین اور اون امور کو جنہین وہ ظاہر کرتے
ہین ف حاصل یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف جو توریت وغیرہ مین مذکور ہے
اوسکو اگر وہ مسلمانون سے چہپاتے تو اونسے الزام موقوف ہوجائیگا اسلیئے کہ اللہ کو تو معلوم ہے
وَمِنْهُمْ أُمِّيُّونَ لَا يَعْلَمُونَ الْكِتَابَ إِلَّا أَمَانِيَّ اور بعض اونمین سے
ان پڑھ ہین نہین جانتے کتاب کو مگر اپنی خواہشین ف یہ حال جو پہلے بیان ہوا وہ علماء یہود کا تہا
یہان سے جہال یہود کا حال اللہ بیان فرماتا ہے کہ بعضے اون مین سے ایسے ہین کہ کتاب کو
جانتے ہی نہین مگر اونہون نے تمام آسمانی کتابون کا حاصل اپنی چند خواہشون کو سمجھ لیا ہے جو اونکے
علماء نے افترا کرلین وہ مقصود تمام کتب الٰہی کا اونہین مطالب کو سمجھتے ہین۔ منجملہ اون خیالات کے
ایک یہ تہا کہ یہودی اپنے آپ کو خدا کا پیارا اور محبوب سمجھتے تہے اور یہ جانتے تہے کہ خدا کو ہمسے ایسی
محبت ہے کہ ہم جو گناہ کرینگے خدا معاف کردیگا۔ دوسرے یہ کہ بالفرض اگر خدا مواخذہ بہی کرنا چاہیگا
تو ہمارے باپ دادے جو بہت سے پیغمبر گذرے ہین وہ ہمکو چہڑالینگے اور اون کی وجہ
سے خدا اپنے ارادہ کو بدل دیگا۔ تیسرے یہ کہ یہودی سمجھتے تہے کہ ہم کیسا ہی کفر کرین
مگر سات روز یا چالیس روز سے زیادہ ہمپر عذاب نہوگا۔ چوتہے یہ کہ سمجھتے تہے کہ یہودیون کی
شریعت قیامت تک منسوخ نہوگی۔ پانچوین یہ کہ وہ سمجھتے تہے کہ خاندان بنی اسرائیل کے سوا اور
کسی مین نبوت کی لیاقت ہی نہین۔ اسی قسم کے اور بہت سے خیالات اونہون نے اپنی مرضی کے
موافق اپنے ذہن نشین کرلیئے تہے اور اوسیکو محصل کلام الٰہی سمجھتے تہے وَإِنْ هُمْ إِلَّا يَظُنُّونَ
اور نہین ہین وہ مگر اٹکلین لگاتے ہین۔ ف یعنی بے اصل اپنی طرف سے کچھ خیالات باندہ لیتے
ہین اور اس امر کی تحقیق کیطرف توجہ نہین کرتے کہ یہ امور فی الواقع کتاب اللہ مین موجود ہین یا نہین

جهوٹ بولتے هین اور کچهہ کا کچهہ کهدیتے هین یہ تفسیر مطابق قول مجاهد اور عکرمہ اور سدی اور ایک
جماعت مفسرین کے ہے لیکن ابن عباس رضی اللہ عنہ سے اسکی تفسیر یون منقول ہے کہ یہ آیت
اون ستر آدمیون کے حقمین اتری ہے جو حضرت موسیٰ کے ساتهہ کوہ طور پر گئے تهے اور وهان اونهون نے
اللہ کا کلام سنا اور وہ جب لوٹ کر اپنی قوم مین آئے تو جو سچے لوگ تهے اونهون نے جسطرح سنا تها
اوسیطرح بیان کیا اور ایک فریق ایسا تها کہ اوسنے اللہ کے احکام جو سنے تهے وہ بیان کرکے آخر مین
اپنی طرف سے ایک جملہ یہ بهی ملا دیا کہ یہ کام اگر تمسے ہو سکین تو کرو اور تمهارا جی نچاہے نہ کرو یہ مضمون
اونهون نے اپنی طرف سے بڑها دیا اور اوسکو بهی خدا کی طرف سے کہا یہی اونکی تحریف تهی اور وہ خوب
جانتے تهے کہ جان بوجهہ کر جهوٹ بولتے هین وَإِذَا لَقُوا الَّذِينَ آمَنُوا قَالُوا آمَنَّا
وَإِذَا خَلَا بَعْضُهُمْ إِلَىٰ بَعْضٍ قَالُوا أَتُحَدِّثُونَهُم بِمَا فَتَحَ اللَّهُ
عَلَيْكُمْ اور جب وہ ملتے هین مسلمانون سے تو کہتے هین هم ایمان لاے اور جب تخلیہ مین ہوتے
هین بعض ان کے طرف بعض کے تو کہتے هین کیا تم کهدیتے ہو اونسے جو کهولا ہے اللہ نے تم پر
لِيُحَاجُّوكُم بِهِ عِندَ رَبِّكُمْ تا کہ حجت پکڑین تم پر تمهارے رب کے پاس ف
یہودیون مین سے بعضے ایسے لوگ تهے کہ جب وہ مسلمانون مین بیٹهتے تو اون سے کہتے کہ محمد صلی اللہ
علیہ وسلم وہی نبی هین جنکی خبر توریت مین مذکور ہے - هم اسپر یقین رکهتے هین - اور جب وہ تخلیہ مین باهم
بیٹهتے اور مسلمان اونکی مجلس مین نہوتے تو اور یہودی اونپر طعن کرتے کہ تم نے توریت سے محمد
صلی اللہ علیہ وسلم کی خبر کیون بیان کردی یہ قیامت کے دن اللہ کے سامنے یون حجت پکڑینگے
کہ ان یہودیون کو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا حال معلوم تها اور پهر بهی مسلمان نہوئے اور حقیقت
یہ اونکی حماقت اور سفاهت تهی ورنہ اگر وہ چهپاتے تو بهی یہ حجت اونپر قایم تهی أَفَلَا تَعْقِلُونَ
کیا تم سمجهتے نہین ف یہ قول یا تو یہودیون کے قول کا نتیجہ ہے یا مسلمانون کو اللہ کا خطاب ہے

عِنْدَ اللّٰهِ عَهْدًا فَلَنْ يُّخْلِفَ اللّٰهُ عَهْدَهٗٓ تو کہو کیا لیا ہے تمنے اللہ سے
عہد تو نہ خلاف کریگا اللہ اپنے عہد سے اَمْ تَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ
کیا لگاتے ہو تم اللہ پر وہ امور جو نہین جانتے ہو تم ف حاصل یہ ہے کہ یہ جو تمہارا خیال ہے کہ صرف
چند روز تک عذاب ہوگا یہ ہوگا اس امر کا اللہ نے تمسے کوئی عہد کر لیا ہے یا تم اللہ پر ایسی باتین لگاتے ہو
جسکی کوئی اصل نہین بَلٰى مَنْ كَسَبَ سَيِّئَةً وَّاَحَاطَتْ بِهٖ خَطِيْٓئَتُهٗ فَاُولٰٓئِكَ
اَصْحٰبُ النَّارِ بیشک جسنے کمائی برائی اور گھیر لیا اوسکو اوسکی خطا نے وہ لوگ صاحب دوزخ
کے ہین هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ۝ وہ اوسمین ہمیشہ رہنے والے ہین وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا
وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ
اور جو لوگ ایمان لائے اور نیک کام کیے وہ صاحب جنت کے ہین وہ اوسمین ہمیشہ رہنے والے ہین۔
ف حاصل یہ ہے کہ یہود کا یہ خیال غلط ہے بلکہ منکرین نافرمان ہمیشہ دوزخ مین رہینگے اور مومنین
صالحین ہمیشہ جنت مین رہینگے وَاِذْ اَخَذْنَا مِيْثَاقَ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ لَا تَعْبُدُوْنَ
اِلَّا اللّٰهَ وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا وَّذِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ
وَقُوْلُوْا لِلنَّاسِ حُسْنًا وَّاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ ثُمَّ تَوَلَّيْتُمْ
اِلَّا قَلِيْلًا مِّنْكُمْ اور جبکہ لیا تھا ہمنے بنی اسرائیل سے یہ عہد کہ پرستش نہ کرو مگر اللہ کی اور
ماں باپ کے ساتھہ اور قرابت والوں اور یتیموں اور مسکینوں کے ساتھہ احسان کرو اور کہو آدمیوں سے
اچھی بات اور نماز قایم کرو اور زکوۃ دو پھر تم پھر گئے لیکن چند آدمی تم مین سے ف یہ جو فرمایا کہ اللہ کے
سوا دوسرے کی پرستش نہ کرو یہ درحقیقت دو حکم ہین ایک یہ کہ خدا کی پرستش کرو اور دوسرے یہ کہ دوسرے
کو اوسکے ساتھہ عبادت مین شریک نہ کرو پہلا حکم اوس صورت مین ادا ہو جب اللہ کو مع اوسکی صفات
کے جان لے اور عبادت کے طریقے پیغمبروں سے سیکھ لے اور دوسرا حکم اوسوقت ادا ہوگا جبکہ یا

فَوَيْلٌ لِّلَّذِيْنَ يَكْتُبُوْنَ الْكِتٰبَ بِاَيْدِيْهِمْ ثُمَّ يَقُوْلُوْنَ هٰذَا
مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ لِيَشْتَرُوْا بِهٖ ثَمَنًا قَلِيْلًا ط تو خرابی ہے اون کے لیے
جو لکھ لیتے ہین کتاب اپنے ہاتھون سے پہر کہدیتے ہین کہ یہ اللہ کیطرف سے ہے تا سلئے کہ لیلین
اوسکے بدلے تہوڑی سی قیمت **ف** ویل کے معنے تباہی اور ہلاکی کے ہین اور ترمذی نے
روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ویل ایک جنگل ہے جہنم مین چالیس برس تک
کافر نیچے کو گرتا رہے گا تب بھی اوسکی گہرائی تک نہ پہونچے گا - یہ بیان اون یہودیون کا ہے کہ تہوڑے سے
فائدے کے لیئے اپنی طرف سے عبارتین بنا کر اوسکو توریت کی عبارت کہدیتے تھے اسیو جہسے
شریعت محمدی مین قرآن کی ایسی حفاظت کی گئی ہے کہ فقہا نے یہ فتویٰ دیا ہے کہ ترجمہ اور تفسیر اور
عدد آیات اور ربع اور نصف اور اوقاف وغیرہ کی علامتین قرآن مین اسطرح لکھی جائین کہ قرآن کی
عبارت سے اونکو امتیاز ہو اور بغیر امتیاز کے لکھنا حرام ہے فَوَيْلٌ لَّهُمْ مِّمَّا كَتَبَتْ
اَيْدِيْهِمْ تو خرابی ہے اون کے لیئے بسبب اوس کے جو لکھا ہے اون کے دونون
ہاتھون نے وَوَيْلٌ لَّهُمْ مِّمَّا يَكْسِبُوْنَ ط اور خرابی ہے اونکے لیے بسبب
اوسکے جو حاصل کرتے ہین وہ **ف** یعنی توریت کی آیتین جہوٹی اپنی طرف سے بنا کر لکھنا اور اوسپر
اجرت حاصل کرنا - یہ دونون امر اونکے لیئے عذاب کا باعث ہونگے وَقَالُوْا لَنْ تَمَسَّنَا
النَّارُ اِلَّآ اَيَّامًا مَّعْدُوْدَةً اور کہا یہودیون نے نہین چہوئے گی ہمکو آگ مگر
چند روز **ف** ان ایام کے تعین مین مفسرین کا اختلاف ہے - ابن عباس کا قول یہ ہے کہ یہودی یہ
کہتے تھے کہ دنیا کی مقدار سات ہزار برس ہے اور ہر ہزار برس کے مقابلہ مین ایک دن ہمپر عذاب ہوگا
اوس طور پر کل سات دن عذاب ہوگا اور قتادہ اور عطا کا یہ قول ہے کہ بنی اسرائیل نے جو چالیس دن
گوسالہ پرستی کی تہی اس لیئے یہودیون کا یہ قول تہا کہ ہمپر چالیس دن عذاب ہوگا قُلْ اَتَّخَذْتُمْ

کہ قطع رحم یعنی قرابت والون کے ساتھہ سلوک چھوڑ دینا گناہ کبیرہ ہے اور ادنی مرتبہ صلہ رحم کا یہ ہے کہ قرابت والون کو بالکل چھوڑ نہ دے اور زیادہ نہو سکے تو سلام اور کلام سے ہی اوس حق کو ادا کرے اور اس حق کا حکم ہر شخص کے حق مین دوسرے کی حاجت اور اپنی قدرت کی موافق مختلف ہوتا ہے۔ بخاری مین ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو شخص یہ چاہے کہ اوسکے رزق اور عمر مین فراغت ہو اوسکو چاہئے کہ اپنے قرابت والون کے ساتھہ احسان کرے۔ اسکے بعد اللہ نے یتیم کے ساتھہ احسان کا حکم کیا۔ یتیم اصطلاح شریعت مین اوس نابالغ بچے کو کہتے ہین جسکا باپ مر گیا ہو یا مفقود الخبر ہو خواہ اوسکی مان زندہ ہو یا مر گئی ہو یتیم زیادہ مستحق احسان کا ہے یتیم کے حقوق دو قسم ہین ایک وہ جو اوسکے وارثون پر واجب ہین۔ وہ یہ ہین کہ اوسکے مال کی حفاظت کرنا اور ضروریات کے کفیل ہونا اور ہر اک قسم کی تربیت کرنا او ... کہانا اور دوسرے وہ جو سب آدمیون پر واجب ہین۔ وہ یہ ہین کہ اوسکو ایذا نہ ... اپنے پاس بٹھانا اور اوسکے سر پر ہاتھہ پھیرنا اور اپنی اولاد ... احسان کرنا۔ پھر اللہ نے مسکین کے ساتھہ احسان کرنے کا حکم کیا ہے ... کہ اوسکی آمدنی اوسکے ضروری خرچ کو پوری نہو اور اگرچہ اوسکے پاس کچھہ مال ہو اور کچھہ پیشہ ہی وہ کرتا ہو مگر اوسکی ضروریات کے لیے کافی نہو۔ مسکین کے ساتھہ احسان کرنیکا اجر کتاب وسنت مین جابجا ذکر ہے۔ پھر اللہ نے سب آدمیون کے ساتھہ نرمی اور ملاطفت کے ساتھہ بات چیت کرنیکا حکم فرمایا۔ شاہ صاحب نے لکھا ہے کہ احسان قولی کی شریعت مین کئی مرتبہ ہین۔ اول یہ کہ ملاقات کے وقت سلام علیک کہے اور جواب دے تو ایک لفظ اور بڑہا دے۔ دوسرے یہ کہ نہایت نرمی اور لطف کے ساتھہ امور خیر کی ہدایت اور بری باتون سے منع کرتا رہے۔ لڑائی جھگڑے کے ساتھہ نصیحت نہ کرے۔ کسی بزرگ نے ایک شخص کو دیکھا کہ وضو کے سنن اور مستحبات کو

احسان بایتامیٰ

احسان بمساکین

اور شرک اور غیر اللہ کی محبت کے غلبہ کو دل سے دور کرے ماباپ کے ساتھہ احسان کرنے کے
بیان مین مولنا شاہ عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ وہ تین قسم ہے۔ ایک یہ کہ اپنے قول و فعل سے
اونکو ایذا نہ دے یہ تو ہر حالت مین واجب ہے۔ دوسرے یہ کہ مال سے اور بدن سے اونکی خدمت کرے
یہ امر اگر ماباپ محتاج ہون اور اولاد مقدور رکھتی ہو تو واجب ہے ورنہ واجب نہین۔ تیسرے یہ کہ جس وقت وہ
حکم کرین اوس وقت وہ حاضر ہو جاے یہ واجب ہے بشرطیکہ وہ حاضری کسی گناہ کا سبب نہو جاے
اگر والدین کسیکو نوافل پڑہنے سے منع کرین تو نوافل سے اونکا حکم مقدم ہے اور اگر واجب یا فرض سے منع کرین
تو اونکا حکم قبول نکرے اور سنت مؤکدہ مثل جماعت وغیرہ سے منع کرین تو اصح قول یہ ہے کہ ایک دو بار
تو اونکا حکم مان لے اور اگر ہمیشہ وہ یہی معمول کرلین تو نمانے۔ اور نیز مولنا نے لکھا ہے کہ ماباپ کے ساتھہ
سلوک کرنے کا طریقہ احادیث صحیحہ مین یہ وارد ہے کہ صدق دل سے اون کے ساتھہ محبت رکھے
اور کلام اور رفتار اور نشست برخاست مین اونکے ساتھہ ادب کا لحاظ رکھے مثلاً راستہ مین اون سے
آگے نہ بڑہے اونکا نام لیکر اونکو نہ پکارے اور جہانتک ہو سکے اونکی خدمت کرے اور اونکی رضامندی
مقصود رکھے اور اپنا وقت اور مال اونکے واسطے صرف کرے اور اونکے مرنے کے بعد جو اونکی
وصیت ہو اوسکو پورا کرے اور اونکی مغفرت کی دعا مانگا کرے اور اونکے واسطے صدقہ اور خیرات دیا
کرے اور ہر جمعہ کو اونکی قبر کی زیارت کیا کرے۔ اور قرآن پڑہکر اونکی روح کو ثواب پہونچایا کرے جو اونکے
دوست اور قرابت والے ہون اونکے ساتھہ بہی محبت سے پیش آوے اور اونکے ساتھہ جو ماباپ سلوک
کیا کرتے تہے اوس طریقہ کو جاری رکہے۔ اور ذوی القربی کے ساتھہ جو احسان کا حکم ہے اوسکی شرح
مین مولنا نے یہ لکھا ہے کہ قرابت والے دو قسم ہین ایک تو وہ جو محرم بہی ہین جیسے چچا اور ماموں اور
پہوپہی اور خالہ اور بہائی اور بہن اور بہائی بہن کی اولاد اونکے ساتھہ احسان کرنا فرض ہے اور اوسکا تارک
گنہگار دوسرے وہ جو محرمیت کی قرابت نہین رکہتے اونکے ساتھہ احسان سنت مؤکدہ ہے۔ فقہا نے لکہا ہے

والدین کے حقوق

ذوی القربی کے حقوق

اور اوسکی بات کو رد نکرنا یہ مداہنت اور خوشامد ہے - امام محمد باقر رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ قولوا للناس حسنًا کے معنے یہ ہین کہ لوگون کے ساتھ ایسی باتین کہو جو چاہتے ہو کہ تم سے انسان ایسی باتین کہین یعنی اگر اوس وہ باتین کیجائین تو خوش ہو - اور یہ جو فرمایا کہ بجز چند آدمیون کے تم سب پھر گئے اس سے مراد یا تو یہ ہے کہ تمہارے باپ دادون نے ایسا کیا یا صرف ان لوگون کی حالت کا بیان ہے جو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانے مین موجود تھے اور اونمین سے بہت تھوڑے مسلمان ہوگئے تھے جیسے عبد اللہ بن سلام وغیرہ

وَاَنْتُمْ مُّعْرِضُوْنَ اور تم پھر جانیوالے ہو یعنی تم ایسی قوم ہو کہ تمہاری عادت ہی ہو گئی ہمیشہ اپنے عہد سے پھر جانے کی وَاِذْ اَخَذْنَا مِیْثَاقَكُمْ لَا تَسْفِكُوْنَ دِمَآءَكُمْ وَلَا تُخْرِجُوْنَ اَنْفُسَكُمْ مِّنْ دِیَارِكُمْ اور جبکہ لے لیا تھا ہمنے عہد تمسے کہ نہ بکھیر دو خون اپنے آپکا اور نہ نکالو آپس والون کو اپنے شہرون سے ثُمَّ اَقْرَرْتُمْ وَاَنْتُمْ تَشْهَدُوْنَ پھر اقرار کیا تمنے اور تم گواہ ہو ف یعنی تم اسکے مقر ہوا اور شاہد ہو - یہ عہد توریت مین مذکور تھا ثُمَّ اَنْتُمْ هٰٓؤُلَآءِ تَقْتُلُوْنَ اَنْفُسَكُمْ وَتُخْرِجُوْنَ فَرِیْقًا مِّنْكُمْ مِّنْ دِیَارِهِمْ پھر تم وہ ہو کہ قتل کرتے ہو آپس والونکو اور نکالتے ہو آپس والونکے ایک فریق کو اونکے گھرون سے ف سدی مفسر نے یہ روایت کی ہے کہ اللہ نے توریت مین بنی اسرائیل سے عہد لیا تھا کہ وہ آپسمین ایک دوسرے کو قتل نکرین - اور آپس والون کو اونکے گھرون سے نہ نکالین اور اگر بنی اسرائیل مین سے کوئی مرد یا عورت غلام یا باندی ہوجاوے تو قیمت دیکر اوسکو آزاد کرادین مدینہ مین بنی اسرائیل کے دو گروہ تھے بنی قریظہ اور بنی نضیر دونو یہودی تھے اسیطرح مدینہ کے مشرکین بھی دو گروہ تھے اوس اور خزرج جو بعد اسلام کے انصار کہلائے یہ دونو آپسمین ہمیشہ لڑتے تھے بنی اسرائیل مین سے بنی نضیر کا معاہدہ اوس کے ساتھ تھا اور بنی قریظہ نے خزرج کے ساتھ عہد کیا تھا - اسوجہ سے ہمیشہ اوس اور بنی نضیر ملکر خزرج اور بنی قریظہ سے لڑا کرتے تھے - اور جب ایک فریق دوسرے فریق پر غلبہ پالیتا تو اون کے گھرون کو

اچھی طرح ادا نہین کرتا تہا اوسکی تعلیم کا طریقہ اونہون نے یہ مقرر کیا کہ مین چاہتا ہون کہ آپکے سامنے وضو کرون آپ بغور دیکھین اور جو قصور ہو اوس سے مجھکو مطلع کردین ۔ اسطور کی نصیحت بھی تنہائی مین کرے ۔ تیسرے یہ کہ ملاقات کے وقت اپنی محبت ظاہر کرے اوسکے حالات پوچھے اوسکی خوشی اور رنج مین شریک ہو مگر سب سچی باتین کہے جہوٹے مبالغون کو دخل ندے ۔ چوتھے جب اوسکو پکارے تو اوسکا نام تعظیم کے ساتھ لے ۔ پانچوین جب پیچھے اوسکا ذکر آوے تو اوسکو بھلائی کے ساتھ یاد کرے اور سچی تعریف کرے اور جو اوسمین خوبیان ہون اونکا ذکر کرے مگر جھوٹ اور حد سے بڑھکر مبالغے سے بچے ۔ چھٹے وہ مشورہ کرے تو نیک صلاح دے ۔ ساتوین جب دیکھے کہ وہ کسی بلا مین پہنسنے والا ہے اور اوسکی تدبیر اوسکو معلوم ہے تو نہایت حسن خلق کے ساتھ بتادے ان مین سے اکثر امور ایسے ہین جنکا برتاؤ کافرون کے ساتھ بھی موجب اجر و ثواب ہوگا اسیوجہ سے اللہ نے عموماً سب آدمیونکے ساتھ احسان کا حکم کیا مسلمانون کی قید نہین لگائی ۔ اس حکم کا مطلب یہ نہ سمجھنا چاہیئے کہ دوسرون کو خوش کرنیکے لیے اونکی مرضی کے موافق باتین کردے ۔ اور حق و باطل کا لحاظ نہ کرے ۔ اسیوجہ سے مولنا شاہ عبد العزیز صاحب نے لکھا ہے کہ حسن خلق مین اور مداہنت یعنی دوسرے کی خوشامد کے لیے امور دین مین سستی اختیار کرنے مین بڑا فرق ہے حسن خلق اسکو کہتے ہین کہ اپنے نفس کے مقابلہ مین دوسرے کی تعظیم کرنا اور اپنی ذات کو اوس کے سامنے چھوٹا کردینا اور جو خاص اوسکے حق مین دوسرا شخص تقصیر کرے اوس سے درگذر کرنا یہ امر مستحب ہے اور اسی کا اس آیت مین حکم ہے ۔ اور مداہنت کے معنی یہ ہین کہ امور ممنوعہ کو دیکھنا اور سننا اور اپنے دین کو سبک کردینا اور حق شرع سے درگذر کرنا یہ امر حرام ہے اگر اسکو کسی نے کوئی سخت کلمہ کہا یا اسکی تعظیم نہ کی تو اوس پر غصہ نہ کرنا بلکہ اوسکے ساتھ احسان کرنا حسن خلق ہے ۔ اور اگر کسی نے کوئی حرکت خلاف شرع کی یا دین کی تعظیم چھوڑ دی اوسکے ساتھ موافق ہو جانا اور ناخوشی ظاہر نکرنا اور

جاوین سخت عذاب مین **ف** چنانچه دنیا مین بهی هو وین کران دونو فرقونکو ذلت اور خواری حاصل
هوئی - بنی قریضه مسلمانون کے هاتهونسے قتل هوئے اور بنی نضیر مدینه سے جلا وطن کئے گئے **وَمَا اللّٰهُ**
بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ط اور نهین هے الله غافل اوس سے جو عمل کرتے هو تم **اُولٰٓئِكَ**
الَّذِيْنَ اشْتَرَوُا الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا بِالْاٰخِرَةِ یهی هین وه لوگ که مول لی اونهون نے
یه تهوڑی زندگی آخرت کے بدلے **ف** یعنی دنیا کے تهوڑے فائدے کے لئے آخرت کا عذاب
قبول کیا **فَلَا يُخَفَّفُ عَنْهُمُ الْعَذَابُ وَلَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ** ۵ تو نه کم کیا جاویگا
اون سے عذاب اور نه وه مدد کئے جاوینگے **وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ**
وَقَفَّيْنَا مِنْۢ بَعْدِهٖ بِالرُّسُلِ اور بیشک دی همنے موسے کو کتاب اور پے در پے
بهیجے پیچهے اوسکے رسول **وَاٰتَيْنَا عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ الْبَيِّنٰتِ** اور دین همنے
عیسی پسر مریم کو کہلی هوئی دلیلین **ف** ان دلیلون سے حضرت عیسیٰؑ کے معجزات مراد هین مثلاً بغیر باپ
کے اونکا پیدا هونا اور مردون کو زنده کر دینا اور اندهون اور کوڑیون کو اچها کر دینا اور غیب کی خبر دینا۔
سید احمد خان کہتے هین که بینات سے معجزات مراد نهین هوسکتے اسلئے که وه صفت آیات کی هے
جو یهان سے محذوف ہے اور آیات دلیل کو کہتے هین اور معجزات دلیل نبوت نهین هوسکتے اور اونهون نے
ایک قدیمی تقریر ملحدین منکرین نبوت کی نقل کی هے جسمین فلسفه کے طور پر اس امر مین بحث کی گئی هے که معجزات
دلیل نبوت نهین هوسکتے - **مگر هم** کہتے هین که بینه کے معنے دلیل کے هین پس یهان آیات کے محذوف
ماننے کی ضرورت نهین اور قرآن مین جا بجا بینه بمعنی معجزه مذکور هے چنانچه سوره اعراف مین حضرت موسے
اور فرعون کا قصه یه مذکور هے **قَدْ جِئْتُكُمْ بِبَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ فَاَرْسِلْ مَعِيَ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ قَالَ اِنْ كُنْتَ جِئْتَ**
بِاٰيَةٍ فَاْتِ بِهَآ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ فَاَلْقٰى عَصَاهُ فَاِذَا هِيَ ثُعْبَانٌ مُّبِيْنٌ وَّنَزَعَ يَدَهٗ فَاِذَا هِيَ
بَيْضَآءُ لِلنّٰظِرِيْنَ یعنی موسی نے کہا که مین تمهارے پاس دلیل لایا هون تمهارے رب کیطرفسے تو بهیجدے میرے ساتهه

ویران کر دیتے اور اونکو نکالدیتے پس بنی قریظہ او بنی نضیر کا آپسمین ایک دوسرے کو قتل کرنا اور گھر و نسے
نکالنا اوس عہد کے خلاف تھا مگر اونمین یہ بھی دستور تھا کہ بنی اسرائیل کے ان دو نو گروہون مین سے
اگر کوئی قید ہو جاتا تو ان دو نو گروہون کے آدمی اوسکا فدیہ دیدیتے یعنی چندہ کرکے اوسکی قیمت
دیدیتے اور اوسکو آزاد کرا دیتے اس امر پر تمام اہل عرب نے تعجب کے طور پر اونسے پوچھنا شروع کیا کہ جب
تم اونکا فدیہ دیتے ہو تو پھر لڑتے کیون ہو تو اوسکا جواب وہ یہ دیتے تھے کہ ہم جو اوس اور خزرج سے
عہد کر چکے ہین اسوجہ سے لڑتے ہین اسیوجہ سے اللہ نے اون سے خطاب کرکے فرمایا کہ اللہ کے چار
حکمونمین سے تین حکمونمین نافرمانی کرتے ہو ایک یہ کہ باہم قتال کرتے ہو۔ دوسرے یہ کہ بنی اسرائیل مین سے
ایک گروہ کو گھر و نسے نکالتے ہو۔ تیسرے یہ کہ باہم ایک دوسرے کے مقابلہ پر گناہ اور سرکشی کے ساتھ
دشمن کی مدد کرتے ہو اور ایک حکم مانتے ہو یعنی بعد قید ہو جانے کے فدیہ دیتے ہو تَظٰهَرُوْنَ عَلَيْهِمْ
بِالْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ ۚ وَاِنْ يَّاْتُوْكُمْ اُسٰرٰى تُفٰدُوْهُمْ ط مدد کرتے ہو تم
اون کے مقابلہ پر گناہ اور سرکشی کے ساتھ اور اگر آتے ہین تمہارے پاس قید ہو کر تو فدیہ دیتے ہو تم وَهُوَ
مُحَرَّمٌ عَلَيْكُمْ اِخْرَاجُهُمْ ط اور حال یہ ہے کہ حرام ہے تمپر نکالنا اونکا یہان صرف
گھر و نسے نکالنیکی حرمت بیان کی اور اسی سے ظاہر ہوگیا کہ قتل چونکہ زیادہ سخت ہے وہ بدرجہ اولی حرام
ہوگا اَفَتُؤْمِنُوْنَ بِبَعْضِ الْكِتٰبِ وَتَكْفُرُوْنَ بِبَعْضٍ ۚ کیا ایمان لاتے ہو
بعض کتاب پر اور انکار کرتے ہو بعض کا ف یعنی اپنی قوم کو قید یونکو فدیہ دیکر چھڑا دینے کا حکم تو مانتے
ہو اور اونکا قتل کرنا اور گھر و نسے نکالنا اور اونکے مقابلہ مین اونکے دشمنون کی مدد کرنا جو بدرجہ اولی حرام ہین اس
حکم کو نہین مانتے فَمَا جَزَآءُ مَنْ يَّفْعَلُ ذٰلِكَ مِنْكُمْ اِلَّا خِزْيٌ فِي الْحَيٰوةِ
الدُّنْيَا ۚ وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ يُرَدُّوْنَ اِلٰٓى اَشَدِّ الْعَذَابِ ط تو کیا
بدلا ہے اوسکا جو تم مین سے ایسا کرے مگر یہ کہ خواری ہو اس تھوڑی زندگی مین اور قیامت کے دن ڈالے

فَفَرِيقًا كَذَّبْتُمْ وَفَرِيقًا تَقْتُلُونَ ﴿﴾ پس ایک فریق کو جھٹلاتے اور ایک فریق کو
قتل کرتے ہو تم ف یعنی انبیا کے احکام جو تمہارے نفس کی خواہشونکے خلاف ہوتے ہین
اونکو نہین مانتے اور اسیوجہ سے بعض انبیا کی تکذیب کرتے ہو اور بعض کو قتل کرتے ہو مثلاً حضرت عیسیٰ علیہ السلام وغیرہ
اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب کی اور حضرت یحییٰ اور زکریا وغیرہ کو قتل کیا وَقَالُوا قُلُوبُنَا
غُلْفٌ اور کہا اونہون نے کہ ہمارے دل غلاف مین ہین ف یعنی ہمارے دلون پر پردہ
پڑا ہوا ہے ہم تیری بات نہین سنتے بَلْ لَعَنَهُمُ اللَّهُ بِكُفْرِهِمْ بلکہ لعنت کر دی ہے
اونپر اللہ نے اونکے کفر کے سبب سے فَقَلِيلًا مَا يُؤْمِنُونَ پس بہت تھوڑے ایمان
لاتے ہین ف یعنی اونکے کفر کیوجہ سے اللہ نے اونکو اپنی رحمت سے دور کر دیا ہے اور ایمان لانیوالے
اونمین بہت ہی تھوڑے ہین وَلَمَّا جَاءَهُمْ كِتَابٌ مِنْ عِنْدِ اللَّهِ مُصَدِّقٌ لِمَا
مَعَهُمْ وَكَانُوا مِنْ قَبْلُ يَسْتَفْتِحُونَ عَلَى الَّذِينَ كَفَرُوا فَلَمَّا
جَاءَهُمْ مَا عَرَفُوا كَفَرُوا بِهِ فَلَعْنَةُ اللَّهِ عَلَى الْكَافِرِينَ
اور جب آئی اونکے پاس کتاب اللہ کے پاس سے تصدیق کرنیوالی اوس کتاب کی جو اون کے پاس ہے
حالانکہ تھے وہ اس سے پہلے فتح طلب کرتے تھے کافرونپر پس جب آئی اونکو پاس وہ چیز جو پہچان لی اونہون
نے کافر ہو گئے وہ تو لعنت ہو اللہ کی کافرونپر ف یعنی یہودی پہلے سے تو مشرکین کے مقابلہ
مین فتح پانیکی دعا اللہ سے مانگتے تھے اور اس مراد کے ملنے کے لیے نبی آخر الزمان کے منتظر
تھے مگر جب محمد صلی اللہ علیہ وسلم ظاہر ہوئے اور قران نازل ہونا شروع ہوا جو توریت وغیرہ کے
مضامین کی تصدیق کرتا تہا۔ اور اہل کتاب نے پیغمبر آخر الزمان کو خوب پہچان لیا اوسوقت کافر ہو گئے
ابو نعیم اور بیہقی اور حاکم نے صحیح سندون سے روایت کی ہے کہ خیبر اور مدینہ کے یہودی مشرکین عرب
کے مقابلے مین لڑائیونمین شکست پر شکست پاتے تھے تب اونہون نے اپنے علما کی طرف

بنی اسرائیل کو فرعون نے کہا کہ اگر تو دلیل لایا ہے تو پیش کر اگر تو سچا ہے موسی نے اپنا عصا ڈالدیا تو
وہ کہلا ہوا سانپ تہا اور اپنا ہاتہہ نکالا تو وہ روشن تہا دیکہنے والونکے لئے اس آیت مین بینہ اور آیت
دونو لفظ بمعنی معجزہ مذکور ہین پس بینہ کے معنے معجزات کے ثابت ہوگئے تو آیات کے محذوف ملنے کی
کوئی ضرورت نہین اور اسمقام پر یہہ بحث کہ معجزہ دلیل نبوت ہوسکتا ہے یا نہین محض بے محل ہے اسلئے
کہ یہان خطاب اہل کتاب سے ہے اور وہ انبیاء سابقین کے معجزات سے واقف تھے اور معجزے کو
دلیل نبوت سمجہتے تہے اب ہم اس سے قطع نظر کرکے بھی یہہ کہتے ہین کہ اہل کتاب پر ہی کچہا موقوف ہی تمام اہل عرب کا
یہی حال تہا کہ وہ تصدیق نبوت کے واسطے معجزہ مانگتے تہے اور کچہہ اہل عرب پر بھی موقوف نہین تمام
جہان کا ہمیشہ سے یہی حال ہے اور ہر زمانہمین انبیاء نے اپنے معجزات سے منکرین پر حجت تمام کی ہے
اور وہ سب معجزات کو دلیل نبوت ملنتے تہے اور جو معجزہ دیکہنے کے بعد ایمان نہین لاتے تہے وہ دل مین
قایل ہوجاتے تہے مگر صرف اونکے عناد اور تعصب کیوجہ سے انکار کرتے رہتے تہے اسیوجہ سے عذاب الہی اونپر
نازل ہوتا تھا اور ابتداے پیدایش جہانسے محمد رسول اللہ صلی اللہ کے زمانہ تک ہر نبی نے اپنے دعوی کی شہادت مین
معجزات ہی پیش کئے ۔ انبیاء نے اپنی نبوت کے ثابت کرنیکے لئے کبہی منطقی دلائل پیش نہین کئے
اور نہ انبیاء کے زمانہمین ان فلسفی اعتراضونکا دستور تہا ایسے لوگونکے جواب مین قرآن کا معجزہ بہت
کافی ہے یا تو اوسکو دلیل نبوت سمجہین ورنہ اوسکی مثل ایک چہوٹی سی سورت بنادین وَأَيَّدْنَاهُ
بِرُوحِ الْقُدُسِ ط اور مدد کی ہمنے اوسکی روح قدس سے ف روح قدس سے مراد
یا جبرئیل ہین یا وہ پاک روح جو حضرت عیسیٰ کے بدن مین اللہ نے ڈالی تہی بعض کے نزدیک روح قدس
سے مراد یہہ ہے کہ اللہ نے اسم اعظم اونکو سکہا دیا تہا اور بعض کے نزدیک انجیل مراد ہے ۔
أَفَكُلَّمَا جَاءَكُمْ رَسُولٌ بِمَا لَا تَهْوَى أَنْفُسُكُمُ اسْتَكْبَرْتُمْ
کیا جب لایا تمہارے پاس کوئی رسول ایسی چیزین جنکو نہین پسند کرتا نفس تمہارا تو غرور کرتے ہو تم

اس ضد پر کہ خدا نے بنی اسرائیل مین سے کیون مقرر کیا اللہ کی کتابونکا انکار شروع کردیا قرآن کا بہی
انکار کیا اور توریت کی اون آیتونکا بہی انکار کیا جن مین صفت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی
مذکور تہی پس اونہون نے اس کفر کی عوض بیچی جانونکو عذاب مین مبتلا کیا اسیوجہ سے اللہ نے فرمایا
کہ اپنی جانونکی عوض اونہون نے یہ کفر مول لیا اور بہت بری چیز مول لی اسلیے کہ وہ اللہ کے غضب
بالائے غضب کے مستحق ہوگئے وَاِذَا قِیْلَ لَهُمْ اٰمِنُوْا بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ قَالُوْا
نُؤْمِنُ بِمَآ اُنْزِلَ عَلَيْنَا وَيَكْفُرُوْنَ بِمَا وَرَآءَهٗ وَهُوَ الْحَقُّ
مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَهُمْ ط اور جب اونسے کہا جاتا ہے کہ ایمان لاؤ اون چیزون پر جو اللہ نے
نازل کین تو وہ کہتے ہین کہ ہم تو اوسی پر ایمان لاوینگے جو ہمپر نازل ہوئی ہے اور انکار کرتے ہین اوسکا
جو اوسکے سوا ہین حالانکہ وہ حق ہے تصدیق کرتا ہے اوسکی جو اون کے پاس ہے ف
یعنی جب اون سے کہا جاتا ہے کہ قرآن پر ایمان لاؤ وہ اللہ کی طرف سے نازل ہوا ہے تو وہ کہتے ہین
کہ ہم تو اونہین کتابونپر ایمان لائے ہین جو ہمپر نازل ہوئی ہین اور اوسکے سوا جو کلام الہی ہے یعنی قرآن
اوسکا انکار کرتے ہین حالانکہ یہ قرآن حق ہے اور توریت وغیرہ اون کتابون کی جو اون کے پاس
ہین تصدیق کرتا ہے قُلْ فَلِمَ تَقْتُلُوْنَ اَنْۢبِيَآءَ اللّٰهِ مِنْ قَبْلُ اِنْ كُنْتُمْ
مُّؤْمِنِيْنَ ؕ تو کہدے پھر کسلیئے قتل کرتے ہو تم اللہ کے نبیونکو پہلے سے اگر تم مومن ہو۔
ف یعنی وہ یہ جو دعوی کرتے ہین کہ ہم اونہین کتابون پر ایمان لائے ہین جو ہمپر نازل ہوئین
ہین اس دعوی مین بہی وہ سچے نہین اسلیئے کہ اگر وہ اون کتابونپر ایمان لاتے تو پہلے زمانے مین
خدا کے نبیون کو کیون قتل کرتے وَلَقَدْ جَآءَكُمْ مُّوْسٰى بِالْبَيِّنٰتِ ثُمَّ
اتَّخَذْتُمُ الْعِجْلَ مِنْۢ بَعْدِهٖ وَاَنْتُمْ ظٰلِمُوْنَ ط اور بیشک لایا تمہارے
پاس موسی کہلی ہوئی دلیلین پہر بنا لیا تمنے گوسالہ بعد اوس کے اور تم ظالم تہے۔

رجوع کیا اونہون نے سپاہیون کو ایک دعا تعلیم کی جسکا حاصل یہ تہا کہ اے اللہ ہمکو طفیل نبی آخرالزمان
اور اونکی کتاب کے فتح دے چنانچہ اسکے بعد پہر یہود یونکو شکست نہین ہوئی ۔ امام احمد اور طبرانی نے
سلمہ بن قیس سے روایت کی ہے کہ ہمارے محلہ مین ایک یہودی رہتا تہا ایک روز اوسنے کہا کہ اے
بت پرستو کیا تمکو خبر نہین کہ مرنیکے بعد کیا ہوگا کل آدمی دوبارہ زندہ ہونگے اور بہشت اور دوزخ سامنے
آویگا اور حساب اور وزن اعمال ہوگا ہر شخص اپنے اعمال کی سزا پائیگا سب لوگون کو یہ باتین اجنبی
معلوم ہوئین ۔ تب اوسنے کہا کہ خدا کی قسم اگر اوسکی عوض دنیا مین ایک بڑے تنور مین آگ بہر کر
اوسمین مجھکو ڈالدین اور دوزخ کے عذاب سے نجات دین تو میری عین مراد ہے لوگون نے پوچھا کہ تیرے
اس قول کی کیا دلیل ہے اوسنے کہا کہ بہت جلد مکہ اور یمن کیطرف سے ایک پیغمبر پیدا ہوگا وہ اس
قول کو تمہین بخوبی سمجہا دیگا لوگون نے پوچھا کہ وہ پیغمبر کب پیدا ہوگا سلمہ بن قیس جو راوی اس قصے کے
ہین وہ کہتے ہین کہ میری طرف کو اوس یہودی نے اشارہ کرکے کہا کہ اگر یہ جوان زندہ رہا تو اوس پیغمبر کو
دیکہہ لیگا سلمہ کہتے ہین کہ چند روز کے بعد محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خبر مشہور ہوئی جب وہ حضرت
مدینہ مین تشریف لائے تو ہم سب مسلمان ہوئے مگر وہ یہودی جسنے یہ گفتگو کی تہی مسلمان نہوا بلکہ
مسلمانونکا سخت دشمن بنا ہمین نے وہ گفتگو اوسکو یاد دلائی تو اوسنے کہا کہ ہان وہ بات مجہکو یاد ہے
مگر یہ شخص وہ پیغمبر نہین ۔ بِئْسَمَا اشْتَرَوْا بِهٖ اَنْفُسَهُمْ اَنْ يَّكْفُرُوْا بِمَا
اَنْزَلَ اللّٰهُ بَغْيًا اَنْ يُّنَزِّلَ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ عَلٰى مَنْ يَّشَاۗءُ مِنْ عِبَادِهٖ
فَبَاۗءُوْ بِغَضَبٍ عَلٰى غَضَبٍ وَلِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ بری ہے
وہ چیز کہ بیچ ڈالین اونہون نے اوسکے بدلے مین اپنی جانین یہ کہ انکار کرین اون امور کا
جو اللہ نے نازل کئے ہین اس ضد پر کہ اللہ اوتارتا ہے اپنا فضل جسپر چاہتا ہی اپنے بندون سے
تو سزاوار ہوئے غضب پر غضب کے اور کافرون کے لئے عذاب ہے ذلیل کرنیوالا **ف** یعنی اونہون نے

کفر کی وجہ سے گوسالہ کی محبت اونکے دل مین گہس گئی قُلْ بِئْسَمَا يَأْمُرُكُمْ بِهِ إِيمَانُكُمْ إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ ۝ تو کہہ دے اے محمد کہ بُری ہے وہ چیز جسکو حکم کرتا ہے ایمان تمہارا اگر تم مومن ہو۔ ف یعنی تم تو بیت پرایمان لانیکا دعوہ کرتے ہو اور پھر ایسی حرکتین تم سے ظاہر ہوتی ہین پس تمہارا ایمان تمکو بہت بری باتین سکہاتا ہے قُلْ إِنْ كَانَتْ لَكُمُ الدَّارُ الْآخِرَةُ عِنْدَ اللَّهِ خَالِصَةً مِنْ دُونِ النَّاسِ فَتَمَنَّوُا الْمَوْتَ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ ۝ تو کہہ دے کہ اگر ہے صرف تمہارے لئے آخرت کا گہر اللہ کے پاس خاص اور وں کے سوا تو آرزو کرو موت کی اگر ہو تم سچے وَلَنْ يَتَمَنَّوْهُ أَبَدًا بِمَا قَدَّمَتْ أَيْدِيهِمْ ۗ وَاللَّهُ عَلِيمٌ بِالظَّالِمِينَ ۝ اور ہرگز موت کی آرزو کبھی نکرینگے بسبب ان اعمال کے جو کر چکے ہین اون کے ہاتھ اور خدا جاننے والا ہے ظالمونکو ف یہودی یہ دعوی کرتے تھے کہ جنت یہودیون کے سوا کسیکو نملے گی اور جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم پرایمان لاوینگے وہ جنت مین داخل نہونگے اسکے جواب مین اونکے عاجز کرنے کے واسطے اللہ نے پیغمبر کو حکم دیا کہ تم یہودیون سے کہو کہ اگر تم اعتقاد رکہتے ہو کہ بہشت فقط تمہارے لئے ہے مسلمانونکو نملے گی تو تمکو چاہیئے کہ اپنے لیئے موت کی دعا مانگو اسلئے کہ جس شخص کو جنت مین جانیکا یقین ہو اوسکے واسطے موت اوسکی زندگی سے بدرجہا بہتر ہے اللہ نے بذریعہ وحی کے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو یہہ بہی خبر دی تہی کہ اگر اسکے جواب مین یہ مارے موت کی جرات کرینگے تو فوراً ہلاک ہوجائینگے اور چونکہ یہودی دل مین بخوبی جانتے تہے کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے سچے نبی ہین اور قرآن اللہ کا سچا کلام مگر ظاہر مین حسد کی وجہ سے انکار کرتے تہے اونکو اس بات پر یقین تھا کہ بیشک اللہ کیطرف سے یہ حکم ہے اگر ہمنے دعا مانگی تو فوراً ہلاک ہوجائینگے۔ اسیوجہ سے اونکو دعا مانگنے کی جرات نہوئی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حجت یہودیون پر تمام ہوگئی زبان سے دعا مانگ لینا بہت سہل بات تہی مگر اللہ نے اون کو عاجز کردیا اور وہ لاجواب ہوگئے اس قصے مین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دو معجزے ثابت ہوئے ایک تو

وَإِذْ أَخَذْنَا مِيثَاقَكُمْ وَرَفَعْنَا فَوْقَكُمُ الطُّورَ خُذُوا مَا آتَيْنَاكُمْ بِقُوَّةٍ وَاسْمَعُوا ط قَالُوا سَمِعْنَا وَعَصَيْنَا اور جبکہ لیا ہم نے عہد تمہارا اور اوٹھایا اوپر تمہارے طور کو پکڑو اوسکو جو دیا ہمنے تمکو مضبوط اور سنو تو بولے وہ کہ سنا ہمنے اور نمانا ہمنے ف مفسرین نے لکھاہے کہ نماننے کا قول اونھون نے علانیہ زبان سے نہین کہا تھا بلکہ قرائن نافرمانی کر اونکی حالت سے ظاہر تھے اسیوجہ سے اللہ نے اسقول کو اونکی طرف منسوب کیا اور ظاہر ہے کہ جسوقت طور کا پہاڑ اونکے سرونپر آگیا تھا اوسحالت مین زبان سے وہ ایسا قول نہین کہسکتے تھے ورنہ وہ پہاڑ اونکے سرونپر گرپڑتا بلکہ نافرمانی اون کے دل مین ہی رہی زبان پہ نہ تھی اور اوسوقت پہاڑ اون کے سر سے ٹل جانے اور عہد پورا ہوجانیکے واسطے صرف زبانی اقرار کافی تھا۔ اور اکثر مفسرین کا قول یہ ہے کہ اونھون نے زبان سے یہی صاف کہا کہ ہمنے سن لیا مگر مانا نہین یعنی ایسا کہا ہوا سمجھو کہ دیکھا کہ پہاڑ اونکے سرونپر آگیا پھر بھی نافرمانی نہ چھوڑی اور پہاڑ اون کے سر پر نہین صرف ایک معجزہ دکھانا اونکو منظور تھا اوسوقت پہاڑ اون کے سر پر گرا دینا اور اونکا غارت کردینا مقصود نہ تھا اسیوجہ سے وہ باوجود اس نافرمانی کے قول کے اوسوقت غارت نہوئے بعض مفسرین کا قول یہ ہے کہ یہ دونو قول اون کے ایک وقت مین نتھے بلکہ جسوقت کوہ طور سر پر آگیا تھا اوسوقت تو اونھون نے یہی کہا تھا کہ ہمنے سن لیا۔ اور اوسکے بعد جب خوف زائل ہوگیا تو اونھون نے کہا کہ ہم نہین مانتے واللہ اعلم بالصواب وَأُشْرِبُوا فِي قُلُوبِهِمُ الْعِجْلَ بِكُفْرِهِمْ اور پلائی گئی وہ دلونمین انکے گوسالہ کی محبت اونکے کفر کے سبب سے ف اونکا کفر یہ تھا کہ اللہ کا مجسم بنکر سامنے آجانا یا کسی جسم مین حلول کرجانا اون کے نزدیک جائز تھا اسی

تو اونہوں نے دم نکلتے وقت یہ فرمایا کہ اب وہ وقت آگیا کہ مین اپنے دوستون یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم
اور اونکے ساتھیوں سے جا ملونگا اور ابن سعدؓ نے حسن بصریؒ سے روایت کی ہے کہ حضرت حذیفہؓ نے
مرتے وقت فرمایا کہ میرا محبوب عین انتظار مین مجھکو ملا جو اس سے ڈریگا وہ مراد نپاویگا وَلَتَجِدَنَّهُمْ
أَحْرَصَ النَّاسِ عَلَىٰ حَيَاةٍ ج وَمِنَ الَّذِينَ أَشْرَكُوا ج اور البتہ پاویگا تو اونکو سب سے
زیادہ حریص زندگی پر اور مشرکین سے بھی زیادہ حریص **ف** چونکہ یہودی اپنے دل مین خوب جانتے تھے
کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سچے نبی ہین اور اونکی طاعت واجب ہے مگر ظاہر مین حرص اور تعصب کی
وجہ سے انکار کرتے تھے اسلیئے وہ یہ بھی اعتقاد رکھتے تھے کہ جبتک زندگی ہے تب ہی تک عذاب سے
چھوٹے ہوئے ہین مرنیکے بعد اس تعصب اور عناد کی ضرور سزا ملے گی اور دوزخکے عذاب مین مبتلا ہونگے
اسیوجہ سے وہ موت سے بہت ڈرتے تھے اور سب آدمیون سے زیادہ وہ زندگی کو پسند کرتے تھے۔
پھر اللہ نے فرمایا کہ وہ مشرکین سے بھی زیادہ زندگی کے حریص ہین یہ اسواسطے فرمایا کہ مشرکین دنیا کے سوا
اور کسی رنج و راحت کو نہین مانتے تھے اور آخرت کے منکر تھے اسلیئے زندگی کو بہت عزیز رکھتے تھے مگر یہودی
اونسے بھی زیادہ زندگی کے حریص تھے اسلیئے کہ مرنیکے بعد مشرکین کو کسی عذاب کا خوف نتھا اور یہودی
یقیناً جانتے تھے کہ ہم عذاب مین مبتلا ہونگے۔ يَوَدُّ أَحَدُهُمْ لَوْ يُعَمَّرُ أَلْفَ سَنَةٍ
پسند کرتا ہے ہر ایک دشمن کا کہ کاش عمر دیجاے ہزار برس کی وَمَا هُوَ بِمُزَحْزِحِهِ مِنَ
الْعَذَابِ أَنْ يُعَمَّرَ ط اور نہین ہے یہ درازی عمر بچانیوالی اوسکی دوزخ سے اگر عمر دی بھی جاے
ف یعنی یہودیوں مین سے ہر شخص کی یہ تمنا ہے کہ اوسکو ہزار برس کی عمر ملے پھر اللہ فرماتا ہے
اگر اون کو ہزار برس کی بھی عمر ملجاے تب بھی تو وہ آخر کو دوزخ مین ہی جانیوالے ہین عمر کی درازی
دوزخ کے عذاب سے تو نہین بچاتی۔ اور محدود زمانہ اگرچہ ہزار برس ہی کیون نہو بہت جلد تمام ہوجاتا
ہے اور آخرت کا عذاب ہمیشہ رہیگا کبھی تمام نہوگا پھر اوسکے مقابلہ مین ہزار برس کی کیا اصل ہے

یہودیونکو دعاے موت کی جرات نہونا دوسرے یہہ کہ خبر غیب کی بیان کردینا کہ وہ کبھی یہ دعا نمانگینگے
بیہقی نے ابن عباسؓ سے روایت کی ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
تمام یہودیونکو جمع کیا اور فرمایا کہ اگر تم اپنے اس دعوے مین سچے ہو تو ایکبار اپنی زبان سے کہدو کہ اے اللہ موت
دے قسم ہے اوس خدا کی کہ میری جان اوسکے قبضہ قدرت مین ہے کہ تم مین سے جو کوئی یہ کہیگا ابھی
اوسکے مونہہ کا تہوک اوسکے گلے مین پہنس جاویگا اور فوراً ہلاک ہوجاویگا یہودی یہ سنتے ہی ڈر گئے اور
کسیکو یہ جرات ہوئی اور ترمذی اور بخاری نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ اگر یہودی یہ
تمنا کرتے تو فوراً ہلاک ہوجاتے ۔ ابن جریر نے ابن عباسؓ سے یہ روایت کی ہے کہ جسدن یہودیون سے
یہ کہا گیا تہا اگر اوسدن وہ موت کی تمنا کرتے تو روے زمین پر ایک یہودی بہی زندہ باقی نرہتا اس خبر کی
روایت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ موت کی تمنا کرتے ہی یہودیونکا فوراً ہلاک ہوجانا خاص انہی سے مختص تہا ف
موت کی تمنا کرنا کسی دنیاوی مصیبت یا مالی یا جسمی تکلیف کی وجہ سے منع ہے مگر کوئی دینی مصلحت ہو
یا دینی فتنہ کا خوف ہو یا دیدار الہی کا شوق غالب ہو تو ایسے وقتمین جایز ہے اور شہادت کی تو طلب کرنا
مستحب ہے بلکہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہؓ سے بہی ایسی صورتونمین موت کی دعا منقول ہے
امام مالکؒ نے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا مانگا کرتے تھے کہ اے اللہ
جب تو میرے اوپر فتنہ بہیجنا چاہے تو مجہکو اوس فتنہ سے پہلے اوٹہالے ۔ اور امام مالک نے حضرت عمرؓ سے
بہی روایت کی ہے کہ اونہون نے اپنے بڑہاپے اور ضعف کیحالت دیکہکر اس خوف سے کہ آیندہ ادائے
عبادات اور اعمال مین تقصیر واقع ہوگی موت کی دعا مانگی اور اوسکے بعد ایک مہینہ کے اندر اونکا انتقال
ہوگیا ۔ اور ابن عساکرؒ نے روایت کی ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرمایا کرتے تہے کہ مجہکو اس بات کی
پروا نہین ہے کہ موت مجہپر گرے یا مین موت پر گرون ۔ حاصل یہ ہے کہ موت کا اونکو بالکل خوف نتہا
طبرانی نے روایت کی ہے کہ حضرت عمار ابن یاسر رضی اللہ عنہ جب جنگ صفین مین شہید ہوئے

یہ بہی پوچھا تہا کہ اہل جنت کے سامنے سب سے پہلے کونسا تحفہ پیش ہوگا۔ اسکا جواب حضرتؐ نے
یہ دیا کہ سب سے پہلے مچھلی کے جگر کا گوشت اہل جنت کے سامنے آویگا ان سب جوابونکو یہودیون نے
حق بتایا مگر جبرئیل کا نام سنکر اونہون نے یہ کہا کہ وہ ہمارا دشمن ہے اسیوجہ سے ہم تمہاری اطاعت
قبول نہین کرسکتے اوسوقت یہ آیت نازل ہوئی کہ قُلْ مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِّجِبْرِيلَ الخ دوسرا قصہ اسکے سبب
نزول مین ابن ابی شیبہ اور ابن جریر اور ابن ابی حاتم وغیرہ نے یہ روایت کیا ہے کہ حضرت عمرؓ توریت سننے کے لئے
یہودیونکی مجلس مین تشریف لیجایا کرتے تھے اور توریت کو سنکر تعجب کیا کرتے تھے کہ وہ قرآن کی بالکل
تصدیق کرتی ہے۔ حضرت عمرؓ کہتے ہین کہ ایکمرتبہ مین نے یہودیون سے پوچھا کہ تم جانتے ہو کہ محمد صلی اللہ
علیہ وسلم خدا کے سچے رسول ہین اسکے جواب مین ایک یہودیونکے عالم نے کہا کہ بیشک ہم جانتے ہین کہ وہ اللہ کے
رسول ہین تب حضرت عمرؓ نے پوچھا کہ تم اونکی اطاعت کیون نہین کرتے تو یہودیون نے جواب دیا کہ ہمنے
اون سے پوچھا تہا کہ تمہارے پاس وحی کون لاتا ہے اسکے جواب مین اونہون نے جبرئیل کا نام لیا چونکہ
جبرئیل ہمارا ہمیشہ سے دشمن ہے اور سختی اور لڑائی اور ہلاکی کے احکام نازل کرتا ہے اسلئے ہم محمد صلی اللہ
علیہ وسلم کی اطاعت قبول نہین کرتے تب حضرت عمرؓ نے پوچھا کہ تمہارا دوست کون فرشتہ ہے اونہون نے
میکائیل کا نام لیا کہ وہ مینہ برساتا ہے اور رحمت نازل کرتا ہے تب حضرت عمرؓ نے پوچھا کہ خدا کے
نزدیک ان دونو کے مرتبہ مین کیا فرق ہے تو اونہون نے جواب دیا کہ ایک اللہ کے داہنی طرف ہے
دوسرا بائین طرف اسکے جواب مین حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ ایسی صورت مین یہ ہرگز نہین ہوسکتا کہ
اون دونو مین باہم ناموافقت ہو وہانسے اوٹھکر حضرت عمرؓ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین
حاضر ہوئے اور ابھی کچھ کہنے نہ پائے تہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آیہ قُلْ مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِّجِبْرِيلَ
کافرین تک سنائی تب حضرت عمرؓ نے کہا کہ مین یہودیونکی مجلس سے اوٹھکر سیدہا آپکے ہی پاس آیا تہا
تا کہ اوس گفتگو کا آپ سے ذکر کرون مگر آپکو اللہ نے پہلے ہی خبر دیدی۔ ابن جریر نے نقل کیا ہے کہ مفسرین کا

وَاللّٰهُ بَصِيرٌۢ بِمَا يَعْمَلُونَ ط اور اللہ دیکھنے والا ہے اونکے اعمال کو ف
پس بیشک اونکو سزا دیگا اگر اللہ کو اونکے اعمال کی خبر نہوتی شاید بچ جاتے قُلْ مَنْ كَانَ عَدُوًّا
لِّجِبْرِيلَ فَإِنَّهُ نَزَّلَهُ عَلَىٰ قَلْبِكَ بِإِذْنِ اللّٰهِ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ
وَهُدًى وَبُشْرَىٰ لِلْمُؤْمِنِينَ ۵ تو کہدے جو کوئی دشمن ہو جبریل کا کہ بیشک اوسنے
اوتارا ہے قرآن تیرے دل پر اللہ کے حکم سے تصدیق کرنیوالا اوسکی جو پہلے اوس سے ہے اور
ہدایت اور بشارت مومنین کے لیے ف اس آیت کے سبب نزول مین دو قصے مروی ہین اول یہ کہ
امام احمد اور ابن جریر وغیرہ بہت سے محدثین نے ابن عباسؓ سے یہ روایت کی ہے کہ یہودیون نے
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے چار باتین پوچھین تہین اور یہ کہا تہا کہ ان امور کی نبی کے سوا کسی اور کو
خبر نہین ہوتی اگر تم ان چارون باتونکا ٹہیک جواب دو گے تو ہم تمہاری اطاعت قبول کرینگے
اول یہ کہ حضرت یعقوبؑ نے اپنے واسطے کونسا کہانا حرام کر لیا تہا۔ دوسرے یہ کہ اسکا کیا سبب ہے
کہ بچہ کبہی باپ کے مشابہ ہوتا ہے کبہی ماں کے۔ تیسرے یہ کہ جب آپ سوتے ہین تو آپ کی کیا حالت ہوتی ہے
چوتھے یہ کہ کونسا فرشتہ آپکے پاس وحی لاتا ہے۔ پہلے سوال کا جواب حضرت نے یہ دیا کہ حضرت
یعقوبؑ ایک سخت مرض مین مبتلا ہوے تہے تو اونہون نے اللہ سے یہ نذر کی تہی کہ اس مرض سے مجہکو شفا ہوجاوے
تو کہانون مین جو کہانا مجہکو سب سے زیادہ مرغوب ہے اوسکو ہمیشہ کے لیے ترک کر دونگا چنانچہ جب اللہ
نے اونکو صحت دی تو اونٹ کا گوشت اور اوسکا دودہ جو اونکو سب سے زیادہ عزیز تہا اونہون نے
چہوڑ دیا۔ دوسرے سوال کا جواب حضرتؐ نے یہ دیا کہ مرد کی منی سفید اور گاڑہی ہوتی ہے عورت کی منی
زرد اور پتلی ہوتی ہے اون دونکے ملنے کے بعد جسکی قوت کو غلبہ ہوتا ہے بچہ اوسی کے مشابہ ہوجاتا ہے تیسرے
سوال کا جواب آپنے یہ فرمایا کہ میری آنکہین سوتے ہین اور دل بیدار رہتا ہے۔ چوتھے سوال کا
جواب حضرت نے یہ فرمایا کہ جو فرشتہ میرے پاس وحی لاتا ہے وہ جبریل ہی یعنی وا تو نہین یہ بہی آیا کہ اونہونے

ك خالد بن ابی عمران
افریقیہ کے قاضی تھے فقیہ
ہین صدوق ہین
روایت ہین ثبت عادل ہین
تابعین ہین نجیب ہین
سنہ ایکسو
اونکا انتقال ہوا ۱۲۰

یہ مقرر ہوچکا ہے کہ اوسکے ہاتھ سے تمپر ایذا پہونچے گی تو تم اللہ کی تقدیر کو کیونکر بدل سکتے ہو اور اگر یہ لڑکا وہ نہین ہے تو پہر ایک بیگناہ بچے کو کیون قتل کرتے ہو غرض ان لطائف الحیل سے جبرئیل نے اوس لڑکیکو بچا لیا اور نتیجہ اوسکا یہ ہوا کہ اوس لڑکے نے جوان ہوکر بیت المقدس پر فوجکشی کی اور بنی اسرائیل کو تباہ کیا **ف** جبرئیل اور میکائیل اور ان کے علاوہ دو فرشتے اور یعنی اسرافیل و عزرائیل یہی چارون فرشتے تمام ملائکہ مین افضل ہین ابو الشیخ نے عکرمۃ بن خالد سے روایت کی ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ تمام مخلوقات مین سب سے زیادہ عزیز اللہ کے نزدیک کون ہے حضرت نے فرمایا کہ مجھکو معلوم نہین پہر جبرئیل نازل ہوئے اونسے پوچھا اونہون نے بہی یہی جواب دیا اوسکے بعد پہر دوبارہ جبرئیل آئے تو اونہون نے جواب دیا کہ مخلوقات مین چار فرشتے اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ عزیز ہین جبرئیل اور میکائیل اور اسرافیل اور عزرائیل جبرئیل سے کارخانہ نبوت اور رسولونکے پاس آمد و رفت اور لڑائیونکی فتح و شکست متعلق ہے۔ اور میکائیل سے آسمان سے مینہ برسانا اور زمین سے نباتات کا جمانا متعلق ہے۔ عزرائیل سے بندونکی روحین قبض کرنیکا کام متعلق ہے خواہ خشکی مین ہون خواہ تری مین اسرافیل اللہ کے امین ہین پہلے تینون فرشتون کو احکام اللہ کے اونہین کے ذریعے سے پہونچتے ہین۔ اور لوح محفوظ کے مضامین کی خبر بہی یہی دیتے ہین اور ابو الشیخ نے خالد بن ابی عمران سے روایت کی ہے کہ بندونکے نامہ اعمال بہی میکائیل کے پاس پہونچتے ہین اور نیز اونہون نے ابو سعید خدری رض سے روایت کی ہے کہ صور پہونکنے کا کام اسرافیل سے متعلق ہے اور نیز ابو الشیخ نے وہب سے روایت کی ہے کہ گنہگارون پر لعنت کرنا اور مقربین الٰہی پر رحمت نازل کرنا جبرئیل کا کام ہے ان امور کا حکم اول ونکو ہوتا ہے پہر اونکے واسطے سے اورونکو پہنچتا ہے حاکم نے ابو سعید خدری سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ہر پیغمبر کے ساتھہ دو وزیر ہوتے تہے مجھکو اللہ نے چار وزیر دئے ہین۔ دو وزیر میرے آسمان پر ہین جبرئیل

اجماع ہے کہ سبب نزول اس آیت کا یہی قصہ ہے اور ظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جب یہودیون نے
حضرت صلعم سے گفتگو کی اوسکے متصل حضرت عمرؓ کی گفتگو یہودیون سے واقع ہوئی اور اوسیوقت یہ آیت
نازل ہوئی مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِّلّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَرُسُلِهٖ وَجِبْرِيْلَ وَ
مِيْكٰلَ فَاِنَّ اللّٰهَ عَدُوٌّ لِّلْكٰفِرِيْنَ ۝ جو کوئی دشمن ہو اللہ کا اور اوسکے ملائکہ کا
اور رسولون کا اور جبرئیل کا اور میکائیل کا تو بیشک اللہ دشمن ہے کافرون کے لیئے **ف**
اس آیت مین اللہ نے یہ ظاہر فرما دیا کہ جو کوئی ملائکہ کا دشمن ہو یا رسولونکا دشمن ہو وہ اوسیطرح کافر ہو جیسا کہ
اللہ کا دشمن کافر ہوتا ہے اگرچہ جبرئیل و میکائیل ملائکہ مین شامل تھے مگر اونکا ذکر خاص اسلیئے کیا گیا کہ
یہودیون سے گفتگو انہین دونو کے باب مین تھی۔ اگرچہ یہودیونکو صرف جبرئیل سے عداوت تھی اور میکائیل سے
وہ محبت رکھتے تھے مگر میکائیل کا ذکر بھی اسوجہ سے کیا گیا کہ یہ ظاہر ہو جاوے کہ جبرئیل کی عداوت بعینہ
میکائیل کی عداوت ہے یعنی وہ دونو آپسمین ایک ہین۔ ایک کا دشمن دوسری کا بھی دشمن ہے **ف**
یہودی جبرئیل سے عداوت کی وجہین چند بیان کرتے تھے۔ اول یہ کہ وہ کہتی ہیکہ قدیم سی نبوت بنی اسرائیل
مین تھی اب جبرئیل نے یہ منصب بنی اسماعیل کو دیدیا۔ دوسرے وہ کہتی ہیکہ بنی اسرائیل پر جو پہلے عذاب
آچکے ہین مثلاً مسخ اور خسف و قحط اور وباء وہ سب جبرئیل نے نازل کئے ہین اور اسرافیل ہمیشہ رحمت لائے ہین
تیسرے یہ کہ وہ کہتے تھے کہ ہمارے بزرگون نے ہمکو خبر دی تھی کہ بنی اسرائیل سی بیت المقدس کو ایک شخص
چھین لیگا جو ملک عراق کے شہر بابل مین پیدا ہوگا اور اوسکا نام بخت نصر ہوگا اور اوسکے ٹہیک ٹہیک پتے
بتا دئے تھے کہ فلان تاریخ فلانے مقام پر پیدا ہوگا اوسکے ہاتھ سے بنی اسرائیل پر بہت سی تباہیان
آئینگی۔ چنانچہ جب اوسکے پیدا ہونیکا زمانہ قریب آیا تو ہم لوگون نے چند آدمی اسغرض سی بھیجے
کہ اوسکو قتل کر ڈالین جب اون لوگون نے وہان جاکر اوس لڑکے کا پتا لگا لیا اور اوسکے مار ڈالنے کا
قصد کیا تو جبرئیل نے اپنے دامن کے نیچے چھپا لیا اور کہا کہ اگر وہی لڑکا ہے جسکی نسبت تقدیر الٰہی مین

سلہ بخت نصر حضرت موسیٰ کے زمانے سے [illegible] برس کے بعد تخت نشین ہوا اور اوسنے بیت المقدس کی عمارت کو ڈہا کر منہدم کر دیا اور تمام شہر کو جلا کر خاک سیاہ کر دیا بنی اسرائیل میں سے بہت سوں کو قتل کیا [illegible] بیت المقدس [illegible] ویران [illegible] بالکل ویران پڑا رہا ۱۲

سیکھا نہایت عجیب بات ہے ۔ پھر سید احمد خان نے لکھا ہے کہ یہان جبرئیل کا ذکر چکا ہے اسلئے اس
آیت سے اونکے وجود پر استدلال نہین ہوسکتا مگر یہ خیال اونکا غلط ہے اسلئے کہ یہان حکایت ذکر نہین
بلکہ خدا نے اپنی طرف سے فرمایا ہے کہ جو کوئی جبرئیل و میکائیل وغیرہ کا دشمن ہو اللہ اوسکا دشمن ہے ۔
پھر سید احمد خان نے اس امر کا اقرار کیا ہے کہ ہمارے پاس فرشتون کے انکار کی کوئی دلیل نہین پھر وہ
کہتے ہین کہ ملائکہ کا وجود دلیل نقلی سے ثابت ہوگا اور شرح مواقف مین لکھا ہے کہ دلیل نقلی بعض
متکلمین کے نزدیک مفید یقین نہین ۔ اس قول سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ قرآن و حدیث قابل اعتبار کے نہین رہے
اسلئے کہ اونکی عبارت کا مطلب سمجھ مین نہین آسکتا اور یقینی طور پر معلوم نہین ہوسکتا کہ کہنے والے کی مراد
کیا ہے ۔ جب سید احمد خان نے یہ بحث پیش کی تو اب تو قرآن و حدیث دونو اونکے ہاتھ سے جاتے رہے
اور کوئی مطلب قرآن و حدیث سے وہ ثابت ہی نہین کرسکتے پس اب اسلام کے ثابت ہونے کی کیا صورت
رہی حالانکہ شرح مواقف مین ان دلیلون کے لکھنے کے بعد اونکو رد بھی کر دیا ہے جسکو سید احمد خان نے
نقل بھی کیا ہے اور ظاہر ہے کہ تمام جہان کے لوگ آپسمین بات چیت کرتے ہین باہم خط کتابت کرتے
ہین تار برقیون کے ذریعہ سے پیغام بھیجتے ہین ۔ کتابون کو پڑھتے پڑھاتے ہین ۔ ان سب چیزونمین
عبارات کے مطلب کو یقینًا سمجھ لیتے ہین کوئی شبہہ باقی نہین رہتا پھر قرآن کے سمجھنے مین اس قسم کے شکوک
پیدا کرنا درحقیقت اسلام سے ہاتھ اوٹھانا نہین تو اور کیا ہے ۔ پھر سید احمد خان کہتے ہین کہ دلیل نقلی مین
اس بات کا علم بھی ضروری ہے کہ وہ کلام غیر مقصود نہین ہے ۔ مگر ہم کہتے ہین کہ کلام غیر مقصود سے
اگر یہ مراد ہے کہ اوس کلام کے سیاق سے کچھ مقصود ہی نہو تو ایسا کلام محکمات قرآن مین ہرگز موجود نہین
اور اگر یہ مراد ہے کہ جو مقصود ہے اوسکے سوائے کچھ اور ثابت کیا جائے تو اوس کلام کو غیر مقصود
کہنا صحیح نہین البتہ جو معنے اوسکے مقصود کے سوا اور مراد لئے جائین وہ غیر مقصود ہونگے اور اس اعتبار سے
اہل اصول نے کلام کی چار قسمین کی ہین جنکا نام اونکی اصطلاح مین عبارۃ النص اور اشارۃ النص

اور میکائیل ور دو وزیر اہل زمین سے ہین یعنی ابوبکرؓ او رعمرؓ۔ طبرانی اور بزار نے عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ ایک روز بہت سے آدمی جمع ہوکر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس آے اور عرض کیا کہ یارسول اللہ حضرت ابوبکر یہہ فرماتے ہین کہ نیکیان خدا کی طرف سے ہوتی ہین اور برائیان بندون کی طرف سے اور حضرت عمرؓ یہ کہتے ہین کہ نیکیان اور برائیان سب خدا کیطرف سے ہوتی ہین ایک جماعت حضرت ابوبکر کے ساتھہ ہوگئی ہے اور ایک گروہ حضرت عمر کے قول کا شریک ہے اور آپسمین بہت بڑی بحث اور نزاع واقع ہے آپ اسمین قول فیصل فرماوین یہہ سنکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تبسم فرمایا کہ یہہ طرفہ اتفاق ہے کہ آجکل آسمان والون مین بہی یہی بحث ہورہی ہے میکائیل ابوبکر کے قول کے موافق ہین اور جبریل کی راے حضرت عمرؓ کے قول کے موافق ہے پہر ان دونون نے اس کا فیصلہ حضرت اسرافیل سے چاہا اونہون نے راز تقدیر کیطرف اشارہ کیا اور فرمایا کہ تمام نیکی و بدی اور اوسکی شیرینی اور تلخی اللہ کیطرف سے ہے پہر حضرت نے ابوبکرؓ سے فرمایا کہ اے ابوبکر اگر اللہ چاہتا کہ کوئی گناہ نکرے تو ابلیس کو پیدا نکرتا یہ سنکر ابوبکرؓ نے کہا بیشک اللہ اور رسول کا ارشاد سچا ہی **ف** اس آیت مین اگرچہ اللہ نے یہود یونکو یہ سمجہایا کہ تم جو جبریل سے دشمنی رکہتے ہو یہ تمہاری بڑی حماقت ہی جبریل تو اللہ کا فرشتہ حامل وحی ہے اوسنے اللہ کے حکم سے قرآن محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل کیا ہے اور جبریل سے عداوت کرنا بعینہ خدا سے عداوت کرنا ہے مگر اس آیت سے یہہ بہی ثابت ہوگیا کہ جبریل ایک خدا کا فرشتہ ہے اور قرآن کا نازل کرنیوالا ہے پس یہ قول سیداحمدخان کا کہ قرآن خدا کیطرف سے کسی فرشتہ نے نازل نہین کیا باطل ہوگیا۔ اور نیز یہ ہی ثابت ہوگیا کہ سیداحمدخان کا یہ قول کہ جبریل ایک فرضی نام ہے واقعی کوئی مخلوق نہین سراسر باطل اور قرآن کے خلاف ہے۔ سیداحمدخان کہتے ہین کہ یہ خیال یہودیون کا تہا کہ جبریل ایک فرشتہ ہی اور اونہین سے مسلمانون نے یہ مسئلہ سیکہا۔ مگر جب قرآن سے صاف ثابت ہوگیا کہ جبریل قرآن کا نازل کرنیوالا ہے پہر یہ کہنا کہ مسلمانون نے یہ مسئلہ یہودیونسے

ف سیداحمدخان کے قول کا رد

جو بہت پاک اور سراسر خیر ہوتا تہا مگر اس تعریف کے لیے ہم یہ بات پیش کرتے ہین کہ جن لوگو نمین قرآن نازل ہوا یعنی پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم اور اونکے صحابہ وہ ملک کے یہی معنی سمجھتے تہے جو ہم مسلمان سمجھتے ہین اسکے بعد اس باب مین اور زیادہ بحث کی کوئی ضرورت نہین ف اس امر پر تو سب کا اتفاق ہی کہ جبرئیل و میکائیل دو فرشتونکا نام قرآن مین مذکور ہے اسکے علاوہ اور ناموں مین بعض کا اختلاف ہے ابن ابی حاتم نے حضرت علی سے روایت کی ہے کہ ہاروت اور ماروت دو فرشتونکے نام ہین ترمذی نے ابن عباس سے روایت کی ہے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ رعد بھی فرشتہ کا نام ہی جو بادلونپر مقرر ہی اسی طرح بعض روایات سے ثابت ہوا ہے کہ برق اور سجل اور روح بہی فرشتونکے نام ہین اسکی تفصیل اتقان سیوطی مین مذکور ہی۔ وَلَقَدْ أَنزَلْنَا إِلَيْكَ آيَاتٍ بَيِّنَاتٍ ۖ وَمَا يَكْفُرُ بِهَا إِلَّا الْفَاسِقُونَ ۝ اور بیشک اوتارین ہمنے تیری طرف کہلی ہوئین نشانیان اور نہین منکر ہوتے اونکے مگر وہی جو نکلجانیوالے ف ابن ابی حاتم نے ابن عباس سے یہ روایت کی ہی کہ ابن صوریا نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے یہ کہا تہا کہ تمنے ہم کو ایک بہی نشانی نبوت کی نہین کہائی اوسکے جواب مین اللہ نے یہ آیت نازل کی اور ہم نے تمہین کہلی ہوئی نشانیان اوتارین ہین جو لوگ نافرمان حد سے گذرنیوالے ہین وہی اونکا انکار کرتے ہین۔ أَوَكُلَّمَا عَاهَدُوا عَهْدًا نَّبَذَهُ فَرِيقٌ مِّنْهُم ۚ بَلْ أَكْثَرُهُمْ لَا يُؤْمِنُونَ ۝ اور کیا جب باندہتے ہین وہ کوئی عہد پہینکدیتا ہے اوسکو ایک گروہ اون مین سے بلکہ اکثر اون مین کے مانتے ہی نہین۔ ف یعنی ان یہودیون کی یہ حالت ہی کہ جب وہ کوئی عہد کرتے ہین ان مین سے ایک گروہ اوسکو توڑ دیتا ہی اور یہ گروہ کوئی جماعت قلیل نہین بلکہ اکثر کی یہ حالت ہی کہ وہ مانتے ہی نہین۔ اس آیت مین اللہ نے عہد توڑنے والے فریق کی خود ہی مقدار بتادی یعنی جو عہد توڑنیوالا فریق ہے وہی بڑا فریق ہے۔ اور اوسکے مقابلہ مین عہد کے ماننے والے چند لوگ تہے جو یہودیون مین سے مسلمان ہوگئے جیسے عبد اللہ بن سلام وغیرہ۔ عہد سے مراد

اور دلالۃ النص اور اقتضاء النص ہے اسکی تفصیل کتب اصول مین مذکور ہے اور انہین چار قسم کے استدلال
کو اونہون نے جائز کہا ہے اور اوس کے سوا اور استدلالونکو فاسد کہا ہے اور اگر کلام غیر مقصود سے
وہ متعلقات کلام مراد ہین جو کلام مین مسند اور مسند الیہ کے علاوہ جزو زاید ہوتے ہین تو اون سے کوئی تعمیم
یا تخصیص یا توصیف یا بیان ہیئت یا بیان وقت یا مکان وغیرہ جو مقصود ہوتا ہے اوسی قدر اون سے
استدلال کیا جاتا ہے۔ غرض یہ سب باتین ایسی ہین کہ جس شخص کو زبان کی مہارت ہوتی ہے اوس پر
مخفی نہین رہتین۔ ان آیتون مین منجملہ ملائکہ کے جبرئیل اور میکائیل کی تخصیص بھی مقصود ہے بلکہ اوس کے
ذکر کے واسطے اونکا سیاق ہے۔ اور چونکہ یہودی جبریل کے دشمن تھے پس اگر واقع مین جبریل ایک فرضی نام
ہوتا تو اللہ یون کہتا کہ تم جبریل سے دشمنی رکھتے ہو جبریل تو کوئی چیز ہی نہین اس مین یہودیون کی حماقت بھی
ظاہر ہو جاتی اور کلام بھی نفس الامر کے مطابق رہتا اور جبکہ اللہ نے یون فرمایا کہ جبریل کا دشمن خدا کا دشمن
ہے اور جبریل نے قرآن نازل کیا ہے تو اس سے ظاہر ہو گیا کہ جبریل بیشک اللہ کا فرشتہ ہے
اور یہ جو سید احمد خان کہتے ہین۔ جبریل سے ملکۂ نبوت مراد ہے اسکا جواب ہم ابتدا سے جلد اول مین بتفصیل
لکھ چکے ہین اور اسقدر یہان بھی لکھتے ہین کہ یہودی بس جبریل سے دشمنی رکھتے تھے اوسکو اپنے
اعتقاد مین ایک جسم فرشتہ مانتے تھے اونہین کے رد مین اللہ نے یون فرمایا کہ جو جبریل سے دشمنی رکھے
اللہ اوسکا دشمن ہے پس اگر خدا کے کلام مین جبریل سے ملکۂ نبوت مراد ہو تو یہ ایسی بات ہوئی کہ کوئی
شخص مینہ کا دشمن ہو اوس سے کہا جاوے کہ جو آسمان سے دشمنی رکھیگا ہم اوسکے دشمن ہین پس ایسا کلام
تو بالکل لغو ہوگا۔ اور نیز ہم کہتے ہین کہ اگر ملائکہ سے قوتین مراد ہونگی تو یہ جو اللہ نے سورۃ الحاقہ مین فرمایا
ہے کہ اللہ کا عرش اوٹھانیوالے آٹھ ہین۔ اور سورۂ مدثر مین فرمایا ہے کہ دوزخ کے موکل انیس ہین
اس کے کیا معنے ہونگے۔ پھر سید احمد خان نے یہ بحث پیش کی ہے کہ عرب قدیم ملک سے کیا مراد لیتے
تھے اور ایک بے سند روایت کسی لغت کی کتاب سے نقل کی ہے کہ عرب اوس جن کو ملک کہتے تھے

جو بہتان باندہتے تہے شیاطین سلطنت سلیمان پر **ف** شیاطین نے ہمیشہ سے یہ مشہور کردیا تہا کہ حضرت سلیمان ساحر تہے اور سحر کی تاثیر سے ہر چیز پر اونکی حکومت تہی۔ یہودیون مین سے ایک فرق کا یہی قول تہا اور حضرت سلیمان کی نبوت کے منکر تہے اور انکو ساحر جانتے تہے شاید یہود مدینہ بھی یہی اعتقاد رکھتے تھے۔ شیاطین نے کچھ جادو کے منتر بہی لوگون کو سکہا دئے تہے جن کی نسبت وہ کہتے تہے کہ حضرت سلیمان انہین منترون کے عامل تہے اور یہودیون مین ان منترونکا بہت رواج تہا اور وہ جادو بہت کیا کرتے تہے۔ ان الفاظ مین اللہ نے یہودیون کی دو برائیان بیان کین ایک یہ کہ وہ شیاطین کے قول کی موجب حضرت سلیمان کو جادوگر سمجہتے تہے دوسرے یہ کہ جادو کے منتر جو شیاطین نے سکہائے انکو یہودی ہی پڑہا کرتے تہے اور جادوگر بنتے تھے

وَمَا كَفَرَ سُلَيْمٰنُ وَلٰكِنَّ الشَّيٰطِيْنَ كَفَرُوْا يُعَلِّمُوْنَ النَّاسَ السِّحْرَ

اور نہین کفر کیا سلیمان نے مگر شیاطین نے کفر کیا کہ آدمیون کو جادو سکہاتے تہے۔ **ف** یہ جو فرمایا کہ سلیمان نے کفر نہین کیا اس سے مراد یہ ہے کہ اونہون نے سحر نہین کیا یعنی شیاطین نے جو یہ مشہور کردیا ہے کہ وہ ساحر تہے یہ بالکل غلط ہے حضرت سلیمان ہرگز سحر نہین کرتے تہے بلکہ یہ شیاطین ہی کفر کرتے تہے یعنی لوگون کو سحر سکہاتے تہے حافظ ابن حجر نے فتح الباری شرح صحیح بخاری مین لکہا ہے کہ اس آیت مین اوس سحر کی اصل کا بیان ہے جسکا یہودیون مین رواج تہا اور وہ سحر دو قسم کا تہا ایک تو وہ جو شیاطین نے حضرت سلیمانؑ کی نسبت افترا کیا تہا اور دوسرے وہ جو ہاروت وماروت پر سرزمین بابل مین اوترا تہا ہاروت وماروت کا سحر بہ نسبت قسم اول کے بہت پہلے سے ہے اس لئے کہ ہاروت وماروت کا زمانہ ابن اسحاق کے قول کی موجب حضرت نوح سے بہی پہلے ہے۔ اور حضرت نوح کے زمانے مین سحر موجود تہا اس لئے کہ قرآن مین یہ ذکر ہے کہ کفار حضرت نوح کو بھی ساحر بتاتے تھے اور فرعون کی قوم تک بھی سحر کا رواج تہا اور وہ زمانہ بہی حضرت سلیمانؑ سے

یا تو وہ عہد ہے کہ یہودیوں نے نبی آخر الزمان کی خبر توریت میں دیکھکر وعدہ کیا تہا کہ جب وہ ظاہر ہونگے
ہم اونپر ایمان لاوینگے۔ اور جب وہ ظاہر ہوئے تو بہت تھوڑے ایمان لائے باقی سب مخالف ہوگئے
اور عہد توڑ دیا۔ اور اسی کی موید ہے جو ابن ابی حاتم نے ابن عباس سے روایت کی ہے کہ یہودی
کہتے تہے کہ ہمسے محمد کے باب مین اللہ نے کوئی عہد نہین لیا اسکے جواب مین اللہ نے یہ آیت نازل کی۔
وہ عہد مراد ہے کہ یہود مدینہ نے عہد کیا تھا کہ ہم تمہارے مقابلہ مین مشرکین کے شریک ہونگے اور پہر
اس عہد کو توڑکر غزوہ خندق مین مشرکین کے ساتھہ شریک ہوئے وَلَمَّا جَاءَهُمْ رَسُولٌ مِّنْ
عِندِ اللَّهِ مُصَدِّقٌ لِّمَا مَعَهُمْ نَبَذَ فَرِيقٌ مِّنَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ
كِتَابَ اللَّهِ وَرَاءَ ظُهُورِهِمْ كَأَنَّهُمْ لَا يَعْلَمُونَ ۝ اور جب آتا ہوا اونکے پاس
کوئی رسول اللہ کیطرف سے سچ بتانیوالا اوسکو جو اونکے پاس ہے ڈالدیا ہے ایک فریق اہل کتاب سے
اللہ کی کتاب کو پیٹھہ پیچھے گویا کہ وہ جانتے ہی نہین **ف** یعنی جب حضرت عیسیٰ ظاہر ہوئے اور انجیل لائے
توریت کی تصدیق کرنیوالی تہی تو یہودیوں نے نمانا اور توریت مین جو اونکی خبر تہی اوسکو پس پشت ڈالدیا
اسی طرح جب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ظاہر ہوئے اور قرآن اونپر نازل ہوا جو توریت و انجیل دونوکی
تصدیق کرنیوالا تہا تب بھی اکثر اہل کتاب یہود و نصاریٰ نے انکار کیا اور توریت و انجیل دونوکو پس پشت
ڈالدیا گویا اوسکو جانتے ہی نہین پس ان اہل کتاب نے اپنی عادت ہی یہہ مقرر کرلی ہو کہ انبیا کا انکار کیا کرا
ہین اور پہلے سے جو اونکے پاس کتاب ہوتی ہو اوسکو پس پشت ڈالدیتے ہین **ف** اس انکار کو اللہ نے
صرف ایک فریق کیطرف اسواسطے منسوب کیا کہ بعض اہل کتاب مثلاً حواریین حضرت عیسےٰ کے زمانے مین
بہی اونپر ایمان لاتے تہے اور بعض محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مین بہی مسلمان ہوگئے تہے
اور اسی اعتبار سے اہل کتاب کے دو فریق ہوگئے تہے ایک فریق مومن اور ایک منکر یہان بیان فریق منکر کا
وَاتَّبَعُوا مَا تَتْلُوا الشَّيَاطِينُ عَلَىٰ مُلْكِ سُلَيْمَانَ ج اور چلے وہ اوسی

کہ ہم امتحان کے لیے ہین تو کافر مت بن **فَيَتَعَلَّمُونَ مِنْهُمَا مَا يُفَرِّقُونَ بِهِ بَيْنَ الْمَرْءِ وَزَوْجِهِ** پس سیکھتے تھے اون دونسے وہ چیز کہ جدائی کرادیتے تھے اوس سے درمیان شوہر اور اوسکی بی بی کے **ف** اگر صرف قران کے لفظون پر لحاظ کیا جاوے اور کسی روایت کو دخل نہ دیا جاوے تو یہان سے اتنا ثابت ہوتا ہے کہ بابل مین دو فرشتے تھے اونکو خدا نے سحر کا علم دیا تھا اور وہ سحر یہ تھا کہ اوسکی تاثیر سے میان بی بی مین جدائی ہوجاتی تھی امتحان کی صورت یہ تھی جو کوئی اونسے سحر سیکھنے آتا اوس سے اول کہدیتے تھے کہ سحر کفر ہے تو مت سیکھ اور کافر مت بن جو خدا کا خوف رکھتے تھے وہ اس نصیحت کو سنکر اس خیال سے باز آجاتے تھے اور جو مفسد اور شریر ہوتے تھے وہ یہ سنکر بھی سیکھنا چاہتے تھے اونکو سکھا دیتے تھے بعض مفسرین نے فرشتون سے سحر کا سکھانا ایک نہایت عجیب سمجھکر یہ تاویل کی ہے کہ وہ آدمی تھے فرشتے نتھے فرشتہ اونکو باعتبار نیکی کے کہا گیا اور اسکی تائید مین وہ کہتے ہین کہ ایک قرات مَلِكَيْنِ بکسر لام بھی ہے جسکے معنی دو بادشاہ ہوئے۔ مگر ہم کہتے ہین کہ مَلَكَيْنِ بفتح لام کے قرات متواتر ہے اور جمہور کی قرات یہی ہے اور مَلِكَيْنِ بکسر لام کی قرات شاذ اور خلاف جمہور ہے صحابہ مین صرف ابن عباسؓ کی یہ قرات ہے حالانکہ ابن عباسؓ سے بھی یہی قول منقول ہے کہ ہاروت و ماروت فرشتے تھے۔ پس تفسیر مطابق قرات جمہور کے چاہیئے اور مَلَكَيْن بفتح لام معنی دو فرشتے کے ہین بغیر کسی دلیل کے اس معنی کو چھوڑنا جائز نہین اور اس صورت مین مَلِكَيْن بکسر لام کے معنی بھی صحیح ہو جاتے ہین اس لیئے کہ وہ آدمی کی صورت بنکر آئے تھے اور دیکھنے والے انکو آدمی سمجھتے تھے۔ پھر ہم کہتے ہین کہ جس مشکل کی وجہ سے اونکے فرشتہ ہونیکا انکار کیا گیا ہے وہ مشکل اب بھی باقی رہی کیونکہ اگر اونکو آدمی مانا جاوے گا تو نیک آدمی مانا جائیگا۔ اس لیئے کہ وہ لوگ سحر کی برائی سمجھا دیتے تھے اور منع کر دیتے تھے۔ پس جسطرح سحر سکھانا فرشتون سے بعید ہے اسیطرح

پہلا ہے اس آیت کی مراد مین مختلف روایتین ہین ایک روایت یہ ہے کہ حضرت سلیمان نے سحر کی
سب کتابون کو جمع کر کے اپنے تخت کے نیچے دفن کر دیا تہا اونکی زندگی مین شیاطین اونکے تخت کے
قریب نہین جا سکتے تہے مگر جب حضرت سلیمانؑ کا زمانہ ختم ہوگیا اور جو علما اللہ کے احکام سے واقف تہے
وہ بہی مر چکے تو شیطان آدمی کی صورت بنکر آیا اور اوسنے یہودیون سے کہا کہ مین تمکو ایک بے مثل
خزانہ بتاتا ہون حضرت سلیمان کے تخت کے نیچے کہودو چنانچہ اونہون نے کہودنا شروع کیا اور شیطان
دور ہو گیا وہان سے سحر کی کتابین نکلین اونکو دیکہکر یہودیون نے یہ کہا کہ سلیمان اسی کے اثر سے انسانون
اور جنون پر حکومت کرتے تہے اور اون سب مین عموماً یہی شہرت ہو گئی کہ سلیمان ساحر تہے جب قرآن مین
یہودیون نے حضرت سلیمان کی نبوت کا ذکر سنا تو اسکا انکار کیا اور کہا کہ سلیمان تو ساحر تہے اوسوقت
اللہ نے یہ آیت نازل کی اس قصہ کو ابن جریر وغیرہ نے سدی سے روایت کیا ہے۔ اس کے علاوہ
اور بہی بہت سے طریقے اوسکے فتح الباری مین مذکور ہین۔ ایک روایت مین یہ مذکور ہے کہ سحر کی کتابین
شیاطین نے لکہکر سلیمانؑ کے تخت کے نیچے دفن کر دی تہین اور بعد وفات حضرت سلیمان کے وہ نکلین
تو لوگون نے یہ گمان کر لیا کہ سلیمانؑ ساحر تہے اور اس علم کو اونہون نے اورون سے چہپایا تہا اور ایک
روایت مین یہ بہی ہے کہ شیاطین نے حضرت سلیمانؑ کی جعلی مہر بہی اونپر ثبت کر دی تہی اور اون کے
آغاز مین یہ لکہا تہا کہ یہ وہ علوم ہین جو آصف بن برخیا وزیر نے سلیمانؑ کے واسطے لکہے اور ابن جریر کی ایک
روایت بسند صحیح ابن عباسؓ سے یہ ہے کہ یہ کتابین شیاطین نے اوس زمانہ مین لکہین جب چند روز کے
واسطے حضرت سلیمانؑ حکومت سے جدا ہو گئے تہے یہ سب روایتین ہمنے فتح الباری سے نقل کین ہین

وَمَآ اُنْزِلَ عَلَى الْمَلَكَيْنِ بِبَابِلَ هَارُوْتَ وَمَارُوْتَ ط اور چلے وہ اوس
جو اوتارا گیا تہا بابل مین دو فرشتون ہاروت و ماروت پر وَمَا يُعَلِّمٰنِ مِنْ اَحَدٍ حَتّٰى يَقُ
اِنَّمَا نَحْنُ فِتْنَةٌ فَلَا تَكْفُرْ ط اور نہین سکہاتے تہے وہ کسی کو یہانتک کہ وہ دونو کہدیتے تہے

کے ساتھ زنا کیا اور اوسکو قتل کیا اور محدثین نے ابن مسعود سے یہ روایت کی ہے کہ زہرہ جو ستارہ
وہ عورت بنکر اونکے لئے اوترا تہا اور وہ دونو فرشتے اوسکے ساتھ گناہ مین مبتلا ہو گئے۔
جلال الدین سیوطی نے یہ ساری روایتین تفسیر درمنثور مین جمع کین ہین اور اسی قسم کی بہت سی روایتین ابن کثیر نے بہی اپنی تفسیر مین لکہی ہین۔ پہر ابن کثیر نے لکہا ہے کہ ہاروت و ماروت کا قصہ بہت سے تابعین سے منقول ہے جیسے مجاہد اور سدی اور حسن بصری اور ابو العالیہ وغیرہم اور تمام مفسرین متقدمین و متاخرین اوسکو نقل کرتے ہین ابن جریر نے لکہا ہے کہ سلف مین سے اکثر کا مذہب یہی ہے کہ وہ دونو فرشتے آسمان سے نازل ہوے تہے۔ اور دنیا مین جو حالت اون کی ہوئی تہی وہ ہوئی۔ امام احمد اور ابن حبان اور بیہقی وغیرہم نے اس قصہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور نیز حضرت علی اور ابن مسعود اور ابن عباس سے باسانید صحیحہ نقل کیا ہے ابن حجر مکی نے کتاب زواجر مین بڑی تفصیل سے امام رازی کے قول کو جو اون روایات کے بطلان مین تہا رد کیا ہے اور اس قصہ کو ثابت کیا ہے خفاجی نے حاشیہ بیضاوی مین ابن عمر کی روایت جو ہم پہلے لکہ چکے ہین اوسکو نقل کیا ہے اور اوسمین اتنی زیادتی اور بہی ہے کہ جب اون دونون فرشتون نے زہرہ کو زنا پر راضی کرنا چاہا تہا تو اوسنے یہ درخواست کی کہ مجہکو اسم اعظم سکہا دو۔ اول وہنون نے انکار کیا آخر اوسکے اصرار کی وجہ سے سکہانا پڑا۔ اور جب اوسکے اثر سے اوڑکر آسمان پر پہونچی تو اللہ نے اوسکو ستارہ بنا دیا اسکے بعد خفاجی نے لکہا ہے کہ محدثین کا یہ قول ہے کہ اسکے راوی غیر معتبر ہین پہر حافظ ابن حجر کا قول اسکی تصحیح مین نقل کرکے پہر لکہا ہے کہ بعض محدثین کا قول ہے کہ اوس کے کل طرق بیس سے متجاوز ہین مولانا شاہ عبد العزیز رح نے اپنی تفسیر مین لکہا ہے حاکم اور بیہقی نے بسند صحیح روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد ایک عورت حضرت کو ڈہونڈتی ہوئی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس آئی جب اوس سے اوسکی حاجت پوچہی گئی تو اوس نے اپنا قصہ بیان کیا

ہم اور قسطلانی اور شامی وغیرہ مین ... ممتاز ہے اون کی تصانیف سے بعض کو
کا حاشیہ ... مین سے رمضان
سنہ ۱۰۶۹ ... مین ... کا انتقال
ہوا۔ اون سے کتب خانہ مین دس ہزار
جلد کتابین تہین ۔۔ ۱۲

بنک ، دیون سے بہی بعید ہے ۔ اگر یہہ شبہہ ہو کہ خدا نے فرشتون کو ایسے کام کے لئے کیون بہیجا جس
انسان کفر ہی مین پڑین تو اسکا جواب یہہ ہے کہ مقصود امتحان تہا اور سحر کی برائی اول بیان کر دیجاتی
تہی یہ بالکل ایسی ہی بات ہے جسطرح کوئی کہے کہ خدا نے شیطان کو انسانون کے بہکانے کے لئے قیامت تک
حیات اور قوت کیون دی سیوطی نے اتقان مین لکہا ہے کہ یہ قول کہ ہاروت اور ماروت دو فرشتے تہے
ابن ابی حاتم نے حضرت علیؓ سے روایت کیا ہے ۔ ہمارے اتنے بیان سے اس آیت کا
مطلب تو حل ہو چکا اور اوسکی تفسیر مین کچہہ اور زیادہ ضرورت باقی نہ رہے اب ہم اون روایتون کو
بہی نقل کرتے ہین جو ہاروت و ماروت کے متعلق محدثین لکہتے ہین اور اونکی نسبت جو مختلف اقوال
علما کے ہین وہ بہی لکہین گے ۔ بیہقی نے شعب الایمان مین ابن عمرؓ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ملائکہ نے جو دنیا مین بنی آدم کو گناہون مین مبتلا پایا تو انہون نے
کہا کہ اے اللہ یہ کیسے جاہل ہین اور تیری معرفت انکو بالکل حاصل نہین تو اللہ نے فرشتون سے فرمایا کہ
اگر انکی مشکلات مین تم بہی مبتلا ہو تو تمہارا بہی یہی حال ہو جائے اور یہہ بہی حکم کیا کہ امتحان کے واسطے
دو فرشتے منتخب کر دیجئے انہون نے ہاروت و ماروت کو اس کام کے واسطے منتخب کیا گیا اون مین شہوت
و غضب خواہشین پیدا کر دین جو انسان مین ہوتی ہین اللہ نے اونکو زمین مین بہیجا اور ایک عورت بہی
اونکے واسطے بنائی گئی بس وہ اوس عورت سے بچ نہ سکے اور دو نو گناہ مین مبتلا ہو گئے ۔
تب اللہ نے کہا کہ تم دنیا کا عذاب اختیار کر لو یا آخرت کا اونہون نے دنیا کے عذاب کو بمقابلہ آخرت کے
سہل سمجہا اور اوسی کو اختیار کیا حاکم نے حضرت علیؓ سے روایت کی ہے کہ وہی عورت زہرہ ہے
ابن کثیر نے لکہا ہے کہ یہہ مضمون اگرچہ نہایت ہی عجیب ہے مگر اوسکے راوی سب ثقہ ہین حاکم نے
اس روایت کو صحیح ہی کہا ہے اور ابن منذر اور ابن ابی حاتم اور حاکم اور بیہقی نے حضرت علیؓ سے
یہ قصہ بڑی تفصیل کے ساتھہ نقل کیا ہے اور اوسمین یہہ بہی ہے کہ اون دونون نے شراب پی اور عورت

سب اسکے جواب مین حیران ہوئے اور کچھہ اسکا جواب نہ دیسکے سب نے سکوت اختیار کیا مگر ابن عباس وغیرہ نے اوس سے یہ کہا کہ ماں باپ کی خدمت کر تو پھر تجھکو ایمان حاصل ہو اور ابن منذر نے اوزاعی سے اور اوس نے ہارون بن رباب سے روایت کی ہے کہ مین نے عبد الملک بن مروان بادشاہ کی مجلس مین دیکھا کہ ایک شخص مسند پر تکیہ لگائے بیٹھا ہے مین نے اوس سے ملاقات کی اوسکا حال پوچھا تو اوس نے ایک قصہ بیان کیا (جسکا حاصل یہ ہے) کہ میرے باپ نے بہت سا مال ترکہ مین چھوڑا تو مین نے اپنی ماں سے باصرار پوچھا کہ اتنا مال کثیر میرے باپ کو کہان سے حاصل ہوا تھا تو اوس نے بہت تامل کے بعد یہ کہا کہ وہ ساحر تھا اور سحر سے یہ دولت حاصل ہوئی ہے اور اوس نے یہ بھی بتا دیا کہ فلانا ساحر اوسکا دوست اب بھی زندہ موجود ہے مین اوسکے پاس گیا اور جب مین نے اپنے باپ کا نام لیا تو اوس نے میری بہت مدارات کی پھر مین نے اوس سے سحر سیکھنے کی درخواست کی اوس نے بہت انکار کیا آخر میرے اصرار سے مجبور ہو کر مجھکو ایسی جگہ اوس نے پہونچا دیا کہ زمین کے نیچے سرنگ تھی اور اول سے مجھسے یہ شرط کر لی تھی کہ وہان اللہ کا نام نہ لیجیو مین اوس کے اندر اوترا اور شمار کیا تو تین سو سیڑھیوں سے زیادہ تھین جب ہم دونو وہان پہونچے تو دیکھا کہ ہاروت و ماروت لوہے کی زنجیرون مین بندھے ہوئے ہوا مین معلق اولٹے لٹک رہے ہین اور اونکی آنکھین ڈھال کی برابر ہین اور سر بھی بہت لمبے اور چوڑے ہین اونکی ہولناک صورتین دیکھہ کر بے اختیار میری زبان سے لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ نکلا یہ سنتے ہی وہ تڑپنے لگے اور چلانے لگے جب وہ خاموش ہوئے تو مین نے دوبارہ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کہا پھر اونکی وہی حالت ہوئی مین نے تیسری بار امتحان کیا پھر اونکا یہی حال ہوا پھر مین خاموش اونکے سامنے کھڑا ہو گیا تو اونہون نے مجھسے پوچھا کہ تو آدمی ہے مین نے کہا ہان پھر مین نے اونکا حال پوچھا اونہون نے جواب دیا کہ جب سے کہ ہم عرش سے اوترے ہین اس عذاب مین مبتلا ہین اوسوقت سے یہ کلمہ ہمنے کسی کی زبان سے نہین سنا تھا آج تیری زبان سے

کہ مین نے اپنے شوہر کی بدمزاجی کی شکایت ایک بوڑہی عورت سے کی تہی اوس نے یہ کہا کہ جو میری
تدبیر پر عمل کرے تو تیرا شوہر تیرا مطیع ہوجاوے پہر وہ رات کے وقت دو کالے کتے لائی ایک پر
خود سوار ہوئی دوسرے پر مجھے سوار کیا پہر ہم فی الفور ملک بابل مین جا پہونچے وہان ہم نے دیکہا کہ
دو آدمی اولٹے لٹکے ہوے ہین اون دونون نے مجھسے پوچہا کہ تو کس لئے آئی ہے مین نے اوس
بوڑہی کی تعلیم کی بموجب یہ کہدیا کہ جادو سیکہنے آئی ہون یہ سنکر اون دونو نے کہا کہ جادو کفر ہے اوسکو
سیکہنے سے آدمی کافر ہوجاتا ہے تو اپنے گہر کو واپس جا اسیطرح اونہون نے بہت مرتبہ سمجہایا
مگر مین سیکہنے پر اصرار کرتی رہی آخر اونہون نے کہا کہ اس تنور پر جا اور اوسمین پیشاب کر مین تین مرتبہ ڈر کر
وہانسے ہٹ آئی چوتہی مرتبہ مین نے جرات کرکے اوسمین پیشاب کیا تو مین نے دیکہا کہ میرے بدن کے
اندر سے ایک زرہ پوش سوار نکلا جو مسلح اور سر سے پانوتک لوہے مین ڈوبا ہوا تہا پہر وہ آسمان کیطرف
اوڑگیا اور میری نگاہون سے غائب ہوگیا اون دونو شخصون نے کہا کہ یہ تیرا ایمان تہا جو اب تیرے
بدن سے نکل گیا اور جا اب تو جادو کے فن مین کامل ہوگئی اوسوقت مین نے اپنی ساتہہ والی بوڑہی سے
پوچہا کہ مین نہ سمجہی کہ مجہسے جادو آگیا اوس نے کہا کہ اب تو جو چاہے گی وہی ہوجاویگا چنانچہ
مین نے بطور امتحان ایک گیہون کا دانہ لیکر کہا کہ یہ اسی وقت زمین سے پہٹکر پہوٹ نکلے فوراً ایسا ہی
ہوگیا پہر میری خواہش کے موافق وہ درخت بڑہا اوسمین سے گیہون نکلے اونکا آٹا پس گیا روٹی پک گئی
اوسوقت مجہکو اپنے ایمان کے جاتے رہنے پر سخت افسوس ہوا اور اوسوقت تک مین نے اپنے
سحر کے اثر سے کسی کے ساتہہ برائی نہین کی اور نہ آیندہ ایسا قصد ہے - اب مین رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصاف سنکر اس غرض سے حاضر ہوئی ہی کہ وہ مجہکو کوئی ایسی تدبیر بتا ئین
کہ پہر مجہکو ایمان حاصل ہوجاے - حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ بہت سے اصحاب
پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے موجود ہین اونکے پاس جا چنانچہ جب اوسنے صحابہ سے یہ مطلب عرض کیا

نکرین گے تب اللہ کا حکم ہوا کہ تم دو آدمیونکو بطور امتحان کے مقرر کرو تب اسکی حقیقت تم پر واضح ہو
چنانچہ سب فرشتون سے ہاروت و ماروت کو منتخب کیا جو سب فرشتون سے زیادہ عابد و صالح تھے
اوسوقت اللہ نے انمین شہوت اور غضب کی صفتین پیدا کردین اور زمین پر بھیجدیا اور حکم کیا
کہ آدمیون مین حکومت کرو اور ہمیشہ حق کے مطابق حکم کرو اور شرک اور قتل اور زنا اور شرابخواری سے
لوگون کو منع کردو دن بہر دنیا مین رہکر یہ سب کام کیا کرو اور شام کو اسم اعظم پڑھکر آسمان پر آجایا کرو۔
پہر دوسری صبح کو زمین پر چلے جایا کرو ایک مہینہ تک اون دونو کا یہی دستور رہا اور تمام دنیا مین اون کے
عدل و انصاف کی شہرت ہوگئی حسب اتفاق ایک نہایت حسین عورت جسکا نام زہرہ تھا اور حضرت
علیؓ سے یہ روایت ہے کہ وہ اہل فارس سے تھی اور اوسکا لقب اوس ملک مین بدخت مشہور تھا
نہایت مکلف لباس پہنکر اون کے سامنے آئی اور اپنے شوہر کی شکایت کی اور اون سے انصاف
کی طالب ہوئی۔ یہ دونو فرشتے اوسکو دیکھکر فریفتہ ہوگئے اور اوس سے وصال کی خواہش کی اوسنے کہا
میرے تمہارے دین مین اختلاف ہے ایسی صورت مین یہ معاملہ کیونکر ہوسکتا ہے اسکے علاوہ اگر میرے
شوہر کو اطلاع ہوجاے گی تو وہ مجھکو قتل کرڈالیگا اول تم اوس بت کو سجدہ کرو جسکو مین پوجتی
ہون پہر میرے شوہر کو مارڈالو پہر میرے ساتھہ صحبت ممکن ہے فرشتون نے کہا کہ شرک اور قتل سخت
گناہ ہین ہم نہ کرینگے یہ سنکر وہ عورت چلی گئی مگر ان دونو فرشتون کے دل مین اوس کے شوق کی
بیقراری پیدا ہوئی۔ دوسرے دن اوس عورت کے گہر پیغام بہیجا کہ ہم تیرے گہر مہمان آنا چاہتے ہین
اوس نے ایک علیحدہ مکان مین انکی مہمانی کا سامان کیا اور خود بہی سنگہار کرکے شراب کے شیشے
لیکر وہان موجود ہوئی۔ جب دونو فرشتے وہان پہونچے تو اوس نے کہا کہ تم چار کامون مین سے
ایک کام کرلو تب تمہارا مطلب حاصل ہو یا میرے بت کو سجدہ کرو یا میرے شوہر کو قتل کرو یا اسم اعظم
مجھے سکہاؤ یا ایک قدح شراب کا پی لو ان دونو نے مشورہ کرکے یہ تجویز کیا کہ ان چارون گناہون مین

سنا تو پہر ہمکو بھی اپنا اصلی ٹہکانا یاد آگیا اسلئے ہمکو یہ بیقراری ہوئی تو بیان کر کہ تو کس پیغمبر کی امت مین سے
مین نے کہا کہ مین امت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے ہون اونہون نے پوچہا کہ کیا محمد صلی اللہ علیہ وسلم پیدا ہوگئے
مین نے کہا کہ اونکی تو وفات بہی ہوچکی اوس کے بعد اونکے خلفا قائم ہوئے اونکا بہی زمانہ ختم ہوچکا
پہر اونہون نے پوچہا کہ اب امت ایک شخص کے تابع ہے یا گروہ گروہ جدا جدا ہین مین نے کہا
ایک شخص کے تابع ہین جسکو بادشاہ کہتے ہین یہ سنکر وہ ملول ہوئے پہر اونہون نے پوچہا کہ مسلمانو
مین نفاق ہے یا اتفاق مین نے کہا لوگون مین نفاق ہے یہ سنکر خوش ہوئے پہر اونہون نے پوچہا
کہ دنیا کی آبادی جزیرہ طبریہ تک پہونچگئی یا نہین مین نے کہا ابہی نہین پہونچی یہ سنکر وہ ملول ہوئے
مین نے پوچہا کہ تم ایک شخص پر امت محمد کا اتفاق سنکر کیون ناخوش ہوئے اونہون نے کہا کہ اصل یہ ہے
کہ ہم قرب قیامت سے خوش ہوتے ہین اسلئے کہ جب قیامت قائم ہوگی تو ہم عذاب سے چہوٹ جائنگے
اور جب تک امت محمد کا ایک شخص پر اتفاق رہیگا اوسوقت تک قیامت دور ہے جب متفرق ہوجائنگے
تو قیامت نزدیک ہوجائیگی اور اون کے نفاق پر ہم اسلئے خوش ہوئے کہ وہ قرب قیامت کی نشانی ہے
اور دنیا کی آبادی بحیرہ طبریہ تک پوہنچنا بہی قرب قیامت کی علامت ہے پہر مین نے کہا کہ مجہکو کچہہ
نصیحت کرو اونہون نے کہا کہ اگر تجہسے ہوسکے تو ہر وقت بیدار رہ نیند اور غفلت کو چہوڑ اسلئے کہ معاملہ سخت
سامنے آنیوالا ہے پہر وہ شخص وہانسے واپس آیا اور سحر نہ سیکہا اور ہاروت و ماروت کا قصہ ابن جریر
اور ابن ابی حاتم اور حاکم وغیرہ مفسرین نے ابن عباسؓ سے اسطرح نقل کیا ہے کہ جب حضرت
ادریس علیہ السلام کے زمانہ مین بنی آدم کے اعمال زمین سے آسمان کیطرف چڑہنے لگے اور آسمان
کے فرشتون نے انسانون پر اونکے گناہون کی وجہہ سے طعن شروع کیا تو اللہ نے فرشتون سے
خطاب کر کے فرمایا کہ انسان کی ترکیب مین شہوت اور غضب بہی داخل ہے اگر تم بہی اوسمین مبتلا ہو تو
اسی طرح تمسے بہی گناہ سرزد ہون فرشتون نے کہا کہ اے پروردگار ہم کسی حال مین تیری نافرمانی

یہ وارد ہوتا ہے کہ زہرہ ستارہ تو سب ستارون کے ساتھ حضرت آدمؑ سے بھی پہلے پیدا ہوا ہے
پھر یہ قول کیونکر صحیح ہوگا کہ اوس عورت کو اللہ نے مسخ کرکے زہرہ بنا دیا اسکا جواب شاہ صاحب نے
یہ دیا ہے کہ مراد یہ ہے کہ اوس کی روح کو زہرہ کی روح سے متصل کر دیا۔ راقم الحروف کے نزدیک
عوام کے لئے قریب الفہم یہ جواب ہوسکتا ہے کہ اوسکے جسم کو زہرہ کے جسم سے ملا دیا اور نیز شاہ صاحب
نے حضرت علیؓ سے بروایت ابن مردویہ و دیلمی ایک اور روایت نقل کی ہے جس مین مسخ کی سب
صورتوں کی تفصیل ہے جو امم سابقہ مین واقع ہوئے ہین اوس مین یہ بھی ہے کہ زہرہ بھی مسخ ہے وہ
ایک بادشاہ کی بیٹی تھی جسنے ہاروت و ماروت کو فریفتہ کیا تھا اور تفسیر زاہدی سے اوس کا تتمہ
یہ نقل کیا ہے کہ اوسنے اون فرشتون سے اسم اعظم سیکھا پھر ایک مکان مین جاکر اپنے بدن کو پاک کیا
اور نہا دہو کر اللہ کو اسم اعظم کے ساتھ پکارا تو اللہ نے اوسکو ستارہ بنا کر آسمان کیطرف اوٹھا لیا
یہانتک انتخاب شاہ صاحب کی تفسیر کا ہے۔ حافظ ابن حجرؒ نے کتاب فتح الباری مین جو اس
قصہ کی نسبت لکھا ہے اوسکا حاصل یہ ہے کہ ہاروت و ماروت کا قصہ بسند حسن ابن عمرؓ سے مروی ہے
اور ابن جریر نے اوس کے متعدد طرق اسقدر نقل کئے ہین کہ اون سب کے جمع کرنے سے یہ امر
ثابت ہوجاتا ہے کہ اس قصہ کی اصل ہے۔ قاضی عیاض اور اون کے اتباع اس قصے کے منکر ہین اور
اوسکو باطل سمجھتے ہین پھر حافظ ابن حجرؒ نے لکھا ہے کہ اس قصہ کا حاصل یہ ہے کہ دو فرشتون مین اللہ نے
شہوت کی قوت پیدا کی اور اونکو یہ حکم کیا کہ زمین مین حکومت کرین چنانچہ وہ دونو آدمی کی صورت بنکر
اوترے اور ایک مدت تک انصاف کے ساتھ حکومت کرتے رہے پھر ایک حسین عورت پر فریفتہ
ہوگئے اور اوس کی سزا مین وہ چاہ بابل مین اولٹے لٹکائے گئے ہین اس کے علاوہ وہ اس آفت
مین بھی مبتلا کئے گئے کہ لوگون کو سحر سکھایا کرین جو کوئی اون کے پاس سحر سیکھنے کے لئے آتا ہے
اول اوسکو اس کام سے منع کرتے ہین اور اگر اس کے بعد بھی وہ اصرار کرتا ہے تو سکھا دیتے ہین واللہ اعلم

سہل شراب پینا ہے چنانچہ اسی کو اونہون نے اختیار کیا شراب پینے ہی مست اور بیہوش ہو گئے اور مستی کی حالت مین اوس عورت کے حکم سے بت کو بھی سجدہ کر لیا اور اوس کے شوہر کو بھی مار ڈالا اور وہ اسم اعظم بھی اوس عورت کو سکہا دیا۔ بعض روایات مین یہ وارد ہے کہ وہ عورت اسم اعظم پڑہکر آسمان پر چلی گئی اور اللہ نے اوسکو مسخ کر کے ستارہ زہرہ مین ملا دیا اور پہر یہ دونو فرشتے آسمان پر جانا بھول گئے جب نشا اونکا اوترا اور ہوش درست ہوئے تو حضرت ادریس کے پاس گئے اور سارا قصہ بیان کر کے شفاعت کی درخواست کی اور انکی شفاعت کی وجہ سے اللہ کا یہ حکم ہوا کہ یا دنیا کا عذاب اختیار کرین یا آخرت کا اون دونو نے دنیا کا عذاب اختیار کیا بحکم الہی سر سے پانون تک تمام بدن اونکا لوہے کی زنجیرون مین جکڑا گیا اور اون کو ایک کوئے مین اولٹا لٹکا دیا گیا اور اوس کوئے مین آگ بھری ہے اور ہر وقت شعلے بھڑکتے ہین اور اللہ کے حکم سے ہر وقت ایک فرشتہ آگ کے کوڑے اون کے بدن پر مارتا ہے جب اوس کی نوبت ہو چکتی ہے تو دوسرا فرشتہ کوڑے مارنے کے لئے آتا ہے ہمیشہ نیا فرشتہ آتا ہے تشنگی اونپر ایسی غالب ہے کہ ہر وقت اونکی زبانین باہر رہتی ہین اور مونہہ سے ایک بالشت کے فاصلے پر ہر وقت سرد اور شیرین پانی موجود رہتا ہے مگر اونکو نصیب نہین ہوتا یہ تمام روایات لکہکر شاہ عبد العزیز رح نے یہ لکہا ہے کہ یہ قصہ محدثین کی تفسیرون مین اور سنن بیہقی اور مسند امام احمد مین متعدد روایتون اور مختلف طریقون سے مذکور ہے کہ بعضی اونمین صحیح بھی ہین اس کے بعد شاہ صاحب نے متکلمین کا اختلاف نقل کر کے یہ لکہا ہے کہ اس باب مین جتنی روایتین وارد ہوتی ہین اون سب کے جمع کرنے سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اس قصہ کی اصل ہے اس لئے کہ اس قصہ مین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کے اقوال حد تواتر کو پہونچے ہین گو جدا جدا ہر روایت ضعیف ہو مگر سب ملکر اس قصہ کے ثبوت مین بہت قوت ہو جاتی ہے اور اس کے بعد اونہون نے یہی لکہا ہے کہ متواتر کا انکار خوب نہین۔ سب سے زیادہ قوی اعتراض اس قصہ پر

اور ساحر شیاطین اور ارواح خبیثہ کیطرف منسوب کرتے ہین فقہانے لکہا ہے کہ جو سحر ایسا ہو کہ اوسکے
منتر اور شرائط مین کوئی امر خلاف ایمان ہو تو وہ سحر کفر ہے اور اگر ایسا نہو بلکہ اوس سے کوئی جان ہلاک ہوتی
تو ساحر بمنزلہ اون کے حکم مین ہے ۔ قاضی ثناء اللہ صاحب نے لکہا ہے کہ سحر کے اعمال اور الفاظ کل ایسے ہی ہوتے
ہین جو موجب کفر اور شرائط ایمان کے خلاف ہوتے ہین اور شیاطین بغیر الفاظ کفر کے مسخر نہین ہوتے
اور وہ جو فقہا نے لکہا ہے کہ سحر مین اگر الفاظ کفر نہون تو کفر نہین ہوتا یہ صرف فرضی اور عقلی احتمال ہے ۔
سید احمد خان کی عادت ہے کہ قرآن کی آیتونکو اولٹ پہیر کرکے اپنے مطلب کے موافق بناتے ہین اور جب
کوئی تاویل نہین ملتی تو اپنی طرف سے الفاظ بلکہ بعض جگہ جملے محذوف مان لیتے ہین اور جب بوجہ محذوف
ماننے کا اختیار ہوگیا پہر تو کوئی مشکل نہین جس کلام کے جو چاہا ہو وہ معنی بنا لے اور چونکہ سید صاحب شیاطین
اور ملائکہ اور تاثیر سحر سب کے منکر ہین ۔ اور اس آیت مین ان تینونکا ذکر ہے اسلئے سید احمد خان نے اس
آیت کا مطلب بدلکر ایک جملہ اپنی طرف سے بڑہا یا کہ یہودیون کے زعم کی بموجب ۔ مع ترجمہ لکہا
پس اہل انصاف غور کرین کہ سید صاحب نے اپنی طرف سے جو چاہا بڑہا لیا تو صاف تحریف ہے یا نہین ۔ اللہ تو
فرماتا ہے کہ فرشتہ پیغمبر نازل ہوا اور سید احمد خان فرماتے ہین کہ یہودیون کے گمان مین فرشتہ پر نازل ہوتا تھا
سید احمد خان اس کے عذر مین یہودیون کا یہ اعتراض پیش کرتے ہین کہ کیا اللہ جادو سکہاتا ہے اور ایسا
ناپاک کام بہی نازل کرتا ہے ہم کہتے ہین کہ شاید یہ اعتراض کرنے والے بری چیز ونکا پیدا کرنیوالا
اور نازل کرنے والا اس خدا کے سوا کسی اور خدا کو سمجہتے ہونگے اور جب وہ فرشتے خود اوسکی برائی بیان کردیتے
تہے اور کہدیتے تہے کہ ہم امتحان کے واسطے مقرر ہوئے ہین تو کیا اعتراض باقی رہا اور خدا کا اختیار ہے
کہ اپنے بندونکا جسطرح چاہے امتحان کرے اور اگر ایسے ہی اعتراض مانے جائین تو اگر کوئی یون کہے
کہ خدا نے مفسدین اور اشرار کو کیون پیدا کیا اور خدا نے گناہ کرنے کی بندون کو کیون قدرت دی تو اوسکا
سید احمد خان صاحب کیا جواب دینگے **ف** یہ جو اللہ نے فرمایا کہ سحر کے اثر سے میان بیوی مین

ابن راہویہ اور ابن مردویہ نے حضرت علیؓ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اللہ زہرہ پرست کرے اسی نے ہاروت و ماروت کو فتنہ مین ڈالا ہے اور مجاہد اور نافع سے مروی ہے کہ ابن عمرؓ زہرہ ستارہ دیکھکر بد دعا کرتے تھے اور کہا کرتے تھے کہ اسی نے ہاروت و ماروت کو فتنے مین ڈالا۔ بعضی محدثین جیسے قاضی عیاض وغیرہ اور وہ مفسرین جو علم کلام کا مذاق رکھتے ہین جیسے امام رازی اور بیضاوی وغیرہ اس قصہ کے منکر ہین اور اوسکو بے اصل سمجھتے ہین بعض کی یہ رائے ہے کہ یہ قصہ یہودیون سے منقول ہے قاضی ثناء اللہ صاحب پانی پتی بہی اسی زمرہ مین ہین اور ایسے اختلاف کی صورت مین ہم اسکے سوا اور کیا کرسکتے تہے کہ فریقین کے اقوال نقل کردئے اور یہ ظاہر ہے کہ قرآن کی تفسیر اس تمام قصہ پر ہرگز موقوف نہین البتہ ان دو فرشتونکا سحر سکہانے کے لیئے نازل ہونا اور جو سیکہنا چاہے اوسکو اول منع کردینا اور ڈرانا قرآن سے ثابت ہے اور اتنے قصے پر ایمان لانا ضروریات سے ہے۔ سحر کی حقیقت یہ ہے کہ شیاطین کی طرف رجوع کرنا اور ایسے منتر پڑہنا اور ایسے کام بجالانا جن مین شیاطین کی خوشامد اور اون سے استعانت ہو اور اوس کے ذریعہ سے ایسے انتظام کرنا جو عادۃً انسان کی قدرت باہر ہون۔ اہل سنت کا مذہب یہ ہے کہ جادو کا اثر کبہی ظاہر ہوجاتا ہے مگر جو کچھ ہوتا ہے اللہ کے ہی ارادہ سے ہوتا ہے۔ معجزہ مین اور جادو مین فرق کئی وجہ سے ہے۔ اول یہ کہ جادو کا اثر اوسی شخص کے ہاتہہ پر ظاہر ہوتا ہے جو خباثت نفس اور شرارت مین شیطان سے مناسبت رکہتا ہو اور معجزہ اور کرامت کا ظہور ایسے شخص کے ہاتہہ پر ہوتا ہے جسکا تقدس اظہر من الشمس ہوتا ہے اور یہہ فرق ایسا ہے جو ہر شخص پر ادنیٰ توجہ مین ظاہر ہوسکتا ہے۔ دوسرے یہ کہ سحر خاص منترون اور خاص اون افعال پر موقوف ہوتا ہے جو اوسکے واسطے مقرر ہین بغیر اون کے ظاہر نہین ہوسکتا اور معجزہ کسی عمل یا منتر پر موقوف نہین ہوتا۔ تیسرے یہہ کہ نبی اور ولی اپنے معجزے یا کرامت کو اللہ کا فضل سمجہتے ہین

حقیقت سحر

تین معنی برائی کے ہی پیدا ہوتے تہے ایک یہ کہ یہو دیونکی بولی مین یہ گالی تہی - دوسرے یہ کہ اگر اوسکو
رعونت سے مشتق سمجہا جاۓ تو اوس کے معنی نادان متکبر کے ہین - تیسرے معنی اوس کے یہی ہین
کہ راع چرواہے کو کہتے ہین تو رَاعِنَا کے معنی یہ ہوے کہ ہمارا چروا ہا - غرض لفظ راعنا مین چار معنی ہو سکتے تہے
پہلے معنی کہ ہماری رعایت کرو مسلمانونکی مراد یہی تہی اور اسی مراد سے مسلمان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے
یہ لفظ کہا کرتے تہے - اور جو اسمین قبیح مرادون کے پہلو ہین اونکی طرف مسلمانٌ کا دہیان نگیا - یہودیون نے
جو مسلمانون سے یہ لفظ سنا تو اونہون نے شرارت کا قابو پاکر قبیح مرادون کے لحاظ سے یہ لفظ رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم کو کہنا شروع کیا - سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ یہودیون کی بولی خوب سمجہتے تہے اور اون کی شرارت
اور چال چلن سے بہی واقف تہے اونہون نے ایک مرتبہ کسی یہودی سے یہ لفظ سنا اور وہ اوسکی مراد کو
سمجہہ گئے تو اونہون نے اوس سے کہا کہ اگر مین نے پہر تجہسے یہ لفظ سنا تو مین تجہکو قتل کر دونگا - اوسنے
جواب دیا کہ یہ لفظ مسلمان بہی کہتے ہین اسلیئے اللہ نے یہ آیت نازل کی کہ اے مومنو تم راعنا کا لفظ مت
کہا کرو بلکہ اوسکے بدلے (اُنْظُرْنَا) کا لفظ کہو اوسکے معنی بہی وہی ہین جو رَاعِنَا سے مسلمان مراد لیتے تہے
یعنی ہماری طرف دیکہیئے اور یہودی جو قبیح پہلو اوسمین سے نکال لیتے تہے وہ اُنْظُرْنَا مین نہین نکلتے اور یہ جو
اللہ نے فرمایا کہ وَاسْمَعُوْا یعنی سنو اس سے یا تو مراد یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تقریر اسطرح
غور سے سنا کرو کہ تمکو حضرت کو اپنی طرف متوجہ کرنے کی ضرورت ہی نہ پڑے یا یہ مراد ہے کہ یہ جو اللہ کا
حکم ہے کہ رَاعِنَا مت کہو بلکہ اُنْظُرْنَا کہا کرو اسکو خوب سن لو اور قبول کرو اور اون گستاخ یہودیون کے لیئے
اللہ نے عذاب الیم کی خبر دی **ف** اس آیت سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ جن الفاظ مین برائی کا
کوئی پہلو نکلتا ہو اونکا نیک نیتی کے ساتہہ بہی استعمال کرنا نچاہیئے مَا يَوَدُّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا
مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ وَلَا الْمُشْرِكِيْنَ اَنْ يُّنَزَّلَ عَلَيْكُمْ مِّنْ خَيْرٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ
وَاللّٰهُ يَخْتَصُّ بِرَحْمَتِهٖ مَنْ يَّشَآءُ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ۝

جدائی کرا دیتے ہیں اس سے یہ بھی ظاہر ہوگیا کہ سحر میں اثر ہوتا ہے ۔ وَمَا هُم بِضَارِّينَ بِهِ
مِنْ أَحَدٍ إِلَّا بِإِذْنِ اللَّهِ ط اور نہیں وہ ایذا پہونچانے والے کسیکو سحر کے ساتھہ مگر
اللہ کے حکم سے ف یعنی بالذات سحر میں کوئی تاثیر نہیں بلکہ جو اثر اوسکا ظاہر ہوتا ہے وہ اللہ کے
حکم سے ہوتا ہے جیسا کہ طرح اور اسباب کا حال ہے ۔ وَيَتَعَلَّمُونَ مَا يَضُرُّهُمْ وَلَا
يَنفَعُهُمْ ط اور سیکھتے ہیں وہ چیز جو اون کو نقصان پہونچاتی ہے اور نفع نہیں پہونچاتی وَلَقَدْ
عَلِمُوا لَمَنِ اشْتَرَاهُ مَا لَهُ فِي الْآخِرَةِ مِنْ خَلَاقٍ ط اور بیشک جانتے
ہیں کہ جو کوئی اوسکو لیتا ہے نہیں ہے اوس کے لیئے آخرت میں کوئی حصہ وَلَبِئْسَ مَا شَرَوْا بِهِ
أَنفُسَهُمْ لَوْ كَانُوا يَعْلَمُونَ ط اور البتہ بری چیز ہے وہ جس کے بدلے میں
اونہوں نے اپنی جانوں کو بیچا ہے اگر وہ سمجھتے ۔ ف یعنی وہ نادان ہیں جو سحر کے مواخذہ میں
اپنی جانوں کو عذاب اخروی میں مبتلا کرتے ہیں وَلَوْ أَنَّهُمْ آمَنُوا وَاتَّقَوْا لَمَثُوبَةٌ مِّنْ
عِندِ اللَّهِ خَيْرٌ ط لَّوْ كَانُوا يَعْلَمُونَ ط اور اگر وہ ایمان لاوین اور ڈرین تو اللہ کیطرف
سے اچھا ثواب ملے کاش وہ سمجھین يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَقُولُوا رَاعِنَا
وَقُولُوا انظُرْنَا وَاسْمَعُوا ط وَلِلْكَافِرِينَ عَذَابٌ أَلِيمٌ ط اے ایمان والو
لفظ راعنا مت کہو اور انظرنا کہو اور سنو اور کافرون کے لیئے دکھہ دینے والا عذاب ہے ف
اس آیت کی تفسیر میں دو روایتیں ہیں ابو نعیم نے دلائل میں ابن عباسؓ سے یہ روایت کی ہے کہ مسلمان
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کرتے تھے راعنا یا رسول اللہ یعنی رعایت کیجئے ہماری یا رسول اللہ اور
مطلب یہ ہوتا تھا کہ جو کچھہ ارشاد فرمائیے ایسا آہستہ آہستہ اور وضاحت کے ساتھہ فرمائیے کہ ہم اچھی طرح
سمجھ لین اور ابن منذر کی روایت یہ ہے کہ مومنین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے خطاب کرکے راعنا اوسوقت
کہتے تھے کہ جب حضرتؐ کو اپنی طرف متوجہ کرنا ہوتا تھا اس صورت میں راعنا مراعات سے امر ہوتا تھا اور اسی لفظ میں

اپنے احکام مین کچھہ اعتراض یا غلطی پاکر اوسکو تبدیل کیا ہو ایسی صورت تو اللہ کے احکام مین ہرگز
نہین ہوسکتی وہ عالم الغیب اور حکیم ہے بلکہ قدیم سے اوسکے علم مین یہ بات مقرر ہوچکی ہے کہ فلانے زمانیکے
واسطے یہ حکم اور فلانے زمانیکے واسطے یہ حکم ہے اور جو حکم جس زمانے کیواسطے اوس نے مقرر کیا اوس
زمانے کے واسطے وہی عین مصلحت اور حکمت تھا مثلاً حضرت آدمؑ کے زمانے مین بہن کا بہائی سے نکاح جایز
ہوا اوسوقت یہی مصلحت تہی اور جب اس مصلحت کا زمانہ پورا ہوچکا تو اس حکم کو منسوخ کردیا اسی طرح
اللہ کا ہر حکم اپنی میعاد تک اوسکی حکمتون اور مصلحتون پر مبنی ہوتا ہے۔ مگر یہ ضرور نہین کہ اللہ کی تمام حکمتین اور
مصلحتین انسان کی سمجھہ مین آجاوین حضرت ابراہیمؑ کو بیٹے کے ذبح کرنے کا حکم دیا یہ ایک ایسا حکم تہا
جسکی تعمیل انسان کے نفس پر بہت شاق ہوتی ہے اور اوسوقت تک اوسکی کچھہ مصلحت سمجھہ مین نہین آسکتی
تہی بلکہ نہایت تعجب اور حیرت کا موقع تہا مگر جب وہ دونو اوسکی تعمیل پر مستعد ہوگئے تو اللہ نے اوس حکم کو منسوخ
کردیا اوسوقت اوسکی حکمت سب پر کہل گئی کہ اللہ کو اس کمال طاعت کا شرف اور اجر اون دونون کو
عطا کرنا مقصود تہا اور اسکے علاوہ یہ بہی مقصود تھا کہ قیامت تک سب بندون پر ظاہر ہوجاوے کہ
وہ دونو اللہ کے کیسے مطیع ہین۔ دنیا کے جتنے حوادث ہین وہ بہی اللہ کے حکم سے ہی حادث ہوتے ہین
بغیر اوسکے حکم کے کچھہ واقع نہین ہوتا۔ باایہمہ ہمیشہ ان حوادث کی حالت بدلتی رہتی ہے کبہی کوئی غنی فقیر ہوجاتا ہے
کبہی کوئی فقیر غنی ہوجاتا ہے کبہی کوئی بیمار تندرست ہوجاتا ہے کبہی کوئی تندرست بیمار۔ پس جبتک
اللہ نے کسیکو امیری یا فقیری یا بیماری دی اوسوقت تک اوس کے حق مین وہی مصلحت تہی اور
جب اوسکی حالت بدلدی اوسوقت وہ تبدیل حالت مقتضاے حکمت تہا یہ نہین کہ خدا کی رائے بدلنے سے
حکم بدلا ہو بلکہ قدیم سے علم الہی مین اسی طرح مقرر تھا یہی حالت احکام شریعت کی بہی سمجھنا چاہیئے۔

ف نسخ ہمیشہ احکام مین ہوتا ہے خبر مین نہین ہوتا۔ علمانے لکہا ہے کہ قرآن مین نسخ جایز
ہونے پر مسلمانون کا اتفاق ہے سواے ابومسلم بن بحر جو معتزلی مذہب ہے وہ قرآن مین نسخ کو واقع ہونے سے

[illegible]

نہین پسند کرتے کافر اہل کتاب اور مشرکین مین سے یہ کہ اُترے تمپر خیر تمہارے رب کیطرف سے
اور اللہ خاص کر لیتا ہے اپنی رحمت سے جسکو چاہتا ہے اور اللہ بڑے فضل والا ہے ف
مسلمانونپر جو اللہ کا فضل تہا اور روز بروز اوسکے آثار ظاہر ہوتے جاتے تہے اور اونکی شوکت اور عظمت
بڑہتی جاتی تہی اسپر مشرکین اور اہل کتاب کو بڑا حسد تہا اسی لئے اللہ نے فرمایا کہ اللہ کی رحمت مین
کچھ اونکی زبردستی نہین اللہ جسکو چاہے اپنے فضل سے مختص کرے۔ مَا نَنْسَخْ مِنْ اٰيَةٍ اَوْ
نُنْسِهَا نَاْتِ بِخَيْرٍ مِّنْهَآ اَوْ مِثْلِهَا اَلَمْ تَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ
نہین بدلتے ہم کسی آیت کو یا بھلاتے اوسکو تو لاتے ہین بہتر اوس سے یا اوسکی برابر کیا تجہکو معلوم نہین
کہ بیشک اللہ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے ف جب یہودیون نے شریعت محمدی کے بعض احکام
مثل جہت قبلہ کو بدلتے ہوئے دیکہا تو کہنے لگے کہ اس مذہب کا کیا حال ہے آج کچھ حکم ہوتا ہے
کل کچھہ حکم ہوتا ہے اس کے جواب مین اللہ نے یہ حکم دیا کہ ہم جب کوئی حکم بدلتے ہین تو اوسکا عوض اوس سے
بہتر یا اوسکو برابر عنایت کر دیتے ہین یعنی اس تبدیل مین کوئی نقصان نہین ہوتا بلکہ فائدہ ہوتا ہے۔
ف اللہ جو احکام انبیا پر نازل کرتا تھا اون مین سے بعض احکام صرف چند روز کے واسطے ہی
ہوتے تہے اور اگرچہ ہمیشہ سے علم الٰہی مین یہ مقرر ہوتا تہا کہ یہہ احکام صرف اتنے دنون کے لئے ہین
مگر اس امر کو بندونپر ظاہر نہین کرتا تہا اور جب وہ مدت جو اوس حکم کے باقی رکہنے کے واسطے علم الٰہی مین
مقرر تہی ختم ہو جاتی تہی اوسوقت اوسکے عوض دوسرا حکم نازل ہوتا تہا جس سے معلوم ہو جاتا تہا کہ پہلے حکم کی
میعاد اب ختم ہو گئی۔ اسیوجہ سے علما نے لکہا ہے کہ نسخ کے معنی یہ ہین کہ کسی حکم کی تعمیل کی انتہا
معلوم ہو جاوے کہ یہ حکم اتنی مدت کے لئے تہا اب اوسکا وقت ختم ہو چکا۔ بعض مخالف جو یہ اعتراض کرتے
ہین کہ اگر قرآن خدا کی طرف سے نازل ہوا تہا تو بعض آیتین اوسکی منسوخ کیون ہوتی ہین اور خدا نے پہلے ہی سے
ایسے احکام کیون نہ بہیجے جو بدلنا نہ پڑتے اسکا جواب یہ ہے کہ یہ اعتراض تو اوسوقت وارد ہو جب اللہ نے

ابی بن کعب ہین اور احکام جاننے والے علی بن ابی طالب ہین مگر ہم ابی بن کعب کا ایک قول نہین مانتے جو وہ کہتے ہین کہ مین نے جتنا قرآن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے لیا ہے اوس کو نہین چھوڑون گا حالانکہ اللہ تعالے فرماتا ہے مَا نَنْسَخْ مِنْ آيَةٍ الخ حافظ ابن حجر وغیرہ شارحین بخاری نے اس روایت کے تحت مین لکھا ہے کہ ابی بن کعب کو بعض آیات کی تلاوت منسوخ ہونے کی خبر نہین پہونچی تھی اور حضرت عمرؓ کو بعض آیات کی تلاوت منسوخ ہو جانے کی خبر پہونچ گئی تھی اس لئے وہ ابی بن کعب کے اس قول کو نہین مانتے تھے اور اون کے مقابلے مین آیۃ مَا نَنْسَخْ مِنْ آيَةٍ الخ سے اونہون نے استدلال کیا پھر حافظ ابن حجر نے لکھا ہے کہ اگرچہ یہ آیت بطور شرط کے ہے مگر وقوع نسخ پر استدلال اس کے ساتھ اسوجہ سے صحیح ہے کہ سبب نزول اس کا یہی امر ہے جسکو ہم ابھی بروایت ابن ابی حاتم نقل کر چکے ہین۔ یہ اختلاف ابی بن کعب اور حضرت عمرؓ کا اون آیتون مین تھا جنکی تلاوت منسوخ ہو گئی تھی مگر الفاظ کچھ یاد تھے ابی بن کعب اون کو قرآن مین داخل کرنا چاہتے تھے اور حضرت عمرؓ منسوخ التلاوت سمجھتے تھے۔ حدیث کی کتابون مین بعض عبارتین بھی ایسی منقول ہین جو پہلے سے قرآن مین داخل نہین پھر اون کی تلاوت منسوخ ہو گئی۔ دعاے قنوت بھی اسی قسم کی ہے بخاری مین ہے کہ شہداء بیر معونہ کے حق مین بھی قرآن کی ایک آیت نازل ہوئی تھی پھر اوس کی تلاوت منسوخ ہو گئی اِنَّا لَقِيْنَا رَبَّنَا فَرَضِيَ عَنَّا وَأَرْضَانَا یعنی ہم لوگ اپنے رب سے تو راضی ہوا ہمسے اور راضی کیا ہمکو۔ اس قسم کو بعض علماء نسخ کی تیسری قسم مستقل جانتے ہین۔ مگر مولوی شاہ عبد العزیز صاحبؒ اوس کو بھی قسم ثانی کے تحت مین داخل کیا ہے اور اون کی تقریر کا محصل شاید یہ ہے کہ عبارتون کا نسیان اگرچہ بالکل نہین ہوا مگر کسیقدر رہا یعنی ٹھیک ٹھیک وہ الفاظ یاد نہ رہے کسیقدر شک پڑ گیا اور نہ اون کا ٹھیک ٹھیک موقع یاد رہا الغرض احکام کا نسخ یا بعض آیات کی تلاوت کا نسخ جو کچھ ہوا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے مین ہی ہوا اور حضرتؐ کی وفات کے وقت جتنے الفاظ قرآن کے تھے وہ بجنسہ جمع ہو گئے ہین اور موجود ہین اور ہمیشہ موجود رہین گے اس لئے کہ اللہ تعالے نے اون کی حفاظت کا وعدہ کیا ہے۔ ابو مسلم معتزلی کا یہ مذہب ہے

انکار کرتا ہے مگر یہ قول اوسکا باطل ہے اسلئے کہ قرآن مین وقوع نسخ بہت ظاہر ہے مثلاً پہلے بیت المقدس
کی طرف نماز پڑہنے کا حکم تہا پہر یہ حکم منسوخ ہوکر جہت قبلہ کعبہ مقرر ہوا جسکا ذکر سورۂ بقر مین جزو ثانی کے
پہلے رکوع مین ہے۔ سورۂ مجادلہ مین یہ حکم مذکور ہے کہ جو کوئی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے باتین
کرنا چاہے وہ پہلے صدقہ دیے اور اوس کے ساتہہ ہی اوس کا نسخ بہی مذکور ہے ابتدا اسلام مین حکم تہا کہ
جس عورت کا شوہر مر جاوے اوس کی عدت ایک سال ہو پہر یہ حکم منسوخ ہوکر چار مہینے دس دن کی عدت
مقرر ہوئی یہ دونو ناسخ و منسوخ سورۂ بقر مین جزو ثانی کے آخر مین مذکور ہین **ف** نسخ کی کئی قسمین ہین ایک
یہ کہ کسی آیت کا حکم منسوخ ہو مگر وہ آیت قرآن مین موجود ہے اس وقت تک ہماری بحث نسخ کی اسی قسم مین تہی
دوسرے یہ کہ کسی آیت کو اللہ بہلا دے یعنی دفعتاً سب کے سینون سے محو ہو جاوے اور لکہا ہوا بہی
خود بخود مٹ جاوے اسی قسم کو اللہ نے فرمایا ہے اَوْ نُنْسِهَا یا بہلا دین ہم اوس کو۔ ابوداود نے کتاب ناسخ
و منسوخ مین اور بیہقی نے دلائل النبوۃ مین روایت کی ہے کہ انصار مین سے ایک شخص رات کو تہجد کی
نماز کے واسطے اوٹہا اور نماز مین الحمد کے بعد جو سورت پڑہنا شروع کی وہ پہلے سے خوب یاد تہی مگر اوس وقت
بالکل بہول گیا اور بسم اللہ کے سوا ایک حرف اوس کی زبان پر جاری نہوا صبح کو اوس نے یہ قصہ اور صحابہ سے
ذکر کیا سب نے کہا کہ اس رات مین اوس سورت کو ہم سب بہول گئے آخر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے
یہ ماجرا عرض کیا حضرتؐ نے فرمایا کہ اس شب مین اوس کی تلاوت منسوخ ہو گئی اور مین بہی اوسکو بہول گیا اور سب
آدمیون کے سینہ سے محو ہو گئی اور جسکے پاس لکہی ہوئی تہی وہ حرف بہی مٹ گئے۔ ابن ابی حاتم نے
بطریق عکرمہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ اکثر ایسا بہی ہوتا تہا کہ رات مین رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی نازل ہوتی تہی اور دن مین اوس کو بہول جاتے تہے اس لئے اللہ نے یہ
آیت یعنی مَا نَنْسَخْ مِنْ آيَةٍ الخ نازل کی۔ اس روایت کو حافظ ابن حجر نے فتح الباری مین بغیر کسی کلام کے
نقل کیا ہی بخاری مین ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ ہم سب مین زیادہ قرآن جاننے والے

ایسی نشانیاں انہیں امور مین ظاہر کیا کرتا ہے جنکا من اللہ ہونا ظاہر کردینا مقصود ہوتا ہے چنانچہ
انبیا اپنی نبوت کی دلیل مین بھی معجزات ظاہر کیا کرتے ہین - اور دوسری قسم آیات منسوخ التلاوت کی
وہ آیات ہین جو اسطرحسے نہین اوٹہائی گئین مگر ٹھیک ٹھیک لفظ اون کے بہی یاد نہین ہے اسکی مصلحت
مین یہ توجیہ مذکور ہوسکتی ہے کہ اللہ نے جو قرآن کی حفاظت کا وعدہ کیا ہے اوس وعدہ کا پورا ہونا بھی بندون پر
ظاہر کرنا مقصود تھا اور اوسکو اسطرح ظاہر کیا کہ بعض آیات کو جو منجملہ قرآن کے اللہ کیطرف سے نازل ہوئی تہین
قرآن سے خارج کرکے اس حفاظت کے وعدہ سے جدا کردیا اب دونو حالت کو غور کرنا چاہیئے
جس کی حفاظت کا وعدہ کیا اوسکا ایک ایک لفظ بجنسہ بلکہ اوس کی حرکات اسوقت تک مسلمانون کے سینون
او سفینون مین کسطرح محفوظ ہین جس مین ذرا بھی تغیر او رتبدل کو دخل نہین ہوا اور جو آیتین اس حفاظت کے
وعدہ سے خارج کی گئین انہین سے اکثر ایسی ہین جنکا حکم منسوخ نہین ہوا مگر ٹھیک ٹھیک وہ لفظ محفوظ
نہین ہے نہ اونکا موقع یاد رہا نہ اونکا ثبوت بطور تواتر کے قطعی و یقینی رہا بلکہ اخبار احاد مین گنتی کی رہ گئین بعض بہت
ضعف کے مرتبہ مین ہین حالانکہ وہ بھی مثل اسی قرآن کے اللہ کیطرف سے نازل ہوئی تھین اور ان دونو کی
حالت پر غور کرنے سے بخوبی ظاہر ہوجاتا ہے کہ جنکی حفاظت کا وعدہ ہے وہ کیسی عمدگی کے ساتھ پورا
ہوا ہے - سید احمد خان نے اس مقام پر اول تو مفسرین اہل اسلام کو ناحق بہت سخت و سست کہا ہے
اور پہر خود بھی اتنی بات تسلیم کی ہے کہ موسوی شریعت کے بعض احکام شریعت محمدی مین منسوخ ہوگئے
اتنے تسلیم کرنے سے اتنی بات اونہون نے مان لی کہ خدا کے احکام مین نسخ بہی جاری ہوسکتا ہے
مگر وہ بتقلید ابومسلم معتزلی قرآن کی آیات مین نسخ نہین مانتے حالانکہ جسطرح وہ خدا کے احکام کا نسخ ہے
اسیطرح یہ بہی خدا کے احکام کا نسخ ہے اور اسی آیت ما ننسخ سے اوسکا جواز ثابت ہوتا ہے اور اوسکا وقوع
ثابت کرنے کے لیے سورۂ مجادلہ کی وہ آیت جسمین یہ حکم ہے کہ اے مسلمانو جب تم پیغمبر سے سرگوشی کرنا
چاہو تو اول صدقہ دو اور پہر اوس کے ساتھ ہی اوسکا نسخ مذکور ہے بہت کافی ہے اور نیز سورۂ بقر مین

کہ جو الفاظ اب منسوخ التلاوۃ سمجھے جاتے ہین یہ درحقیقت بطور تفسیر کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
بیان کئے تھے جسکو بعض صحابہ نے غلطی سے قرآن سمجھ لیا تھا اس زمانے مین بعض شخصون نے مخالفین
کے خوف سے اسی قول کو اختیار کیا ہے ہمارے نزدیک محدثین اور قدما اہل سنت کا مذہب چھوڑکر ایک
معتزلی کا قول اختیار کرنا نہایت عجیب ہے ان سب مخالفتون کے سوا بہت بڑی خرابی اس قول مین یہ ہے
کہ صحابہ کی طرف غلط فہمی کی نسبت کیجاتی ہے حالانکہ قرآن ہم تک اونہین کے واسطہ سے پہونچا ہے اور
اوسکے ثبوت کا مدار بالکل اونہین پر ہے اور صحابہ کا اس باب مین جو مذہب ہے وہ بخاری کی اون
روایتون سے ظاہر ہوگیا جنکو ہم ابھی نقل کرچکے ہین بلکہ بعض روایات سے یہ بات ثابت ہے کہ
بعض الفاظ جو بطور تفسیر کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرماے تھے اونکو بھی صحابہ قرآن مین
لکھ لیتے تھے مگر قرآن کے الفاظ سے اونکو جدا سمجھتے تھے تفصیل اسکی اتقان مین مذکور ہے۔ اللہ کو کامون
کی مصلحتین یہ کچھ ضرور نہین کہ انسان کی سمجھ مین آجایا کرین مگر انسان کی یہ ایک طبعی عادت ہے کہ ہر ایک کام کی
حکمت و مصلحت کی تجویز کرنے مین ہمیشہ طبع آزمائی کیا کرتا ہے اسی قسم کی اس مقام پر یہ بحث ہے کہ جن آیتون کا حکم اللہ
نے منسوخ کردیا اونکو قرآن مین کیون باقی رکھا ظاہرا اوسکی مصلحت یہ سمجھ مین آتی ہے کہ اونکو باقی رکھنے سے یہ فائدہ تھا
کہ مسلمان اونکی تلاوت سے اجر پایا کرین اور نیز جب اونکو پڑھ کر اونکا منسوخ ہونا معلوم کرین تو اللہ کی اس نعمت کا
شکر ادا کیا کرین اسلئے کہ نسخ مین ہمیشہ آسانی اور بہتری ہوتی ہے۔ اب دوسرا سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ بعض
آیتون کی تلاوت منسوخ اور اونکو قرآن سے خارج کردینے مین کیا مصلحت تھی اس سوال کے جواب مین ممکن ہے کہ
یہ کہا جاے کہ آیات منسوخ التلاوۃ کی دو قسمین ہین ایک تو وہ جو دفعتاً اوٹھالی گئین اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
اور تمام صحابہ کرام کے سینون سے ایکدم مین محو ہوگئین اور اون کے لکھے ہوے نقوش بھی مٹ گئے
اس قسم کا اوٹھالینا بھی ایک امر خارق عادت اور معجزہ ہے اور قرآن کے من اللہ ہونے کی دلیل ہے اسلئے
کہ اگر من اللہ نہوتا تو دفعتاً بطور خرق عادت کے وہ آیتین کیون اوٹھائی جاتین اور اللہ اپنی قدرت کی

موسے سے پہلے **ف** یعنی جسطرح بنی اسرائیل نے حضرت موسے سے کہا تہا کہ ہم تمپر ایمان نہ لاوینگے
جب تک کہ خدا کو علانیہ نہ دیکہہ لین گے اسی قسم کے سوال تم بہی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
سے کرنا چاہتے ہو اس مین مفسرین کا اختلاف ہے کہ یہہ خطاب یہود یہ سے ہے یا مشرکین
سے - ابن ابی حاتم نے بطریق سعید عکرمہ ابن عباس سے یہ روایت کی ہے کہ رافع بن حریملہ اور
وہب بن زید نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ درخواست کی تہی کہ ہم تمپر اسوقت ایمان لاوینگے جب
آسمان سے ایک کتاب نازل ہو جسکو ہم پڑہ لین یا زمین سے پانی کے چشمے جاری کرو اوسوقت
اللہ تعالے نے یہ آیت نازل کی کہ کیا چاہتے ہو تم کہ اپنے رسول سے ایسی درخواستین کرو جیسی بنی اسرائیل
نے موسی سے سوال کیے تہے **وَمَن يَتَبَدَّلِ الْكُفْرَ بِالْإِيمَانِ فَقَدْ ضَلَّ سَوَاءَ**
السَّبِيلِ ۝ اور جسنے لیا کفر کو عوض ایمان کے وہ بیشک بہک گیا سیدہے رستہ سے
وَدَّ كَثِيرٌ مِّنْ أَهْلِ الْكِتَابِ لَوْ يَرُدُّونَكُم مِّن بَعْدِ إِيمَانِكُمْ كُفَّارًا
حَسَدًا مِّنْ عِندِ أَنفُسِهِم مِّن بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمُ الْحَقُّ
پسند کرتے ہین اکثر اہل کتاب کہ کاش پہیر ڈالین تمکو بعد ایمان لانے تمہارے کے کافر بوجہ حسد
کے جو انکو اپنی طرف سے ہے بعد اسکے کہ کہل چکا ہے انپر حق **ف** یہودی اس امر کو بیقین
جانتے تہے کہ مذہب اسلام حق ہے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم سچے نبی ہین مگر وہ تعصب کی وجہ سے
ایمان نہ لاتے تہے لیکن انکو بوجہ حسد کے اہل عرب کا مسلمان ہونا ناگوار تہا - حسد اسی وجہ سے تہا کہ نعمت
ایمان کی قدر وانہا اس سے محروم ہی انکو سمجہ لی معلوم تہی پس وہ چاہتے تہے کہ کسیطرح اہل عرب
بہی اوس سے محروم ہو جاتین اور جو مسلمان ہو گئے ہین وہ کسیطرح مرتد ہو کر پہر کافر بنجاوین اسی وجہ سے
نسخ وغیرہ کی بحث مین شبہات اون کے دل مین ڈالا کرتے تہے اور حسد انکو بوجہ خود بخود اپنی طرف
سے تہا کوئی سابقہ عداوت انکو اہل عرب کے ساتھ نہتی - سب سے زیادہ حسد شخص انکو تہا جن مین سے

شوہر مرجانے والے کی بی بی کے لئے سال بھر عدت کا حکم ہے اور پھر دوسری آیت وہ بھی موجود ہے جسمین چار مہینے دس دن کا حکم ہے اگرچہ سید احمد خان نے یہ وعدہ کیا ہے کہ جن آیات کے منسوخ ہونیکا دعوے کیا جاتا ہے اونکی تفسیر مین ہم ثابت کردینگے کہ وہ آیتین منسوخ نہین مگر عدت کی آیت اسی سورۂ بقر مین موجود ہے جسکی تفسیر مین سید احمد خان نے بالکل سکوت اختیار کیا ہے۔ نسخ تلاوت کا سید احمد خان نے بالکل انکار کیا ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ اوسکا ثبوت حدیث سے تہا اور سید احمد خان حدیث کے منکر ہین مگر ننسہا کا لفظ جو قران مین موجود ہے اوس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ یہ بھی ہوسکتا ہے کہ اللہ قرآن کی بعض آیات کو بھلا دے اور اونکی جگہ دوسری قایم کردے جو اون سے بہتر یا برابر ہون سید احمد خان نے کہا کہ یہان آیت سے قرآن کی آیت مراد نہین بلکہ توریت کی آیتین مراد ہین مگر یہ زبردستی ہے پس نسخ تلاوت کا جواز جب قرآن سے ثابت ہوگیا تو اوسکا وقوع جو اقوال صحابہؓ سے ثابت ہوا ہے ضرور ماننے کے قابل ہے۔ سید احمد خان نسخ مین اختلاف حیثیت شرط کرتے ہین حالانکہ حیثیت کا تغیر اگر ہوگا تو اوس حکم کی علت مین ہوگا جسکا علم ضرور نہین کہ انسان کو حاصل ہوجاے ظاہرا صورت مسئلہ مین کچھ اختلاف قسم کا نہین ہے تا مثلاً ہوگئے لئی اول سال بھر کی پھر چار مہینے دس دن کی عدت مقرر ہوئی ظاہر صورت مسئلہ کی کچھ حیثیت نہین بدلی تہی واللہ اعلم بالصواب **اَلَمْ تَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ** کیا تو نہین جانتا کہ اللہ ہی کے لئے ہے بادشاہت آسمانون کی اور زمین کی **ف** یعنی جہان مین اوسی کی حکومت ہے وہ جو چاہے حکم دے اور جس حکم کو چاہے بدل دے وہ اپنے بندون کی مصلحتین خوب جانتا ہے جو چاہتا ہے حکم دیتا ہے اور جس حکم کو چاہتا ہے بدل دیتا ہے **وَمَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ** اور نہین ہے تمہارے لئے اللہ کے سوا دوست اور مددگار۔ **اَمْ تُرِيْدُوْنَ اَنْ تَسْـَٔلُوْا رَسُوْلَكُمْ كَمَا سُئِلَ مُوْسٰى مِنْ قَبْلُ** ط کہ کیا تم چاہتے ہو کہ سوال کرو اپنے رسول سے جیسے سوال کئے گئے تہے

اللہ جہاد کا حکم دے اوسوقت تک صبر کرو۔ اللہ ہر چیز پر قادر ہے یعنی اون سے بخوبی انتقام لے سکتا ہے
چنانچہ جب جہاد کا حکم آیا تو یہودیون کا ایک قبیلہ نکالدیا گیا اور ایک کو قتل کیا گیا **ف** سیوطی نے
اتقان مین ایک قول یہی نقل کیا ہے کہ یہ آیت مکی ہے یعنی مکہ مین نازل ہوئی تہی۔ اس صورت مین مراد یہ ہوگی
کہ مشرکین مکہ کی ایذاؤن اور انکار پر صبر کرو جبتک جہاد کا حکم آوے **وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ**
اور قایم کرو نماز کو اور ادا کرو زکوۃ **ف** حاصل یہ ہے کہ غیرون کی بہی اصلاح کرو اور اپنی ذات کی بہی
اصلاح کرو غیرون کی اصلاح معافی اور درگذر کرنے سے ہوگی کہ شاید رفتہ رفتہ بعضے آدمیون کی سمجھ
درست ہوجاے اور تم اپنی اصلاح اقامت صلوۃ اور اداے زکوۃ وغیرہ اعمال حسنہ سے کرو۔ یا مطلب یہ ہے کہ
تمکو جو اونکی مخالفت پر رنج ہو تو اون سے تو کچہ نکہو اور معاف کرو مگر اللہ کیطرف رجوع ہو اور اقامت صلوۃ
وغیرہ عبادات اور اعمال صالحہ مین مشغول ہوجاؤ۔ **وَمَا تُقَدِّمُوْا لِاَنْفُسِكُمْ مِّنْ خَيْرٍ تَجِدُوْهُ**
عِنْدَ اللّٰهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ۝ اور جو پہلے سے کرلوگے اپنی جانون کے لیے
پاؤگے اوسکو اللہ کے پاس بیشک اللہ تمہارے اعمال کا دیکہنے والا ہے۔ **وَقَالُوْا لَنْ يَّدْخُلَ**
الْجَنَّةَ اِلَّا مَنْ كَانَ ھُوْدًا اَوْ نَصٰرٰى ۭ اور کہا اہل کتاب نے کہ نہ داخل ہوگا جنت مین
مگر وہ جو یہودی ہو یا نصاری ہو **ف** یعنی یہودیونکا قول ہے کہ جنت مین یہودیون کے سوا کوئی اور داخل نہوگا
اور نصاری کا قول یہ ہے کہ جنت مین نصاری کے سوا اور کوئی داخل نہوگا **تِلْكَ اَمَانِيُّھُمْ ۭ** یہ اونکی
خواہشین ہین **ف** یعنی اونہون نے اپنی خواہشون کے موافق خیالات باندہ لئے ہین **قُلْ ھَاتُوْا**
بُرْھَانَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ تو کہدے کہ لاؤ تم اپنی دلیل اگر ہو تم سچے **ف**
اس آیت سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ بے دلیل کوئی بات نمانا چاہیئے **بَلٰى ۤ مَنْ اَسْلَمَ وَجْهَهٗ**
لِلّٰهِ وَھُوَ مُحْسِنٌ فَلَهٗٓ اَجْرُهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ ۠ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ
وَلَا ھُمْ يَحْزَنُوْنَ ۝ ہان جسنے خالص کی اپنی توجہ اللہ ہی کے لئے اور وہ دلی خلوص

ایک کا نام حیی اور دوسرے کا نام یاسر تھا یہ دونو اخطب کے بیٹے تھے اونکو اس بات کا بہت رنج تھا کہ رسول اہل عرب مین کیون پیدا ہوئے اور جہانتک اون سے ہوسکتا تھا اس امر مین کوشش کرتے تھے کہ کسیطرح مسلمان دین اسلام سے پھر جائین ابن ابی حاتم نے ابن عباسؓ سے روایت کی ہے کہ یہ آیت اونھین دونو کے حق مین اتری ہے **ف** حسد کی چار قسمین ہین ایک یہہ کہ دوسرے کی نعمت دیکھکر جلے اور اوسکا زوال چاہے اگرچہ جانتا ہو کہ یہہ مجھکو نہ ملجاوے گی ۔ ایسا حسد مسلمان کے ساتھ حرام ہے ۔ مگر کوئی کافر یا فاجر اپنی دولت کو باعث فساد کا بناتا ہو تو اوس صورت مین اوسکی دولت کا زوال پسند کرنا جایز ہے دوسری یہ کہ کسی کی نعمت دیکھکر یہ آرزو کرے کہ یہ چیز اوس سے نکلکر مجھکو ملجاوے مثلاً دوسرے کا مکان دیکھکر تمنا ہو کہ کسیطرح یہ میرے قبضہ مین آجاوے یا دوسرے کی عورت دیکھکر یہ شوق ہو کہ کسیطرح میرے نکاح مین آجاوے اس قسم کے حسد مین مقصود انسان کا یہ ہوتا ہے کہ مجھکو نعمت ملجاوے دوسرے سے اوسکا نکلجانا بالتبع لازم آجاتا ہے مقصود بالذات نہین ہوتا ۔ یہ قسم بھی حرام ہے مگر بہ نسبت قسم اول کے خفیف ہے ۔ تیسری قسم حسد کی یہ ہے کہ دوسرے کی چیز کو پسند کرکے یہ خواہش ہو کہ ایسی قسم کی یہ چیز مجھکو بھی ملجاوے اور جب اوسکو نہ ملسکے تو یہ خواہش ہو کہ یہ چیز اوس کے پاس سے بھی جاتی رہے تاکہ وہ دونو برابر ہوجاوین اس قسم مین اخیر کی خواہش منع ہے پہلی خواہش جایز ہے ۔ فرق دوسری اور تیسری قسم مین یہ ہے کہ دوسری قسم مین بعینہ اوسی چیز کی خواہش ہوتی ہے اور تیسری قسم مین اوسکی مثل اور چیز کی خواہش ہوتی ہے ۔ چوتھی قسم حسد کی یہ ہے کہ دوسرے کی چیز کو پسند کرکے اوسکی مثل اپنے واسطے بھی خواہش کرے اور اگر وہ اسکو حاصل نہوسکے تو اوس دوسرے کی نعمت کا زوال نچاہے ۔ یہ قسم امور دنیاوی مین اور امور دینی مین مستحب ہے مثلاً اگر دوسرے کا علم اور زہد اور تقوی دیکھکر یہ خواہش ہو کہ یہ صفتین مجھکو بھی حاصل ہوجاوین تو یہ امر مستحب ہے فَاعْفُوا وَاصْفَحُوا حَتّٰى يَأْتِيَ اللّٰهُ بِأَمْرِهٖ ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ تو معاف کرو اور درگذر کرو جبتک کہ اللہ اپنا حکم بھیجے بیشک اللہ ہر چیز پر قادر ہے **ف** یعنی جبتک

حسد کی قسمین

ظو

ن مِثْلَ قَوْلِهِمْ ج اسی طرح کہا اونہون نے جو نہین جانتے ہین مثل اونکے
یعنی مشرکین جو اللہ کی کتابون سے ناواقف ہین اسی طرح وہ بہی اپنے مذہب کو حق جانتے
ر مذہب کو باطل سمجہتے ہین فَاللّٰهُ يَحْكُمُ بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فِيْمَا
يَخْتَلِفُوْنَ ۝ پس اللہ فیصلہ کرے گا اون کے درمیان قیامت کے دن اون
ختلاف کرتے ہین وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ مَّنَعَ مَسٰجِدَ اللّٰهِ اَنْ
اسْمُهٗ وَسَعٰى فِيْ خَرَابِهَا ط اور کون ظلم مین بڑہکر ہوگا اوس سے
سجدون کو اس بات سے کہ اون مین اللہ کے نام کا ذکر کیا جاوے اور کوشش کرے
ف سلف سے اس آیت کے شان نزول مین تین قول منقول ہین۔ عبدالرحمن بن زید
روایت کی ہے کہ مشرکین مکہ نے جو بروز حدیبیہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خانہ کعبہ
روکا اوسوقت یہ آیت نازل ہوئی۔ عطاؒ کا قول بہی یہی ہے اور ابن عباسؓ سے ایک
ابتدائے اسلام مین جو قریش رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خانہ کعبہ مین نماز پڑہنے سے
کے حق مین یہ آیت نازل ہوئی۔ دوسرا قول ابن عباسؓ سے یہ منقول ہے کہ اون نصاریٰ
نازل ہوئی ہے جنہون نے بیت المقدس کو خراب کیا تہا اور سدی اور کعب الاحبار اور قتادہ
یہ آیت نصاریٰ کے حق مین نازل ہوئی ہے تفصیل اوسکی یہ ہے کہ جب یہودیون نے
لام کو قتل کرنا چاہا اور اللہ نے اپنی قدرت سے اونکو آسمان کی طرف اوٹہا لیا تو نصاریٰ
سکا بدلا لینا چاہا اور اگرچہ مسجد بیت المقدس کی تعظیم جسطرح یہود کرتے تہے اسیطرح نصاریٰ
این ہمہ یہودیون کی ضد پر نصاریٰ نے بخت نصر بادشاہ کی مدد کی اور اوس کے ساتہ
راب کرنے مین شریک ہوئے ابن جریر نے سب اقوال کو نقل کرکے اسی قول کو ترجیح
ل بیان کی ہے کہ مشرکین عرب اس آیت کے نازل ہونے کا باعث نہین ہوسکتے کہ اونہون نے

رکہنے والا ہے تو اوس کے لیے اوسکا اجر ہے اوس کے رب کے پاس اور نہین ہے اونپر خوف اور نہ وہ
رنج پانے والے ہین **ف** حاصل یہ ہے کہ یہودیونکا یہ قول کہ جنت مین یہودیون کے سوا اور کوئی
داخل نہین ہوسکتا اور نصاریٰ کا یہ قول کہ جنت مین نصاریٰ کے سوا اور کوئی داخل نہین ہوسکتا۔ سب
غلط ہین البتہ جو اپنے ارادہ کو اللہ کے واسطے خالص کریگا اور دل مین اخلاص پیدا کریگا وہ جنت مین
داخل ہوگا اور یہ بات یہودیون اور عیسائیون کو حاصل نہ تہی اسلیئے کہ وہ بالیقین جانتے تہے کہ محمد رسول اللہ
صلے اللہ علیہ وسلم سچے نبی ہین مگر پہر بہی تعصب کی وجہ سے ایمان نہین لاتے تہے اسکی وجہ یہی تہی کہ اون کی
نیت اللہ کے واسطے خالص نہ تہی اگر وہ خلوص رکہتے تو فوراً حق اختیار کرتے **ف** محسن کا ترجمہ مخلص اسلیئے کیا گیا
کہ صحیحین کی حدیث مین وارد ہے کہ احسان اسکو کہتے ہین کہ تو اللہ کی عبادت اسطرح کرے کہ گویا کہ تو اوسکو دیکہتا
ہے اور اگر یہ حاصل نہو سکے تو ادنیٰ مرتبہ احسان کا یہ ہے کہ تو یقین کرے کہ اللہ تجہکو دیکہتا ہے حاصل
اسکا یہ ہے کہ مرتبہ حضور قلب اور خلوص کا حاصل ہو **وَقَالَتِ الْيَهُودُ لَيْسَتِ النَّصٰرٰى
عَلٰى شَيْءٍ وَقَالَتِ النَّصٰرٰى لَيْسَتِ الْيَهُودُ عَلٰى شَيْءٍ وَهُمْ يَتْلُونَ
الْكِتٰبَ** ط اور کہا یہودیون نے کہ نہین ہین نصاریٰ کسی چیز پر اور کہا نصاریٰ نے کہ نہین ہین یہودی
کسی چیز پر اور وہ پڑہتے ہین کتاب **ف** ابن اسحاق اور ابن ابی حاتم اور ابن جریر نے ابن عباسؓ سے روایت
کی ہے کہ نجران کے نصاریٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین آئے تہے یہود مدینہ بہی اون سے ملنے آئے
اور اون مین باہم مذہبی بحث شروع ہوئی رافع بن حرملہ یہودی نے کہا کہ نصاریٰ گمراہ ہین اور اون نصاریٰ
مین سے ایک شخص نے کہا کہ یہودی گمراہ ہین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ بحث اونکی بہت ناگوار ہوئی
اوسوقت یہ آیت نازل ہوئی **ف** یہ جو اللہ نے فرمایا کہ وہ کتاب پڑہتے ہین اس سے مراد یہ ہے کہ انبیا۔
سابقین کی کتابون سے واقف ہین۔ اور پہر آپسمین ایسے جہگڑے کرتے ہین۔ یہ زیادہ تعجب کی بات ہے اسلیئے کہ
اون کتابون پر غور کرنے سے امر حق اونپر بہت اچہی طرح ظاہر ہوسکتا تہا **كَذٰلِكَ قَالَ الَّذِيْنَ**

جیساکہ ہمارے زمانہ مین بعض آدمیون کا حال ہے وَلِلّٰهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ فَاَيْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ ط اور اللہ کے ہی لئے ہے مشرق اور مغرب جدہر کو تم موںہہ کرو ادہر کو ہے سامنا اللہ کا ف اس آیت کی تفسیر مین سلف سے چند اقوال منقول ہین اون سب کو جدا جدا ہم نقل کرتے ہین۔ ابن جریر نے ابن عباسؓ سے یہ روایت نقل کی ہو کہ جب بیت المقدس کا قبلہ منسوخ ہو کر کعبہ کی طرف نماز پڑہنے کا حکم ہوا تو یہودی یہ کہنے لگے کہ مسلمان جس قبلہ کی طرف پہلے نماز پڑہتے تھے اوس سے کیون پہر گئے اونکے جواب مین اللہ نے یہ آیت نازل کی کہ مشرق اور مغرب سب اللہ ہی کی ملک ہے جدہر کو موںہہ کرو ادہر کو اللہ کا حضور ہے یعنی جسطرح بیت المقدس کی طرف موںہہ کر کے نماز پڑہنے کی اللہ کو خبر ہوجاتی تہی اسی طرح کعبہ کی طرف نماز پڑہنے کی بہی اللہ کو خبر ہوجاتی ہے یہ نہین ہے کہ بیت المقدس کی طرف سے اسکا سامنا ہوتا ہو اور کعبہ کی طرف سے نہوتا ہو سب سمتین اوسی کی ہین اور اوس کو سب طرف سے ایک ہی نسبت ہے۔ یہ اوسکی حکمت اور مصلحت ہے کہ چند روز کے لیے اوس نے بیت المقدس کی طرف نماز کا حکم دیا اور پہر اوس حکم کو منسوخ کر کے کعبہ کی طرف نماز کا حکم دیدیا درحقیقت نہ بالذات قبلہ بیت المقدس ہے نہ کعبہ بلکہ اللہ کے حکم کی اطاعت ہے جدہر کو وہ حکم کرے اودہر کو نماز پڑہنا چاہیئے پس ابن عباس کے قول کی بموجب اس آیت مین یہ حکم نہین دیا گیا کہ جدہر کو چاہو اودہر کو نماز پڑہو بلکہ یہ سمجہایا گیا کہ جس طرف کو موںہہ کر کے نماز پڑہو اللہ کو خبر ہوجاتی ہے۔ اور مسلم اور ترمذی وغیرہ نے ابن عمرؓ سے یہ روایت کی ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ سے مدینہ کو تشریف لاتے تھے۔ رستہ مین آپ سواری کی حالت مین نوافل مین مشغول تھے اور سواری کا رخ مختلف سمتون کو بدلتا تھا۔ اس قصہ کو نقل کر کے ابن عمرؓ نے آیت وَلِلّٰهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ پڑہی اور فرمایا کہ اسی باب مین یہ نازل ہوئی ہے پس ابن عمرؓ کے نزدیک اس آیت کے معنی یہ ہوئے کہ مسافر سواری کی حالت مین جدہر اوس کی سواری کا رخ ہو اوسی طرف کو موںہہ کر کے نوافل پڑہ سکتا ہے خواہ مشرق ہو خواہ مغرب۔ اور ترمذی و ابن ماجہ وغیرہ نے

اگرچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دخول خانہ کعبہ سے روکا مگر اوسکے خراب کرنے مین کوشش نہین
کی بلکہ اپنے اعتقاد مین بہی اسکو معظم مکرم جانتے تہے ۔ پس ظاہر یہی ہے کہ اس آیت مین مراد نصاری ہین
جنہون نے بیت المقدس کو خراب کیا تہا اور ایک قرینہ اسکا یہ بہی ہے کہ پہلے سے آیات سابقہ مین سلسلہ
اہل کتاب کا ہی ذکر چلا آتا ہے ۔ خصوصًا اس آیت سے متصل جو پہلے آیت ہے اوسکا سبب نزول بہی
نصاری نجران کا قصہ ہے ۔ جو مفسرین کہ اس آیت کو مشرکین مکہ کی حالت پر محمول کرتے ہین وہ صرف اتنا ربط
کافی سمجہتے ہین کہ اس سے پہلے جو اللہ نے یہ فرمایا کہ کذلک قال الذین لایعلمون الآیہ اسمین مشرکین مکہ کا
بیان ہے واللہ اعلم **أُولَٰئِكَ مَا كَانَ لَهُمْ أَنْ يَدْخُلُوهَا إِلَّا خَائِفِينَ** ط
وہ لوگ نہین لائق اونکے لیے کہ داخل ہون اوس مین مگر ڈرتے ہوے **ف** اس آیت کے معنے یا تو یہ
ہین کہ اونکو لائق تو یہ تہا کہ مسجد مین نہایت عاجزی کے ساتھ ڈرتے ہوے داخل ہوتے لیکن اسکے خلاف
اونہون نے مسجدون کو خراب کرنا چاہا یا اس کے معنی یہ ہین کہ آیندہ وہ ایسے مغلوب ہوجاوینگے
کہ بیخوف اون مساجد مین داخل بہی نہو سکینگے ۔ چنانچہ فتح مکہ کے بعد خانہ کعبہ پر مسلمانونکا قبضہ ہوگیا
اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے یہ منادی کردی گئی کہ آیندہ مشرکین حج نہ کرنے پاوین
اور بیت المقدس کو حضرت عمرؓ کے زمانے مین مسلمانون نے فتح کرلیا **لَهُمْ فِي الدُّنْيَا
خِزْيٌ وَلَهُمْ فِي الْآخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيمٌ** ۵ اون کے لئے دنیا مین رسوائی
ہے اور اون کے لیے آخرت مین بڑا عذاب ہے ۔ **ف** دنیا مین یہ ذلت ہوئی کہ مسلمانون نے
اون پر چڑہائی کیا اور وہ مغلوب ہوکر قتل اور قید ہوے اور اون پر جزیہ باندہا گیا اور آخرت مین انکو دوزخ کا
سخت عذاب نصیب ہوگا **ف** اس آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ جو لوگ مسجد کی خرابی چاہتے ہین وہ بہت بری
لوگ ہین اور دونو جہان مین اونپر خدا کا غضب نازل ہوتا ہے ۔ خفاجی نے حاشیہ بیضاوی مین لکہا ہے
کہ اس آیت کا حکم اون سب لوگون کو شامل ہے جو عبادتگاہون اور مدرسون کی خرابی کے باعث ہون

ف مسجدون اور مدرسون کی خرابی کا وبال پہنچنے والے

حسن بصریؒ کا یہ قول نقل کیا ہے کہ بیت المقدس کی طرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اجتہاد سے
نماز پڑھنا شروع کی تھی اور زرقانی شارح مواہب نے ابن جریر طبری کا یہ قول نقل کیا ہے کہ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کو اختیار تھا کہ خواہ کعبہ کی طرف نماز پڑھیں خواہ بیت المقدس کی طرف تو رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم نے یہودیوں کی تالیف کے لیے بیت المقدس کی طرف نماز پڑھنا شروع کی تھی مگر یہ قول
محدثین کی تحقیق کے خلاف ہے اور تفصیل اسکی آئندہ مذکور ہوگی جہاں تحویل قبلہ کا ذکر آئیگا مولانا [illegible]
صاحب نے اسی قول کو قتادہ اور ابن زید کی طرف منسوب کیا ہے مگر تفسیر کبیر میں قتادہ اور ابن زید کا قول
نقل کیا ہے کہ بیت المقدس کیطرف نماز کا حکم اس آیت وللہ المشرق والمغرب سے منسوخ ہوا اور بعض نے
کہا کہ جدھر کو چاہو ادھر نماز پڑھ لو پھر قبلہ کے حکم سے یہ آیت منسوخ ہوئی۔ بعض مفسرین کا قول
یہ ہے کہ اس آیت کے معنی یہ ہیں کہ تم جہاں سے قبلہ کو نماز پڑھوگے وہیں سے حضور اللہ کا ہے
اور چونکہ اس سے پہلے بیان ان مشرکین کا تھا جنہوں نے حدیبیہ میں مسلمانوں کو کعبہ میں داخل ہونے سے
روکا تھا اس لیے اللہ نے مسلمانوں کی تسلی کے لیے فرمایا کہ اگر تم مشرکین کی مزاحمت کی وجہ سے
کعبہ میں داخل نہ ہو سکے تو اس سے تمہاری نماز کے اجر میں کچھ خلل نہ ہوگا بلکہ جہاں سے کعبہ کی طرف
متوجہ ہو جاؤگے وہیں سے اللہ کا حضور تمکو میسر ہے۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ خطاب کفار سے
ہے اور مطلب یہ ہے کہ تم خدا کے غضب سے بھاگ کر کہاں جاؤ گے مشرق و مغرب سب اللہ کا
ہی ہے تم جدھر کو رخ کروگے ادھر ہی اللہ کا سامنا موجود ہے کہیں اس کے غضب سے
پناہ نہیں مل سکتی إِنَّ اللّٰهَ وَاسِعٌ عَلِيمٌ بیشک اللہ صاحب وسعت ہے اور علیم ہے
ف اللہ کے وسیع ہونے سے مراد یہ ہے کہ اسکی قدرت اور رحمت سب سے حاوی ہے
کہ تمام جہان اللہ ہی کا ہے اور وہ اپنے بندوں کے اعمال اور نیات اور مصلحتوں کو خوب جانتا ہے
وجہ کے معنے مونھ کے ہیں اور چونکہ اللہ جسم اور اعضائے جسم سے پاک ہے اسلئے مراد وجہ سے

عامر بن ربیعہ سے یہ روایت کی ہے کہ ایک مرتبہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سفر میں تھے
رات کو ایسی تاریکی تھی کہ قبلہ کی ٹھیک سمت معلوم نہ تھی ہر شخص نے اپنے قیاس کی بموجب پتھر رکھکر
چبوترہ بنا کر نماز پڑھی صبحکو معلوم ہوا کہ سب کی نماز جو قبلہ کی سمت سے مخالف تھیں سب نے یہ قصہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کیا اوسوقت آیہ وللہ المشرق والمغرب نازل ہوئی تب رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ سب کی نماز صحیح ہو گئی بیہقی اور دار قطنی نے جابر سے اسی قسم کا قصہ
نقل کیا ہے کہ انھوں نے اپنا سفر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نہیں بیان کیا بلکہ وہ کہتے ہیں
کہ ہمکو ایک مرتبہ سفر میں اندھیری رات میں سمت قبلہ ٹھیک معلوم نہ ہوئی ہم سب نے اپنے قیاس سے ایک
طرف کو نماز پڑھی اور اپنے سامنے خطوط کھینچ لئے صبحکو معلوم ہوا کہ وہ سب خطوط جہت قبلہ سے منحرف تھے
جب ہم سفر سے مدینہ میں واپس آئے تو اس مسئلہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا اوس وقت
آیہ وللہ المشرق والمغرب نازل ہوئی تب حضرت نے فرمایا کہ وہ نماز صحیح ہو گئی [illegible]
اس آیت کا حاصل یہ ہوا کہ اگر سمت قبلہ بھول جاؤ تو اپنے اندازہ اور تخمینہ سے جدھر کو منہ کرکے نماز پڑھو
صحیح ہو جاے گی خواہ وہ سمت قبلہ کی ہو یا نہو۔ اور ابن جریر نے مجاہد سے یہ روایت کی ہے
کہ جب آیہ ادعونی استجب لکم نازل ہوئی تو بعض آدمیوں نے کہا کہ ہم کس طرف منہ کرکے دعا مانگیں
اوسوقت آیہ وللہ المشرق والمغرب نازل ہوئی۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ اللہ نے صاف یہ حکم دیا ہے
کہ جدھر کو چاہو اودھر کو منہ کرکے نماز پڑھو اور یہ زمانہ ابتداے اسلام کا ہے اوس زمانہ میں کوئی
سمت قبلہ کی اللہ کی طرف سے مقرر نہیں تھی بلکہ اس آیت میں اللہ کی طرف سے یہ حکم نازل ہوا کہ
جدھر کو چاہو اودھر کو نماز پڑھا کرو مگر بعض مصلحتوں کی وجہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
سمت بیت المقدس اختیار کی تو اللہ کی طرف سے اوسی طرف نماز واجب ہو گئی پھر وہ حکم منسوخ ہو
سمت قبلہ کعبہ مقرر ہوئی۔ یہ قول حسن بصریؒ اور ابن جریر کے مذہب کی موافق ہے۔ مواہب اللدنیہ

يَقُولُ لَهُ كُن فَيَكُونُ ط ایجاد کرنے والا آسمانون کا اور زمین کا اور جب حکم کرتا ہے کسی امر کو
تو بس یہی ہے کہ کہتا ہے اوسکے لیے کہ ہو جا تو وہ ہو جاتا ہے **ف** بدیع اوس کو کہتے ہین جو ایسی چیز کو
بناوے جسکا نمونہ پہلے سے موجود نہو اسی کو ایجاد کہتے ہین خدا نے زمین اور آسمان اور کل مخلوقات کو اسیطرح
ایجاد کیا ہے اور لفظ کُن کی نسبت بعض مفسرین کی یہ رائے ہے کہ خدا کسی چیز کے پیدا کرنے کے وقت
فی الواقع لفظ کُن نہین کہتا بلکہ اس سے مراد یہ ہے کہ جب وہ کسی چیز کے پیدا کرنے کا ارادہ کرتا ہے
وہ فوراً پیدا ہو جاتی ہے اور بعض مفسرین نے یہ تاویل نہین کی بلکہ حقیقت مراد لی ہے یعنی فی الواقع لفظ
کُن کہتا ہے کُن کے معنی اردو مین یہ ہین کہ ہو جا یہ آیتین دو دلیلین اس بات کی ہین کہ خدا کے بیٹا نہین
ہو سکتا پہلی دلیل یہ ہے کہ اللہ تمام جہان کا اسیطرح خالق ہے کہ اوس نے بغیر نمونہ اور مثال سابق کے
ہر چیز کو پیدا کیا ہے اور باپ بیٹے کا خالق نہین ہوتا اسلئے کہ باپ کے بدن سے صرف نطفہ جدا
ہو جاتا ہے اس سے زیادہ بیٹے کے پیدا کرنے مین باپ کو کچھ دخل نہین ہوتا اوس نطفہ کو آدمی بنا دینا
خالق کا کام ہے پس جو چیز مخلوق ہوئی وہ خالق کی اولاد کیونکر ہو سکتی ہے ۔ دوسری دلیل یہ ہے
کہ خدا جس وقت کسی چیز کے پیدا کرنے کا ارادہ کرتا ہے وہ فوراً پیدا ہو جاتی ہے اور باپ سے بیٹا
اسطرح فی الفور پیدا نہین ہو جاتا بلکہ نطفہ بہت سی حالتین بدل کر آدمی بنتا ہے پس جو چیز اللہ کے حکم دینے کیساتھ
فوراً پیدا ہو جاتی ہے وہ اوسکی اولاد کیسے ہوگی وَقَالَ الَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ لَوْ
لَا يُكَلِّمُنَا اللهُ اور کہا اونہوں نے جو نادان ہین کیون نہین باتین کرتا ہم سے اللہ
ف یعنی خدا کو رسول بھیجنے کی کیا ضرورت ہے خدا اپنے احکام ہم سے خود ہی کیون نہین بیان
کرتا اور جسطرح ملائکہ اور موسیٰ سے کلام کیا اوسی طرح ہم سے کلام کیون نہین کرتا یا خدا ہم سے کیون نہین کہتا
کہ محمد ہمارے سچے رسول ہین ۔ ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے ابن عباس سے روایت کی ہے کہ رافع
بن حرملہ یہودی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا تھا کہ اگر تم اللہ کے رسول ہو تو اللہ سے کہو کہ

حضور سے جسکو ہندی مین سامنا کہتے ہین وَقَالُوا اتَّخَذَ اللّٰهُ وَلَدًا اور کہا اونہون نے کہ بنایا اللہ نے بیٹا ف یہود مدینہ حضرت عزیر کو اور نصاریٰ حضرت عیسیٰ کو خدا کا بیٹا کہتے تھے اور مشرکین عرب ملائکہ کو خدا کی بیٹیان کہتے تھے اونہین کے حق مین یہ آیت نازل ہوئی — سُبْحٰنَهٗ پاک ہے وہ ف یعنی اللہ کے لئے صاحب اولاد ہونا نقصان اور عیب ہے اور وہ عیب سے پاک ہے بَلْ لَّهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ بلکہ اوسی کے لئے ہے جو کچھ آسمانون اور زمین مین ہے ف عزیر اور عیسیٰ اور ملائکہ جنکو اللہ کی اولاد بتاتے تھے سب اوس کی مخلوق اور مملوک ہین اور اللہ تعالیٰ خالق اور مالک ہے كُلٌّ لَّهٗ قٰنِتُوْنَ سب اوسکی ہی بندگی کرنے والے ہین ف جو لوگ خدا کی اولاد بتاتے تھے اون کے قول کو خدا نے کئی طرح رد کیا اول یہ کہ صاحب اولاد ہونا خدا کے لئے عیب ہے اور اللہ عیوب سے پاک ہے وجہ اسکی یہ ہے کہ اولاد اپنے باپ کی جنس سے ہوتی ہے مثلاً آدمی کی اولاد مثل اپنے باپ کے آدمی ہوتی ہے گو بچہ اپنے باپ کے مثل کرور ہی پہنچتا ہے پس معاذ اللہ اگر خدا کے بیٹا مانا جاوے تو دوسرا خدا ماننا پڑے گا اور اوس سے خدا کی توحید مین خلل آوے گا پس خدا کو صاحب اولاد کہنا اوسکو عیب لگانا ہے دوسری دلیل اللہ نے یہ ارشاد فرمائی کہ اولاد اپنے باپ کے ساتھ عزت مین برابر ہوتی ہے اور جنکو تم اللہ کی اولاد بتلاتے ہو یہ تو اوس کی مملوک اور مخلوق ہین اور مالک اور مملوک کی عزت مین برابری نہین ہوسکتی پھر وہ خدا کی اولاد کیونکر ہوسکتے ہین تیسری دلیل اللہ نے یہ فرمائی کہ باپ بیٹے کی طاقت اور قدرت برابر ہوتی ہے اور جنکو تم اللہ کی اولاد بتلاتے ہو وہ تو اوسکی بندگی کرنے والے ہین پھر وہ کیونکر اولاد ہوسکتے ہین ف اس آیت سے فقہا نے یہ مسئلہ بھی نکالا ہے کہ اگر کسیکا بیٹا غلام ہوجاوے اور اوس کا باپ اوسے خرید لے یا کسی اور طرح اوسکا مالک ہوجاوے تو وہ آزاد ہوجاتا ہے اس لئے کہ اولاد ملکیت نہین ہوسکتی بَدِيْعُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاِذَا قَضٰۤى اَمْرًا فَاِنَّمَا

بہی اسی طرح انکار کرینگے پس اون کے لیئے اور نشانیان آنے سے کچہہ فائدہ نہوگا اِنَّا
اَرْسَلْنٰكَ بِالْحَقِّ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا ہمنے بہیجا تجہکو حق کے ساتہہ بشارت پہونچانیوالا
اور ڈرانے والا ف حق سے مراد قرآن ہے یا دین حق وَّلَا تُسْئَلُ عَنْ اَصْحٰبِ
الْجَحِيْمِ ط اور نہ پوچہا جاویگا تو اہل دوزخ سے ف یعنی یہ جوابدہی تیرے ذمہ نہین کہ یہ کافر دوزخی
کیون ہوے مسلمان کیون نہوئے وَلَنْ تَرْضٰى عَنْكَ الْيَهُوْدُ وَلَا النَّصٰرٰى حَتّٰى
تَتَّبِعَ مِلَّتَهُمْ ط اور نہ راضی ہونگے تجہسے یہود اور نہ نصاری یہان تک کہ پیروی کرے تو
اونکے مذہب کی ف یعنی جبتک تو یہودی نہوجاویگا اوسوقت تک یہودی تجہسے راضی نہونگے
اور جبتک تو نصاری نہو جاویگا اوسوقت تک نصاری تجہسے راضی نہونگے ۔ ثعلبی نے ابن عباس سے
یہ روایت کی ہے کہ یہود مدینہ اور نجران کے نصاری نے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ابتدا مین
بیت المقدس کی طرف نماز پڑہتے دیکہا تو اون کو یہ توقع ہوئی کہ شاید رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آخر کو
اون کے مذہب کی طرف آجاوینگے جب بیت المقدس کا قبلہ منسوخ ہوکر کعبہ کی سمت قبلہ مقرر ہوگئی
تو وہ بالکل مایوس ہوگئے اوسوقت یہ آیت نازل ہوئی قُلْ اِنَّ هُدَى اللّٰهِ هُوَ الْهُدٰى
تو کہہ دے کہ بیشک جو راستہ اللہ نے بتایا ہے وہی ہدایت ہے وَلَئِنِ اتَّبَعْتَ اَهْوَآءَهُمْ
بَعْدَ الَّذِيْ جَآءَكَ مِنَ الْعِلْمِ مَا لَكَ مِنَ اللّٰهِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ
اور اگر پیروی کریگا تو اونکی خواہشون کے بعد اسکے کہ آگیا تیرے پاس علم نہین ہوگا تیرے لیے اللہ سے
بچانے کو کوئی دوست اور نہ مددگار ف علم سے مراد یا تو وحی ہے یا دین حق ہے جس کی من اللہ
ہونے کا یقین حاصل تہا اگرچہ بظاہر اس آیت مین خطاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف
ہے مگر مراد اون لوگون کی تنبیہ ہے جنپر حق کہل گیا اور وہ تعصب و عناد کی وجہ سے قبول نہین کرتے ۔
اَلَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ يَتْلُوْنَهٗ حَقَّ تِلَاوَتِهٖ اُولٰٓئِكَ يُؤْمِنُوْنَ

ہمسے باتین اسطرح کرے کہ ہم اوسکا کلام سنین اور مجاہد کا قول یہ ہے کہ یہ گفتگو نصاری نے کی تہی اور
ابن جریر نے اسی کو ترجیح دی ہے کیونکہ آیت سابقہ مین ذکر نصاری کا تہا اور قتادہ کا قول ہے
کہ یہ گفتگو مشرکین عرب کی تہی واللہ اعلم **اَوْ تَاْتِیْنَآ اٰیَۃٌ** یا کیون نہین آتی ہمارے پاس کوئی
نشانی **ف** یعنی ایسی نشانی کوئی ہمپر کیون نہین ظاہر ہوتی جس سے محمدؐ کی نبوت کی تصدیق
ہو جاے اور اگرچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کی بہت کہلی ہوئی دلیلین ظاہر ہوچکین تہین اول تو
قرآن ہی بہت بڑا معجزہ تہا جسکے معارضہ سے فصحاے عرب عاجز تہے اسکے علاوہ بہت سے
معجزے بہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ظاہر کئے مگر باینہمہ کفار تعصب او رعناد کی وجہ سے
ان سب کا انکار کئے جاتے تہے اور نئے نئے معجزات طلب کرتے تہے **کَذٰلِکَ قَالَ
الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِھِمْ مِّثْلَ قَوْلِھِمْ** اسیطرح کہا تہا اون کافرون نے جو ان سے
پہلے ہوچکے ہین مثل اون کے قول کے **ف** یعنی جو باتین اونکی ہین یہی باتین اون منکرین کی بہی تہین
جنپر پہلے عذاب آچکا مثلاً جسطرح یہ کہتے ہین کہ خدا ہمسے کلام کیون نہین کرتا اسیطرح بنی اسرئیل نے
حضرت موسے سے کہا تہا کہ ہم بے پردہ ہمکو خدا کی صورت دکہا دو اور جسطرح یہ کہتے ہین کہ ہمپر کوئی نشانی
کیون نہین آتی اسیطرح کفار سابق نے بہی کہا تہا کہ اے موسے کیا تیرے رب مین یہ بہی قدرت
ہے کہ ہمپر آسمان سے خوان اوتار دے **تَشَابَھَتْ قُلُوْبُھُمْ** ایک سے ہین
دل اون کے **ف** یعنی اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم تمہارے زمانے کے کفار اور اگلے زمانے کے
کافرون کے دل ایک سے ہین جو حالت ان کی ہے وہی اون کی تہی **قَدْ بَیَّنَّا الْاٰیٰتِ
لِقَوْمٍ یُّوْقِنُوْنَ** بیشک کہولدین ہمنے نشانیان اوس قوم کے لیے جو یقین جانتے ہین **ف**
یعنی جتنی نشانیان ہمنے ظاہر کردین وہ اثبات حق کے واسطے کافی ہین۔ اور جو طالب حق تہے اونہون نے
اون کو قبول کرلیا اور جو بیفائدہ جہگڑا کرنے والے ہین اوران نشانیون کا انکار کرتے ہین وہ اور نشانیون کا

احکام کو دنیا داروں کی خاطر سے مخفی نکرے۔ اور ابن جریر نے حسن بصریؒ سے یہہ روایت کی ہے کہ حق تلاوت کے معنی یہہ ہین کہ آیات محکمات پر ایمان لاوے اور اوس کے موافق عمل کرے اور آیات متشابہات پر صرف ایمان لاوے اور جو اوس کی سمجھ مین نہ آوے اوسکو یون سمجھ لے کہ جنکو اللہ نے اونکا علم دیا ہے وہ اوسکے معنی جانتے ہین۔ اور بعض مفسرین کا قول یہہ ہے کہ حق تلاوت سے مراد یہہ ہے کہ اوس کے مطالب پر خوب غور کرے اور اوسکے معانی کے اسرار اور حقایق کو سمجھے یٰبَنِیٓ اِسْرَآئِیْلَ اذْکُرُوْا نِعْمَتِیَ الَّتِیٓ اَنْعَمْتُ عَلَیْکُمْ وَاَنِّیْ فَضَّلْتُکُمْ عَلَی الْعٰلَمِیْنَ ط اے اسرائیل کی اولاد یاد کرو میری اون نعمتون کو جو انعام کی ہین مین نے تمپر اور مین نے تمھین بزرگی دی ہے تمکو عالم والون پر وَاتَّقُوْا یَوْمًا لَّا تَجْزِیْ نَفْسٌ عَنْ نَّفْسٍ شَیْئًا وَّلَا یُقْبَلُ مِنْهَا عَدْلٌ وَّلَا تَنْفَعُهَا شَفَاعَةٌ وَّلَا هُمْ یُنْصَرُوْنَ ط اور بچاؤ کرو اوس دن کا کہ نہ کام آوے گی کوئی جان کسی جان کے کچھہ اور نہ قبول کیا جائیگا عوض اور نہ فائدہ دیگی سفارش اور نہ وہ مدد کئے جائینگے وَاِذِ ابْتَلٰٓی اِبْرٰهٖمَ رَبُّهٗ بِکَلِمٰتٍ فَاَتَمَّهُنَّ ط اور جب امتحان کیا ابراہیم کا اوس کے رب نے بعض احکام مین تو پورا کیا ابراہیم نے اونکو ف کلمات سے مراد احکام ہین یعنی اوامر و نواہی اس مین مفسرین کا اختلاف ہے کہ اس آیت مین کس کس امر مین امتحان مراد ہے۔ حسن بصریؒ کا قول ہے کہ ابراہیم کا اللہ نے سات چیزون مین امتحان لیا اول ستارون مین دوسرے چاند مین تیسرے سورج مین ان سب کو دیکھکر اونھون نے کہا کہ یہہ فنا ہوجانے والی چیزین ہین اور رب ہمیشہ قایم رہتا ہے۔ چوتھے جب اون کی قوم نے اونکو آگ مین ڈالا تو نہایت مستقل رہے۔ پانچوین یہہ کہ اللہ نے اونکو ہجرت کا حکم کیا تو اوسکو بھی اونھون نے خوشی سے گوارا کیا چھٹے اللہ نے اونکے بیٹے کے ذبح کرنیکا حکم کیا تو اوس حکم کی بھی اونھون نے بید ریغ تعمیل کی۔ ساتوین اللہ نے اونکو ختنہ کا حکم کیا اوس کو بھی اونھون نے ادا کیا۔